ولایت علی ابن ابی طالبؑ
از
صواعق محرقہ
علامہ ابن حجر مکی
(عظیم عالم اہلسنت)
تلخیص وانتخاب
ڈاکٹر محمد حسن رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ولایت علی ابن ابی طالبؑ (آل محمد)
از صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی
انتخاب و تلخیص
ڈاکٹر سید محمد حسن رضوی
ناشر
انیسہ اکیڈمی
R-501/20 النور سوسائٹی فیڈرل بی ایریا کراچی
Ph: 6802850
Mob: 0300-2354679
www.drhasanrizvi.org

عنوان کتاب: ولایت علی ابن ابی طالب (علیہ السلام)

ترتیب وتالیف: ڈاکٹر سید محمد حسن رضوی

مدیر اعزازی

ملک علیم علی

صفحات	304
تعداد	1000
ناشر	انیسہ اکیڈمی
طبع اوّل	جنوری 2005
قیمت	200 روپے

انیسہ اکیڈمی

R-501/20 النور سوسائٹی فیڈرل بی ایریا کراچی

Ph: 6802850

Mob: 0300-2354679

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ولایت علی ابن ابی طالبؑ وائمہ اطہارؑ فی صواعق محرقہ

''تصنیف علامہ ابن حجر مکی''

''صواعق محرقہ'' یعنی ''جلا دینے والی بجلیاں'' اہلسنت کے عظیم عالم دین علامہ ابن حجر مکی کی مشہور زمانہ کتاب ہے جو انہوں کے شیعہ مسلک کے خلاف لکھی ہے۔ اس کتاب میں شیعانِ علی کو گمراہ ترین بلکہ کافر تک ثابت کیا گیا ہے اور انکی بے حد لعن طعن فرمائی ہے۔ مگر اسکے باوجود اس بات کا واضح طور پر مدلل اعتراف بھی فرمایا ہے کہ علیؑ اور آئمہ اطہارؑ کی ولایت، امامت اور اطاعت تمام مسلمانوں پر یقینی طور پر فرض ہے۔ اور اس حقیقت کو اپنی مستند ترین کتابوں اور قرآن مجید کی آیتوں کے حوالوں سے اسطرح ثابت فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان اسکا انکار کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اس لحاظ سے یہ کتاب آل محمدؐ کی عظمت کا واضح ثبوت ہے جسے تاریخ کا عظیم معجزہ کہا جا سکتا ہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کی ۶۰۰ سو سالہ طویل دور حکومت میں بنی امیہ اور بنی عباس کے تمام خلفاء نے علیؑ اور ائمہ اہلبیتؑ کا نام و نشان، فضائل و کمالات کو مٹانے کی سر توڑ کوششیں کر لیں۔ شیعانِ علیؑ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ہر قسم کا غلبہ، جبر، تشدد، قتل و غارت کی انتہا کر دی مگر یہ تاریخ کا کتنا بڑا زندہ معجزہ ہے کہ

آج بھی اہلسنت بلکہ وہابی مسلمانوں کا اتنا بڑا عظیم مستند عالم کا قلم ''علیؑ اور ائمہ اہلبیتؑ'' کی ولایت ا، امامت، حجت اور عظمت و اطاعت کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔

صواعق محرقہ کے اس انتخاب کو پڑھکر ہر مسلمان یہ بات ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ائمہ اہلبیتؑ کی محبت، ولایت، امامت اور فضیلت و اطاعت تمام امت مسلمہ کیلئے ایک مسلم فرض ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت قرآن، حدیث اور سنت رسولؐ سے قطعاً ثابت ہے۔ انکی محبت اور ولایت کو مانے بغیر کوئی مسلمان نجات نہیں پا سکتا۔ ائمہ اہلبیتؑ ہی علوم رسالت کے حقیقی وارث، قرآن اور سنت رسولؐ کے محافظ اور عالم اسلام کے مسلم امام اور ھادی ہیں۔ آل محمدؐ سے اولین مراد علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ ہیں اور انکے بعد ائمہ اہلبیتؑ ہیں جنکی کل تعداد ۱۲ ہے۔ علامہ ابن حجر مکی نے الگ الگ ہر امام کے فضائل و کمالات کو مختصراً اپنی مستند کتابوں کے حوالوں سے بیان فرمایا ہے اور واقعاً اپنے زورِ قلم سے یہ بات واضح طور پر ثابت کر دی ہے کہ آل محمدؐ کی محبت، امامت، ولایت اور اطاعت شرط ایمان ہے، وسیلہ نجات ہے اور مسلمان پر اولین فریضہ ہے۔

بقول امام شافعیؒ

یا اھلبیتؑ رسول اللہؐ حبکم — فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

(اے اہلبیتؑ رسولؐ! تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے، کیونکہ قرآن میں نازل ہوئی ہے)

کفاکم من عظیم الفضل انکم — من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

(تمہاری فضیلت کیلئے یہی بات بہت کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اسکی نماز ہی نہیں ہوتی)

لو کان حب آل محمدٍ رفضاً   فلیشھد الثقلین انی رافضا

(اگر آل محمدؐ کی محبت رفض یعنی دین سے پھر جانا ہے تو زمین وآسمان گواہ ہیں کہ میں رافضی ہوں)

اشعار امام شافعی از تفسیر اکبیر

فخرالدین رازی از ضمن تفسیر آیہ مودۃ

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

نعت

علی آذر

میں سوچتا ہوں کہ میرا مقام کیا ہوتا
نہ ہوتا میں جو نبیؐ کا غلام کیا ہوتا

جہالتوں کے اندھیرے میں مست و بے خود تھا
نہ ملتا مجھ کو جو اُنکا پیام کیا ہوتا

یہ صدقہ ہے ترا کہ لوگ دیتے ہیں عزت
وگر نہ میرا یہاں احترام کیا ہوتا

میں بکتا کوڑیوں کے مول بن تری نسبت
شرف نہ ہوتا کوئی، کوئی نام کیا ہوتا

اگر سکھایا نہ ہوتا سلیقہ جینے کا
کوئی بھی نظم، کوئی انتظام کیا ہوتا

الجھتا رہتا بگولوں کی طرح دنیا میں
بغیر راہنما شاد کام کیا ہوتا

میں پلکوں سے نہ کبھی چھوتا روضے کی جالی
میری نگاہوں میں بیت الحرام کیا ہوتا

خیال آتا ہے میدانِ حشر کا آذر
نہ ہوتا دامنِ خیر الانامؐ کیا ہوتا

باب نہم

اس باب میں حضرت علی کے فضائل، کارنامے اور حالات بیان ہوں گے۔

اس فصل میں آپ کے قبول اسلام اور ہجرت وغیرہ کا بیان ہوگا۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کے مواخات میں بھائی اور سیدہ النساء حضرت فاطمہؑ کے خاوند ہونے کی وجہ سے آپ کے داماد بھی ہیں۔ آپ علماء ربانی، مشہور بہادروں زاہدوں، اور معروف خطیبوں میں سے ایک ہیں۔ جنہوں نے قرآن پاک کو لکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کو وصایا اور امانتوں کی ادائیگی کیلئے کئی دن تک مکہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا! پھر آپ ان سے چیزوں کی ادائیگی کے بعد اپنے اہل کے ساتھ حضور سے جا ملے۔

آپ تبوک کے سوا تمام معرکوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ کیونکہ رسول علیہ السلام نے آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام امیر مقرر فرمایا تھا۔ اور اسی موقع پر آپ نے فرمایا تھا کہ تو مجھ سے ایسے مقام پر ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاصل تھا۔ تمام معرکوں میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں۔ جنگ احد کے روز آپ کو (۱۶) زخم آئے۔ حضور علیہ السلام

نے بہت سے معرکوں میں آپ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ خصوصاً جنگ خیبر میں۔ اور آپ
نے پیش گوئی فرمائی جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوگی آپ نے
خیبر کے قلعے کا دروازہ اپنی پشت پر اٹھالیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے قلعے پر چڑھ
کر اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے دروازہ کو کھینچا اور اسے چالیس آدمی نہ
اٹھا سکے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے خیبر کے دروازے کو لے کر اس کی
ڈھال بنالی۔ اور اسے ہاتھ میں لے کر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ
کو فتح عطا فرمائی۔ آپ نے اسے پھینک دیا پھر آٹھ آدمیوں نے اسے پھینکنے کا ارادہ
کیا۔ مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

فصل دوم

اس فصل میں آپ کے فضائل کا تذکرہ ہوگا۔

آپ کے فضائل مشہور اور اس قدر کثیر تعداد میں ہیں کہ احمد ابن حنبل نے کہا ہے کہ
حضرت علیؑ کے برابر کسی آدمی کے فضائل نہیں۔ اور اسمٰعیل قاضی نسائی اور ابو علی
نیشا بوری نے کہا ہے کہ کسی صحابی کے لئے اس قدر حسن اسانید وارد نہیں ہوئیں جتنی
حضرت علی کے لئے آئیں ہیں۔ اور اہل بیت نبوی کی اولاد میں سے بعض متاخرین
نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کو

ان تمام واقعات سے جو آپ کے بعد رونما ہونے والے اور جن میں حضرت علیؑ مبتلا ہونے والے تھے، آگاہ کر دیا تھا - اور جب آپ کو خلافت ملی اور جو اختلافات اس میں وقوع پذیر ہوئے ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اطلاع دے دی تھی - یہ امور اس بات کے مقتضی تھے کہ امت کی خیر خواہی کے لئے ان فضائل کو مشہور کیا جائے تا کہ جو شخص آپ سے تمسک کرے وہ نجات پائے پھر جب یہ اختلاف رونما ہوا اور آپ کے خلاف خروج ہوا تو جن صحابہ نے ان فضائل کو سنا تھا انہوں نے امت کی خیر خواہی کے لئے انہیں نشر کرنا شروع کر دیا - پھر جب معاملہ شدت اختیار کر گیا اور بنی امیہ کا ایک گروہ آپ کی تنقیص کرنے لگا اور ممبروں پر آپ کو گالیاں دینے لگا اور ملعون خوارج نے انکی موافقت کی بلکہ انہوں نے آپ کو کافر تک کہا تو اہل سنت کے جلیل القدر حفاظ - امت کی خیر خواہی اور حق کی نصرت کے لئے آپ کے فضائل کی نشر و اشاعت میں لگ گئے -

عنقریب اہل بیت کے فضائل میں بیان ہونے والی احادیث میں بھی آپ کے بکثرت فضائل کا ذکر ہوگا - ہم کو صرف حضرت علی کے فضائل پر اکتفا کرنا ہوگا - ان میں سے بہت سے فضائل کا ذکر گذشتہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے - اس جگہ چالیس حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے - جن میں آپ کے عظیم الشان اور روشن فضائل کو بیان کیا گیا ہے -

(۱) شیخین نے سعد بن ابی وقاص سے اور احمد نے اور بزار نے ابو سعید خدری سے اور طبرانی نے اسماء بنت امیر، ام سلمہ، حبشی بن خبادہ ابن عمر، ابن عباس، جابر بن سمرہ، علی، براء بن حازبؓ اور زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ تبوک کے موقع پر حضرت علی کو پیچھے چھوڑا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا!

اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ وغیر انه لانبی بعدی۔

کیا آپ اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ آپ کو مجھ سے وہ مقام حاصل ہو جو حضرت ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۲) شیخین نے سہل بن سعد سے اور طبرانی نے حضرت ابن عمر، بن ابی لیلی اور عمران بن حسین سے اور بزار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر کے روز فرمایا!

میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا۔ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ اللہ اور اسکے رسول کا محب ہوگا اور اللہ اور اسکا رسول بھی اسکے محب ہونگے۔

رات بھر لوگ اس موضوع پر باتیں کرتے رہے کہ ان میں سے کس کو آپ جھنڈا دینگے۔ صبح ہوئی تو سب کے سب اس امید پر کہ حضور علیہ السلام اسے جھنڈا دینگے۔ آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا! علی ابن ابی طالب کہاں

ہیں۔ عرض کیا ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے فرمایا! انہیں بلاؤ جب وہ حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر لعب دہن لگا کر دعا کی تو آپ تندرست ہو گئے۔ گویا آپ کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

• ترمزی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب لوگوں سے برتر آپ کو محبوب تھیں۔ اور انکے خاوند حضرت علیؓ مردوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب تھے۔

(۳) مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا ہے کہ جب (آیت ندع ابناء نا و ابناء کم) کا نزول ہوا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ و علیؓ اور حضرات حسنینؑ کو بلایا اور عرض کیا اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔

(۴) غدیر خم کے موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا! (من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عادہ) جسکا میں آقا ہوں اسکے علی آقا ہیں۔ جسے میں محبوب ہوں علی بھی اسے محبوب ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ اس حدیث کو حضور علیہ السلام سے تیس صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے طریق صحیح اور حسن ہیں۔ اسکے معنوں کے متعلق بہت کچھ بیان ہوا ہے اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ یہ مجھ پر بعد میں ظاہر ہوئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا! ہے کہ علی سید العرب ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ کیا آپ سید العرب نہیں فرمایا! میں سید العالمین ہوں اور یہ سید العرب ہے۔ حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس سے یہ الفاظ بیان کئے ہیں ۔ انا سیدولد آدم وعلی سید العرب (یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی عربوں کا سردار ہے) حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے مگر دونوں نے اسکی تخریج نہیں کی۔

(۵) ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے بریدہ نے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا اشارہ فرمایا اور مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ فرمایا ان میں سے ایک علی ہے باقی تین ابوذر، سلمان، اور مقداد ہیں۔

(۶) احمد، ترمزی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن خبادہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (علی منی وانامن علی ولا یوندی منی ولح) علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور میری ادائیگی میں کرسکتا ہوں یا علی۔

(۷) ترمذی نے حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے درمیان مواخات قائم کیں تو حضرت علیؓ نے اشک بار آنکھوں کے ساتھ حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات

قائم کی ہے۔ لیکن میرے ساتھ کسی کی مواخات نہیں کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا!
(انت اخی فی الدنیا والآخرة) کہ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے۔
(۸) مسلم نے حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا۔ کہ حضور علیہ السلام نے مجھے تاکید افرمایا ہے کہ مومن مجھ سے محبت کرے گا اور منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔
(۹) بزار اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے اور طبرانی حاکم اور عقیلی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمرؓ سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (انامدینة العلم وعلی بابها) کہ میں شہر علم ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے جو علم حاصل کرنا چاہے وہ دروازے کے پاس آئے اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ (انا دار الحکمت وعلی بابها) میں شہر حکمت ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے۔ اور ابن عدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ (علی باب علمی)
علی میرے علم کا دروازہ ہے۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور بعض محقق متاخر محققین نے جو حدیث کے بارے میں بڑی واقفیت رکھتے ہیں اسے درست قرار دیا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

(۱۰) حاکم نے حضرت علیؓ سے صحیح روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ان کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے بھیج رہے ہیں۔ اور میں ایک نوجوان آدمی ہوں۔ آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا! اے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما اور اسکی زبان کو ثبات عطا کر۔ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا ہے کہ اسکے بعد مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے کبھی کوئی شک نہیں ہوا۔

کہتے ہیں حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ علی تم سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی احادیث میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابی کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس ایک گدھا اور اس کے پاس ایک بیل تھا۔ اسکے بیل نے میرے گدھے کو مار دیا ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ چوپاؤں پر کوئی ضمانت نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے علیؓ ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ آپ نے دونوں سے پوچھا کیا وہ دونوں بندھے ہوئے تھے یا آزاد تھے؟ یا ایک بندھا ہوا تھا اور دوسرا آزاد تھا؟ دونوں نے جواب دیا کہ گدھا بندھا ہوا تھا اور بیل آزاد تھا۔ اور بیل کا مالک بھی اسکے ساتھ تھا۔ حضرت علیؓ نے کہا بیل والے پر گدھے کی ضمانت پڑتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے

آپ کے حکم کو قائم کیا اور آپ کے فیصلے کو نافذ کیا۔

(۱۱) ابن سعد نے حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا۔ کیا وجہ ہے کہ اصحاب رسول کی طرح آپ کی احادیث باکثرت نہیں۔تو آپ نے فرمایا جب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرتا تو آپ مجھے بتاتے اور جب خاموش ہو جاتے تو مجھ سے شروع کرتے۔(مگر اسکے باوجود امت نے علیؑ سے احادیث نہ لیں) (۱۲) طبرانی نے (الاوسط) میں اسناد کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! لوگ مختلف شجروں سے ہیں میں اور علی ایک ہی شجرے ہیں۔

(۱۳) بزار نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا اس مسجد میں کسی کے لئے جنبی ہونا جائز نہیں ہے۔

(۱۴) طبرانی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہؓ سے صحیح قرار دیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصے میں ہوتے تو حضرت علیؑ کے سوا آپ سے گفتگو کرنے کی کوئی شخص جرائت نہ کرتا۔

(۱۵) طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اس حدیث کی

اسناد حسن ہے۔

(۱۶) ابو یعلی اور بزار نے حضرت سعد بن وقاصؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

(۱۷) طبرانی نے حضرت ام سلمہؓ سے بسند حسن بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا

(۱۸) احمد اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہؓ سے صحیح قرار دیا ہے کہتی ہین کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے علیؓ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

(۱۹) احمد اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا میں نے جیسے تنزیلِ قرآن پر لڑائی کی ہے ایسے ہی تو تاویل قرآن پر لڑائی کرے گا۔

(۲۰) بزار ابو یعلی اور حاکم نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا اور فرمایا تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مثال ہے۔ یہود نے آپ سے یہاں تک بغض رکھا کہ آپ کی ماں پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے

آپ سے یہاں تک محبت کی کہ آپ کو وہ مقام دیا جو آپ کو حاصل نہ تھا۔ سنو میرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے ایک حد سے بڑھا ہوا محب جو میری تعریف میں وہ بات کہتا ہے جو مجھ میں نہیں پائی جاتی اور دوسرا وہ بغض رکھنے والا جس کو میری دشمنی مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کر دیتی ہے۔

(۲۱) طبرانی نے الاوسط میں حضرت ام سلمہؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو فرماتے سنا کہ علیؓ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے وہ حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔

(۲۲) احمد اور حاکم نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا دو آدمی بڑے بد بخت ہیں ایک قوم ثمود کا احمر جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور اے علیؓ دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مار کر داڑھی کو تر کر دے گا۔ یہ حدیث حضرت علیؓ، حضرت صہیب، حضرت جابر بن سمرہ وغیرہ سے بھی بیان ہوئی ہے۔

ابو یعلی نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علیؓ کے ساتھ چمٹے ہوئے اور بوسے دیتے ہوئے دیکھا آپؐ فرما رہے تھے میرا باپ یگانہ شہید پر قربان ہو۔

طبرانی اور ابو یعلی نے اسے ایسی سند سے بیان کیا ہے جس کے رجال سوائے ایک

ثقہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک دن حضرت علیؑ سے فرمایا اولین میں سے کون بڑا بد بخت ہے؟ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ آپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے پھر فرمایا آخرین میں کون بڑا بد بخت ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ اس کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں فرمایا جو تیری کھوپڑی پر ضرب مارے گا۔ حضرت علیؑ جب اہل عراق سے تنگ آ جاتے تو انہیں کہتے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا بڑا بد بخت آدمی کھڑا ہو کر میری داڑھی کو رنگ دے۔ اور اپنے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرتے۔

ایک صحیح روایت یہ بھی ہے کہ ابن سلام نے آپ سے کہا عراق نہ جایئے مجھے خدشہ ہے کہ آپ کو وہاں تلوار کی دھار لگے گی۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس کی خبر مجھے رسول کریمؐ نے دی ہے۔ ابوالاسود کہتے ہیں میں نے کسی شخص کو جسے ایسی خبر دی جائے کبھی اپنی جان سے اس طرح دفاعی جنگ کرتے نہیں دیکھا۔

(۴۳) حاکم نے ابو سعید خدریؓ سے صحیح روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؑ کی شکایت کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا علیؑ کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ اللہ کی ذات کے بارے میں یا اللہ کی راہ میں بڑی خشیت (خوف) رکھنے والا آدمی ہے۔

(۴۴) احمد اور ایضاء نے زید بن ارقمؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے علیؓ کے دروازے کے سوا دوسرے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں نے اس کی پیروی کی ہے۔

(۲۵) ترمذی اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو؟ میں علیؓ سے ہوں اور علیؓ مجھ سے ہے اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

(۲۶) طبرانی نے حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہؓ کو علیؓ کی زوجیت میں دے دوں۔

(۲۷) طبرانی نے حضرت جابرؓ سے اور خطیب نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا! ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

(۲۸) دیلمی نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا بہترین بھائی علیؓ ہے اور بہترین چچا حمزہؓ ہے۔

(۲۹) دیلمی نے حضرت عائشہؓ سے اور طبرانی اور مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین آدمی سبقت

کرنے والے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سابق یوشع بن نون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سابق یٰس اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سابق علی بن ابی طالبؓ۔

(۳۰) ابن بخار نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار صاحب یٰس اور علی بن ابی طالبؓ۔

(۳۱) ابونعیم اور ابن عساکر نے ابی یعلی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں حبیب النجار مومن آل یاسین، جس نے کہا اے قوم! مرسلین کی پیروی کرو۔ اور حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا کیا تم ایسے آدمی کو مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور علی ابن ابی طالب اور یہ سب سے افضل ہے۔

(۳۲) خطیب نے حضرت انسؓ سے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کے صحیفہ کا عنوان علی ابن ابی طالب کی محبت ہے۔

(۳۳) حاکم نے حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی نیکوکاروں کا امام اور فاجروں کا قاتل ہے جو اس کی مدد کرے گا وہ منصور ہوگا اور جو اسے بے یار مددگار چھوڑے گا وہ مخذول ہوگا۔

(۳۴) دارقطنی نے الافراد میں حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی گناہوں کے بخشے جانے کا دروازہ ہے جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس سے ہٹ کر جائیگا وہ کافر ہوگا۔

(۳۵) حضرت البراء سے خطیب نے اور دیلمی نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی کا نور جنت میں یوں چمکے گا جیسے اہل دنیا کے لئے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

(۳۶) ابن عدیؓ نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علیؓ مومنین کا بادشاہ ہے اور مال منافقین کا بادشاہ ہے۔

(۳۷) بزار نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ حضرت علیؓ حضرت عمارؓ اور حضرت سلمانؓ کی۔

(۳۸) شیخین نے حضرت سہل سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مسجد میں پہلو کے بل لیٹے پایا اور آپ کی چادر آپ کے پہلو سے نیچے گر پڑی اور آپ کو مٹی لگ گئی تو حضور علیہ السلام آپ سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمانے لگے۔ اے ابوتراب اٹھ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو یہ کنیت بڑی پسند ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اس کنیت سے پکارا ہے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے

بعد فرمایا میں تم کو اپنی اولاد سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں - میری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نماز کو قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا۔ میں تمہاری طرف ایک آدمی بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا یا میری طرح ہوگا وہ تمہاری گردنوں کو مارے گا پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ آدمی یہ ہے۔

اس روایت کی سند میں ایک آدمی ہے جس کو ضعیف قرار دیے جانے کے بارے میں اختلاف ہے اور بقیہ آدمی ثقہ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا - لوگو! قریب ہے کہ میں جلد ہی فوت ہو جاؤں میں تم سے معذرت کرتے ہوئے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت اپنی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ پھر حضرت علیؑ کے ہاتھ کو پکڑا اور اسے بلند کر کے فرمایا! یہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ حوض کوثر تک جدا نہ ہونگے۔ جو کچھ میں چھوڑے جا رہا ہوں اس کے بارے میں ان دونوں سے دریافت کرنا۔

احمد نے المناقب میں حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک چار دیواری میں بلایا اور مجھے اپنی ٹانگ سے مار کر کہا کھڑا ہو جا - خدا کی قسم میں تجھے راضی کروں گا تو میرا بھائی اور میرے بیٹوں کا باپ ہے۔

میری سنت پر جنگ کر۔ جو میرے عہد پر مرے گا وہ جنت کے خزانے میں ہو گا اور جو تیرے عہد پر مرے گا اس نے بھی اپنا حصہ پورا کر دیا اور جو تیری موت کے بعد تجھ سے محبت کرتے ہوئے مرا اللہ تعالی دائمی طور پر اس پر ایمان کی مہر لگا دے گا۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان چھ آدمیوں سے جنہیں حضرت عمرؓ نے شوریٰ کے لئے مقرر فرمایا تھا طویل گفتگو کی جس میں یہ بات بھی ہے کہ میں تم کو اللہ تعالی کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ تم میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سوا فرمایا ہو اے علی قیامت کے روز تو جنت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا بخدا کسی کو ایسا نہیں کہا۔

عنترہ نے امام علی رضاؑ سے بیان کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے فرمایا تو دوزخ اور جنت کا تقسیم کنندہ ہے یعنی قیامت کے روز تو آگ سے کہے گا یہ میرے لئے ہے اور وہ تیرے لئے ہے۔

ابن السماک نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے آپ سے کہا کہ میں نے رسول کریمؐ کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی شخص پل صراط سے گزر نہیں سکے گا سوائے اس کے کہ حضرت علیؓ نے اس کے لئے گزرنے کا لکھا ہو۔ (اجازت نہ دی ہو)

بخاری نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ میں قیامت کے روز سب سے پہلے اللہ تعالی کے حضور دو زانو ہو کر جھگڑے کیلئے بیٹھوں گا۔ قیس کہتے ہیں کہ ان لوگوں

کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ھذان خصمان اختصموا فی ربھم۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بدر کے روز مبارزت کی تھی۔ (یعنی علیؓ حمزہؓ،)

☆

فصل ثالث

دربیان ثنائے صحابہ وسلف

ابن سعد نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علیؓ ہم میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اور حاکم نے ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ جب ہمیں باوثوق ذرائع سے علم ہو جائے کہ یہ فتوی حضرت علیؓ نے دیا ہے تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ سعید بن المسیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم اس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کے حل کے لئے علی نہ ہوں اور انہی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صحابہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھو۔ ہاں علی یہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے جو چاہو پوچھا کرو۔

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں سے سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے اور فیصلے کرنے والے حضرت علیؓ ہیں حضرت عائشہؓ

کے پاس ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا علیؑ سب سے زیادہ سنت کو جاننے والے ہیں۔

عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو علم میں بڑی پختگی حاصل تھی اور آپ کو اسلام اور حضور علیہ السلام کی دامادی، سنت میں تفقہ (گہری سمجھ)، جنگ میں بہادری اور مال میں سخاوت کرنے میں تقدم حاصل تھا۔ (یعنی سب سے آگے تھے)

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ جہاں جہاں بھی اللہ تعالی نے یاایھا الذین امنوا کے الفاظ نازل کئے ہیں وہاں حضرت علیؑ ان کے امیر اور سردار ہیں۔ اللہ تعالی نے کئی مقامات پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اظہار ناراضگی فرمائی مگر حضرت علیؑ کا ذکر ہمیشہ اچھے رنگ میں کیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ کتاب اللہ میں جو علیؑ کے بارے میں نازل ہوا ہے وہ کسی کے لئے نہیں ہوا۔ وہ کہتے ہیں حضرت علیؑ کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔

ابوالعلی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علیؑ کو تین چیزیں عطا کی گئی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی مجھے عطا ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ پوچھا گیا کہ وہ چیزیں کونسی ہیں؟ فرمایا انہوں نے حضور علیہ السلام کی لڑکی سے شادی کی۔ اور مسجد میں ان کی سکونت ہوئی۔ اس

میں ان کے لئے جو کچھ جائز ہے وہ میرے لئے نہیں اور خیبر کی جنگ میں حضور علیہ السلام نے آپکو جھنڈا عطا کیا۔ احمد نے سند صحیح سے ابن عمرؓ سے اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

احمد اور ابو لعلی نے بسند صحیح حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میری آنکھ میں خیبر کے روز جھنڈا دیتے ہوئے لعاب دہن لگایا ہے، پھر کبھی میری آنکھ میں تکلیف نہیں ہوئی۔ جب آپ کوفہ تشریف لائے تو ایک عرب فلاسفر آپ کے پاس آکر کہنے لگا امیر المومنین خدا کی قسم آپ نے خلافت کو زینت اور رفعت عطا کی ہے۔ اس خلافت نے آپ کو زینت اور رفعت نہیں بخشی اور وہ آپ کی نسبت آپ کی زیادہ محتاج تھی۔

سلفی نے طیوریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ حضرت علیؓ کے دشمن بہت تھے۔ آپ کے دشمنوں نے آپ میں عیب تلاش کیے۔ مگر انہیں کچھ حاصل نہ ہوا تو وہ ایک آدمی کے پاس گئے جو آپ سے جنگ کر چکا تھا تو انہوں نے ایک تدبیر اور چال کے ماتحت اس کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا شروع کر دیا۔

فصل چہارم

دربیان چند کرامات، فیصلہ جات، کلمات جو آپ کی معرفت الٰہی، علم وحکمت اور زہد میں بلند رتبہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

ابن سعد نے آپ ہی سے بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم جو آیت بھی نازل ہوئی ہے میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق، کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عاقل دل اور ناطق زبان عطا کی ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے ابوالطفیل سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھ سے کتاب اللہ کے متعلق پوچھو۔ میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

ابن ابی داؤد نے محمد سیرین سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت میں دیر کی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے آپ سے مل کر کہا کہ کیا تو میری امارات کو ناپسند کرتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جب تک میں قرآن کو جمع نہ کرلوں اس وقت تک سوائے نماز کے چادر نہ اوڑھوں گا۔ صحابہ کا خیال ہے کہ آپ نے اسے ترتیب نزولی کے مطابق جمع کیا ہے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں اگر مجھے وہ کتاب مل جاتی تو اس میں علم ہوتا۔

آپ کی روشن کرامات۔

جب آپ کی گود میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر رکھے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور حضرت علیؑ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی تو سورج کو آپ پر لوٹا دیا گیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحی کی کیفیت دور ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ اگر یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں لگا ہوا تھا تو سورج کو اس کے لئے واپس لوٹا دے۔ تو سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔

سورج کو لوٹا دینے والی حدیث کو طحاوی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور قاضی نے بھی الشفاء میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابوزرعۃ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اور دوسرں نے اسکی پیروی کی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے موضوع کہا ہے انہوں نے اسکا یہ رد پیش کیا ہے کہ سورج کے غروب سے وقت نماز تو فوت ہو گیا تھا اسلئے سورج کو لوٹانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بات محل منع میں ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ سورج کو لوٹانا خصوصیت ہے اسی طرح عصر کی نماز کا پانا اور نماز ادا کرنا حضرت علیؑ کی خصوصیت اور کرامت ہے یعنی جب سورج غروب ہو جائے پھر واپس آ جائے تو کیا اس کے واپس آنے سے وقت بھی واپس آ جاتا ہے؟ میں نے اسے مع وجوہات شرح العبادۃ میں کتاب الصلوۃ کے اوائل میں بیان کیا ہے۔

اس باب میں ایک عجیب حکایت بیان کی گئی ہے جسے مجھ سے ہمارے مشائخ عراق نے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے ابو منصور المظفر بن ازدشیر القبادی الواعظ کو دیکھا کہ اس نے اس حدیث کو عصر کے بعد بیان کیا اور اسکے الفاظ کو لکھوایا اور اہل بیت کے فضائل کا تذکرہ کیا تو بادل نے سورج کو چھپالیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ سورج غروب ہوگیا ہے۔ آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھے۔

اے سورج! جب تک آل مصطفیٰؐ اور ان کی اولاد کے متعلق میری مدح ختم نہ ہو اس وقت تک غروب نہ ہونا۔ اگر تو انکی ثناء کرنا چاہتا ہے تو اپنی عنان کو موڑ، کیا تو وہ وقت بھول گیا ہے جب تو اس کی وجہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور اگر تیرا وقوف آقا کیلئے تھا تو یہ وقوف اس کے سواروں اور پیادوں کے لئے بھی ہو جائے۔

کہتے ہیں کہ بادل چھٹ گیا اور سورج طلوع ہو گیا۔ عبدالرزاق نے حجر المرادی سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حضرت علیؑ نے فرمایا تیری کیا حالت ہو گی؟ جب تجھے مجھ پر لعنت کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا تو پھر میں کیا کروں؟ فرمایا مجھ پر لعنت کرنا۔ مگر مجھ سے اظہار بیزاری نہ کرنا۔ حجر المرادی کہتے ہیں مجھے حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے یمن کا امیر تھا، حکم دیا کہ میں حضرت علیؑ پر لعنت کروں۔ میں نے کہا کہ

امیر نے مجھے حضرت علیؓ پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے۔
اس پر لعنت کرو اللہ اس پر لعنت کرے، اس بات کو ایک آدمی کے سوا کوئی بھی نہ سمجھا
۔ کیونکہ اس نے صرف امیر پر لعنت کی۔ اور حضرت علیؓ پر لعنت نہ کی۔ یہ حضرت علیؓ
کی کرامت اور آپ کی غیب کے متعلق پیشنگوئی ہے۔ آپ کی یہ بھی ایک کرامت
ہے کہ آپ نے ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے اس کی تکذیب کی۔ آپ نے
اسے کہا اگر تو جھوٹا ہوا تو میں تجھ پر بددعا کروں گا۔ اس نے کہا بددعا کرو۔ آپ نے
اس پر بددعا کی تو جلد ہی اسکی بصارت جاتی رہی۔

ابن المدائنی نے ایک گروہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ بیت المال میں جھاڑو
دیتے۔ پھر اس امید پر نماز پڑھتے کہ ان کیلئے گواہی دی جائے کہ انہوں نے
مسلمانوں سے مال کو روک کر نہیں رکھا۔

دو آدمی بیٹھے صبح کا کھانا کھا رہے تھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے
پاس تین روٹیاں تھیں۔ ان کے پاس سے تیسرا آدمی گزرا۔ جسے انہوں نے بٹھالیا
اور وہ برابر برابر آٹھ روٹیاں کھا گئے۔ پھر تیسرے آدمی نے کھانے کے عوض انہیں
آٹھ درہم دیئے تو دونوں آپس میں جھگڑ پڑے۔ پانچ روٹیوں والا کہتا میرے پانچ
درہم ہیں اور تین روٹیوں والے کے لئے تین درہم ہیں اور تین روٹیوں والا کہتا ہے
کہ میرے ساڑھے چار درہم ہیں۔ دونوں جھگڑتے ہوئے حضرت علیؓ کے پاس

گئے آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا آپ وہ تین درہم لے لیں جن کے بارے میں آپ کا ساتھی رضامند ہے کیونکہ یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اس نے کہا میں تو حق کے مطابق راضی ہوں گا۔ آپ نے فرمایا! حق کے مطابق ایک درہم ہے اس نے اس کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا کیا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ثلث نہیں بنتے جو تم نے کھائے ہیں؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ کس نے زیادہ کھایا ہے۔ اور تم اسے برابری پر محمول کرتے ہو تو تو نے آٹھ ثلث کھائے ہیں۔ حالانکہ اسے پندرہ ثلث ملنے چاہیں۔ اس کیلئے سات باقی رہ گئے اور تیرا ایک باقی رہ گیا۔ اس کے سات کے بدلے سات اور تجھے ایک کے بدلے ایک درہم ملنا چاہیے اس نے کہا اب میں راضی ہوں۔

آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ اس کے خیال میں اسے اپنی ماں کے ساتھ احتلام ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو مارو!

آپ کے کلمات:۔

لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مر جاتے ہیں تو اپنے زمانے سمیت بیدار ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے اپنے آباء سے بہت مشابہت رکھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو۔ جو شخص اپنی قدر پہچان لیتا ہے وہ

ہلاک نہیں ہوتا۔ ہر آدمی کی قیمت وہی ہے جو اسے اچھی لگے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اسی طرح آپ کی طرف یہ محاورہ بھی منسوب کیا گیا ہے جبکہ مشہور یہ ہے کہ یحییٰ بن معاذ الرازی کا قول ہے کہ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ جو شیریں زبان ہوگا اس کے بھائی بہت ہونگے۔ نیکی سے آزاد بھی غلام بن جاتا ہے۔ بخیل کے مال کو حادثہ یا وارث کی خوشخبری دے۔ قائل کی طرف نہ دیکھ بلکہ قول کی طرف دیکھ۔ مصیبت کے وقت واویلا کرنا مصیبت کو مکمل کرنا ہے۔ سرکشی کے ساتھ کوئی کامیابی نہیں۔ تکبر کے ساتھ کوئی تعریف نہیں۔ حرص کے ساتھ کھانے اور بدہضمی میں کوئی صحت نہیں۔ بے ادبی کے ساتھ کوئی شرف نہیں۔ حسد کے ساتھ کوئی راحت نہیں۔ انتقام کے ساتھ کوئی سرداری نہیں۔ مشورہ ترک کرنے سے صحیح بات معلوم نہیں ہوتی۔ جھوٹے کیلئے کوئی مروت (مردانگی) نہیں۔ کوئی عزت تقویٰ سے بڑی نہیں۔ توبہ سے زیادہ کوئی سفارش کامیاب نہیں۔ عافیت سے زیادہ خوبصورت کوئی لباس نہیں۔ جہالت سے زیادہ مشکل کوئی بیماری نہیں۔ آدمی جسے نہیں جانتا اس کا دشمن ہوتا ہے اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر پہچان لی اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ عذر کا اعادہ گناہ کی یاددہانی ہے۔ لوگوں کے درمیان خیر خواہی کرنا رحم کرنا ہے۔ جاہل کا احسان اس باغ کی طرح ہے جو کچرے پر اُگا ہو۔ بے صبری، صبر سے زیادہ تھکانے والی ہے۔[1]

مسئول آزاد ہے یہاں تک کہ واپس آجائے۔ سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو سب سے زیادہ خفیہ تدبیر کرتا ہے۔ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے۔ بخل عیوب کی برائیوں کو اکٹھا کرنے والا ہے۔ جب تقدیر آجائے تو تدبیر بھول جاتی ہے۔ شہوت کا غلام غلامی کے طریق پر غلام بنے ہوئے سے زیادہ ذلیل ہے۔ حاسد کو بے گناہ پر غصہ آتا ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ احسان، زبان کو بند کردیتا ہے۔ سب سے بڑی غریبی حماقت ہے۔ اور سب سے بڑی دولت عقل ہے۔ لالچی ذلت کے بندھن میں رہتا ہے۔ یہ بات قابل تعجب نہیں کہ کون ہلاک ہوا اور کیسے ہلاک ہوا۔۔ بلکہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ کون بچا اور کیسے بچا۔ اونٹوں کے بھگانے سے بچو۔ کیونکہ بھاگے ہوئے واپس نہیں ہوتے۔ لالچ کی چمک تلے عقل اکثر مار کھا جاتی ہے۔ دشمن پر قابو حاصل ہو جائے تو اس پر قابو پا جانے کے شکریہ میں اُسے معاف کردے۔ جو چیز کسی نے اپنے دل میں چھپائی ہوتی ہے وہ اس کی زبان اور چہرے سے معلوم ہو جاتی ہے۔ بخیل جلد غریب ہو جاتا ہے اور وہ دنیا میں غریبوں کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور آخرت میں اس کا حساب مالداروں کا سا ہوگا۔ عقلمند کی زبان اس کے دل کے پیچھے اور بے وقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ علم کمینے کو بلند مرتبہ کردیتا ہے۔ اور جہل بلند مرتبہ کو نیچے گرا دیتا ہے۔ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت

کرتا ہے۔علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ بے حرمتی کرنے والے عالم اور جاہل عبادت گزار نے میری کمر توڑ دی ہے۔ یہ فتوے دیتا ہے اور لوگوں کو اپنی بے حرمتی سے متنفر کرتا ہے اور وہ اپنی عبادت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔لوگوں میں سب سے کم قیمت آدمی وہ ہے جو ان میں کم علم ہے۔ کیونکہ ہر آدمی کی قیمت اس چیز سے ہے جو اُسے اچھا بنائے۔اس انوکھے اسلوب پر آپ کا کلام بے شمار ہے مگر میں نے اسے طوالت کے خوف سے نظر انداز کر دیا ہے۔

اسی طرح آپ کے کلمات میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں میں اس طرح رہو جیسے پرندوں میں شہد کی مکھی رہتی ہے۔ تمام پرندے اُسے کمزور کہتے ہیں۔ اگر پرندوں کو اس کے پیٹ کی برکت کا علم ہوتا تو وہ اس سے ایسا نہ کہتے۔اپنے جسموں اور زبانوں سے لوگوں میں گھل مل جاؤ اور اپنے قلوب اور اعمال سے ان سے الگ ہو جاؤ۔ کیونکہ آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ کرتا ہے اور قیامت کے روز وہ اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔عمل سے زیادہ قبولیتِ عمل کے لئے اہتمام کرو۔اس لئے کہ تقویٰ کے ساتھ عمل میں ہرگز کمی واقع نہ ہوگی۔اور مقبول عمل کیسے کم ہو سکتا ہے؟

اے عاملین! قرآن پر عمل کرو۔ کیونکہ عالم وہ ہے جو علم کے مطابق عمل کرے اور اس کے علم و عمل میں مطابقت ہو۔عنقریب کچھ عاملین علم ہوں گے کہ علم ان کے گلے سے آگے نہیں گزرے گا۔ان کا باطن ان کے ظاہر کے اور ان کا عمل ان

بے علم کے مخالف ہوگا۔ وہ حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔
یہاں تک کہ ایک آدمی اپنے ہم نشین پر اس لئے ناراض ہوگا کہ وہ اُسے چھوڑ کر
دوسرے کے پاس بیٹھا ہے۔ ان لوگوں کے مجلسی اعمال اللہ تعالی کے ہاں قبولیت
نہیں پاتے۔ صرف اپنے گناہ سے ڈرو اور اپنے رب سے امید رکھو۔ جسے علم نہیں وہ
علم حاصل کرنے میں شرم محسوس نہ کرے اور جب صاحب علم سے ایسی بات پوچھی
جائے جس کا اُسے علم نہیں تو وہ اللہ اعلم کہنے سے شرم محسوس نہ کرے۔ صبر ایمان کا
حصہ ہے اور اس کا مقام ایسا ہے جیسے جسم میں سر کا مقام ہے۔

کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس نہ کرے اور نہ انہیں
معصیت الٰہی میں رخصت دے اور نہ انہیں عذاب الٰہی سے مامون کر دے۔ اور نہ
قرآن پاک کو بے رغبتی سے چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی طرف رغبت کرے۔ اس
عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ علم نہیں۔ اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں
جس کے ساتھ فہم نہیں۔ اس قرآت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ غور و فکر
نہیں۔ جو شخص لوگوں سے انصاف کا خواہاں ہے تو جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے
وہی ان کے لئے پسند کرے۔

سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں۔ سخت غصہ، سخت چھینک، سخت
جمائی، قے، نکسیر، سرگوشی اور ذکر الٰہی کے وقت نیند کا آنا۔

توفیق بہترین قائد ہے۔ اور حسن اخلاق بہترین دوست ہے۔ عقل بہترین ساتھی ہے۔ ادب بہترین میراث ہے۔ خود پسندی سے زیادہ کوئی وحشت نہیں۔ آپ سے تقدیر کے متعلق دریافت کیا گیا فرمایا یہ ایک تاریک راستہ ہے۔ اس پر نہ چل۔ گہرا سمندر ہے، اس میں داخل نہ ہو۔ ایک الٰہی راز ہے جو تجھ سے مخفی ہے۔ اس لئے اے سائل اسے افشا نہ کر۔ خدا نے جس طرح چاہا تجھے پیدا کیا یا جیسے تو نے چاہا؟ اس نے جواب دیا بلکہ جس طرح خدا نے چاہا۔ فرمایا وہ جس طرح چاہے گا تجھ سے کام لے گا۔ آپ نے فرمایا مصائب کے لئے انجام بھی ہے۔ جب کوئی مبتلائے مصیبت ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس کے انجام تک پہنچے۔

آپ سے سخاوت کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا جو سخاوت سوال کے نتیجہ میں ہو وہ حیاء اور عزت بچانے کے لئے ہوتی ہے۔ آپ کے ایک دشمن نے آپ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا تو فرمایا میں ایسا نہیں جیسا تو کہہ رہا ہے۔ بلکہ جو کچھ تیرے دل میں ہے، میں اس سے بھی بڑھ کر ہوں۔ فرمایا معصیت کی جزا، عبادت میں کمزوری، رزق میں تنگی اور لذت میں بے لطفی ہے۔ پوچھا گیا لذت کی بے لطفی کیا ہے؟ فرمایا انسان کو جائز خواہش کے پورا کرنے میں بھی بے لطفی ہو جاتی ہے۔ آپ کے ایک دشمن نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ثبات بخشے۔ فرمایا تیرے سینے پر۔ جب آپ کو ابن ملجم نے تلوار ماری تو حضرت حسنؑ آپ کے پاس

روتے ہوئے آئے- فرمایا اے میرے بیٹے مجھ سے چار اور چار باتیں یاد کرلو- حضرت حسنؑ نے عرض کیا- میرے ابا وہ کون سی باتیں ہیں- فرمایا سب سے بڑی مالداری عقل ہے اور سب سے بڑی غریبی حماقت ہے اور سب سے بڑی وحشت تکبر ہے- اور سب سے بڑی سخاوت حسن اخلاق ہے-

عرض کیا دوسری چار باتیں کون سی ہیں؟ فرمایا

اول:- بیوقوف کی صحبت سے اجتناب کر کیونکہ وہ نفع کے ارادے سے تجھے نقصان پہنچادے گا-

دوم:- جھوٹے کی دوستی سے بچ کیونکہ وہ دور والوں کو تیرے قریب اور قریبیوں کو تجھ سے دور کردے گا-

سوم:- بخیل کی دوستی سے بچ- کیونکہ جس وقت تجھے اس کی بڑی ضرورت ہوگی وہ تجھے بے یارومددگار چھوڑ دے گا-

چہارم:- فاجر کی دوستی سے بچ کیونکہ وہ تجھے حقیر چیز کے بدلے میں بیچ دے گا-

ایک یہودی نے آپ سے کہا ہمارا رب کب سے ہے؟ تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا- اور فرمایا نہ وہ مکان ہے، نہ کہیں پایا جاتا ہے- اور وہ بغیر کیفیت کے ہے- نہ اس کا آغاز ہے نہ انتہا- تمام غایات اس کے ورے ہی ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ہر غایت کی غایت ہے- یہ بات سن کر یہودی مسلمان ہوگیا-

واقدی نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس چار درہم تھے۔جن کے علاوہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔آپ نے ایک درہم رات کو، ایک دن کو، ایک پوشیدہ طور پر اور ایک اعلانیہ طور پر خیرات کر دیا۔تو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(ترجمہ) جو لوگ اپنے مالوں کو رات اور دن پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔ ان کا اجر رب کے پاس ہے۔نہ انہیں کسی کا خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔

حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا میرے سامنے حضرت علیؑ کے اوصاف بیان کرو۔اس نے کہا مجھے معاف رکھئے۔حضرت معاویہ نے کہا میں تجھ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔اس نے کہا خدا کی قسم وہ بہت دور تک جانے والے شدید القویٰ، فیصلہ کن بات کرنے والے، انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹتا تھا۔اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی۔وہ دنیا اور اس کی چکا چوند سے نفرت اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔بہت رونے والے اور بہت سوچنے والے تھے۔ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر سخت ہوتا تھا۔وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے۔جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے۔جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے اور خدا کی قسم ہم سے اس قدر قریب رہنے کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم ان سے بات نہ کر سکتے تھے۔وہ

دینداروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو قریب کرتے - طاقتور اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا - اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مقامات پر جب رات چھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو انہیں اپنی داڑھی کو پکڑے، ڈسے ہوئے انسان کی طرح بے قرار اور غمگین کی طرح روتے دیکھا - اور وہ کہتے اے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے - کیا تو میری طرف دیکھ رہی ہے؟ تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائنہ طلاقیں دے دی ہیں - جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا - تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت قلیل ہے - آہ قلتِ زاد، درازیٔ سفر اور راستے کی وحشت، حضرت معاویہ یہ باتیں سن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے - خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے -

آپ کے بھائی عقیل نے آپ کو اس لئے چھوڑ دیا کہ آپ ہر روز انہیں اتنے جو دیتے جو صرف ان کے عیال کو کفایت کرتے - آپ کے بھائی نے پانی میں بھگوئی ہوئی کھجوروں کی خواہش کی تو آپ ہر روز ان کو کچھ زیادہ دینے لگے - یہاں تک کہ ان کے پاس اتنے جو جمع ہو گئے کہ اس سے انہوں نے گھی اور کھجوریں خریدیں - اور کھانا تیار کر کے حضرت علیؑ کو دعوت دی - آپ جب تشریف لائے تو اس کھانے کے بارے پوچھا انہوں نے تمام قصہ بہ سنایا تو آپ نے فرمایا کیا اس کے علیحدہ کر لینے کے بعد وہ کھانا تمہارے لئے کافی ہوتا تھا - انہوں نے جواب دیا

ہاں۔ تو آپ نے کھانے کی وہ مقدار بند کر کے کم کر دی جو وہ ہر روز علیحدہ کر لیا کرتے تھے۔ میرے لئے جائز نہیں کہ میں آپ کو اس سے زیادہ دوں۔ تو وہ ناراض ہو گئے۔ تو آپ نے لوہا گرم کر کے ان کے رخسار کے قریب کیا اور ان کی غفلت کی حالت میں انہیں داغ دیا۔ اور فرمایا تو اس سے گھبراتا ہے اور مجھے جہنم کی آگ کے لئے پیش کرتا ہے۔ انہوں نے کہا میں اس کے پاس جاؤں گا جو مجھے سونا دے گا۔ اور کھجوریں کھلائے گا اور وہ حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے۔

ایک دن حضرت معاویہ نے کہا اگر وہ یہ نہ جانتا ہوتا کہ میں اس کے بھائی سے بہتر ہوں، تو وہ ہمارے پاس نہ ٹھہرتا۔ اور نہ اُسے چھوڑتا۔ تو عقیل نے انہیں جواب دیا۔ میرے دین کے لئے میرا بھائی بہتر ہے اور تو میری دنیا کے لئے بہتر ہے۔ میں نے اپنی دنیا کو ترجیح دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عقیل نے حضرت علیؓ سے کہا کہ میں محتاج اور فقیر ہوں مجھے کچھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا صبر کرو جب تیرا حصہ مسلمانوں کے ساتھ نکلے گا تو میں تجھے ان کے ساتھ دوں گا۔ عقیل نے اصرار کیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بازار والوں کی دکانوں پر لے جاؤ اور اسے کہو کہ ان دکانوں کے قفل توڑ کر جو ان میں ہے لے جاؤ۔ عقیل نے کہا آپ مجھے چور بنانا

چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ تم مجھے چور بنانا چاہتے ہو کہ میں مسلمانوں کے اموال لے کر تمہیں دے دوں۔ عقیل نے کہا میں حضرت معاویہ کے پاس چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا یہ تیرا اور اس کا معاملہ ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ کے پاس آ کر سوال کیا۔ حضرت معاویہ نے انہیں ایک لاکھ روپے دے کر کہا منبر پر چڑھ کر بتاؤ کہ علی نے تمہیں کیا دیا اور میں نے آپ کو کیا دیا؟ عقیل نے منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد کہا میں نے علیؑ کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے اپنے دین کو پسند کیا اور میں نے معاویہ کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے مجھے اپنے دین پر پسند کر لیا۔ حضرت معاویہ نے خالد بن معمر سے کہا۔ تو نے ہم کو چھوڑ کر حضرت علیؑ کو کیوں پسند کیا ہے۔ اس نے جواب دیا تین باتوں کی وجہ سے، (الف) جب وہ غصے میں ہوتا ہے تو اس کے حلم کی وجہ سے (ب) جب وہ بات کرتا ہے تو اس کے صدق کی وجہ سے (ج) جب وہ فیصلہ کرتا ہے تو اس کے عدل کی وجہ سے۔ جب آپ کے پاس معاویہ کی فخریہ باتیں پہنچیں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا اس کی طرف لکھو پھر اُسے ذیل کے اشعار لکھوائے۔

محمد ﷺ جو اللہ کے نبی ہیں میرے بھائی اور خسر ہیں۔ اور سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا ہیں۔ اور جعفر طیار جو صبح وشام فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں، میری ماں کے بیٹے ہیں۔ اور محمد ﷺ کی بیٹی میری بیوی اور میری

سکنیت ہے۔۔جس کا گوشت پوست میرے گوشت اور خون سے ملا ہوا ہے۔اور احمد کی اولاد میرے دو بیٹے اس بیوی سے ہیں۔تم میں کون ہے۔جو میری طرح ہو؟ میں تم سب سے سابق الاسلام ہوں اور میں جوانی کو پہنچنے سے قبل ہی جوان تھا۔

بیہقی کہتے ہیں ہر آدمی کو چاہیے کہ ان اشعار کو یاد کرے تا کہ اسلام میں آپ کے مفاخر کو معلوم کر سکے۔حضرت علیؑ کے فضائل ومناقب بیشمار ہیں۔

امام شافعی نے فرمایا لوگ مجھے کہتے ہیں تو رافضی ہو گیا ہے۔میں نے کہا ہر گز نہیں۔رفض تو میرا دین واعتقاد ہی نہیں لیکن میں نے بلاشبہ بہترین امام اور ہادی سے دوستی کی ہے۔اگر علیؑ سے محبت کرنا رفض ہے تو میں تمام لوگوں سے بڑا رافضی ہوں۔

پھر فرمایا اے سوار منیٰ میں محصب پر ٹھہر جا اور خیف کے ساکن کو آواز دے۔ جب حاجی صبح کے وقت موجیں مارتے ہوئے فرات کی طرح منیٰ کی طرف جاتے ہیں۔اگر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے کا نام رفض ہے تو جن وانس اس بات کے گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی نے یہ اشعار اس وقت کہے جب خوارج نے حسد اور سرکشی سے انہیں رافضی کہا۔اس قسم کے اور اشعار بھی آپ نے کہے ہیں۔

مزنی کہتے ہیں آپ اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اگر آپ اس کے متعلق کچھ شعر کہتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا

تو نے ہمیشہ ہی اہلبیت کی محبت کو پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ میں بھی سائلین کو جواب دینے میں گونگا ہوگیا۔ میں باوجود صفائے محبت کے اپنی محبت کو پوشیدہ رکھتا ہوں تاکہ تو چغل خوروں کی باتوں سے محفوظ رہے اور میں بھی۔

فصل پنجم

آپ کی وفات

جب حضرت معاویہ اور حضرت علیؓ کے درمیان نزاع طول پکڑ گیا تو تین خارجی عبدالرحمن بن ملجم المرادی، برک اور عمرو التیمین نے مکہ میں اکٹھے ہوکر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علیؓ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کرکے لوگوں کو

ان سے نجات دلائیں گے- ابن ملجم نے حضرت علیؓ، برک نے حضرت معاویہ اور عمرو نے حضرت عمرو بن العاص کو قتل کرنے کی ٹھانی اور یہ بھی طے پایا کہ ان کا قتل گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو ہو- پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شکار کے ٹھکانے کی طرف چل پڑا- ابن ملجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی ساتھیوں سے ملا اور انہیں اپنے ارادے سے بالکل مطلع نہ کیا، شبیب بن عجرۃ الاشجعی وغیرہ نے اس سے موافقت کی-

جب 17 رمضان 40ھ کو جمعہ کی رات تھی- حضرت علیؓ سحری کے وقت بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت حسنؓ سے فرمایا میں نے آج شب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا ہے کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی تو آپ نے مجھے فرمایا ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ مجھے ان کے بدلے میں وہ آدمی دے جو میرے لئے بہتر ہوں- اور انہیں میرے بدلے میں وہ آدمی دے جو ان کے لئے برا ہو- پھر آپ کی طرف بطخیں چلاتی ہوئی آئیں- تو لوگوں نے انہیں دھتکار دیا- آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو- یہ تو نوحہ کرنے والی ہیں- اسی اثناء میں موذن نے آکر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے- تو آپ دروازے سے آواز دیتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو! نماز کا وقت ہو گیا ہے- شبیب نے آپ پر تلوار سے وار کیا جو دروازے پر جا لگا- پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ کی

پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا اور ابن ملجم بھاگ گیا۔

شبیب جب گھر آیا تو بنی امیہ کے ایک آدمی نے آ کر اُسے قتل کر دیا اور ابن ملجم کو ہر طرف سے لوگوں نے گھیر لیا اور ہمدان کے ایک آدمی نے اس کے قریب ہو کر اس پر چادر پھینکی اور اسے نیچے گرا دیا اور اس سے تلوار چھین کر حضرت علیؓ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ جان کے بدلے جان۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے اسی طرح قتل کرنا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے۔ اور اگر میں جانبر ہو گیا تو اس کے معاملے میں غور کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ زخموں کا قصاص ہوتا ہے۔ اُسے پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ حضرت علیؓ جمعہ اور ہفتہ زندہ رہے اور اتوار کی رات کو وفات پا گئے۔ آپ کو حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا اور حضرت محمد بن الحنفیہ پانی ڈالتے جاتے تھے۔ آپ کو قمیص کے بغیر تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ حضرت حسن نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں اور شب کو کوفہ کے دار الامارت میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ یا قبری میں، اس جگہ کی آج کل زیارت کی جاتی ہے یا آپ کے گھر اور جامع الاعظم کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔ پھر ابن ملجم کو اطراف سے قطع کیا گیا اور وسیع مکان میں رکھ کر جلا دیا گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت حسنؓ نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا پھر اس

کی نعش کو ام الہیثم بنت الاسود النخعیۃ نے جلا دیا۔ جس رمضان میں حضرت علی قتل ہوئے اس میں آپ ایک رات حضرت حسنؑ کے پاس، ایک رات حضرت حسینؑ کے پاس اور ایک رات حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس روزہ افطار کرتے اور تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے اور فرماتے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے خالی پیٹ ملوں۔

جس رات کی صبح کو آپ قتل ہوئے۔ اس رات اکثر باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھتے اور کہتے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی میں جھٹلایا گیا ہوں۔ یہی وہ رات ہے جس کا مجھے وعدہ دیا گیا۔ اور جب سحری کے وقت آپ باہر نکلے تو ابن ملجم نے آپ کو موعود ضرب لگائی۔ جیسا کہ ہم احادیث فضائل میں بیان کر آئے ہیں۔ اور حضرت علیؑ کی قبر کو خوارج کے کھود لینے کے خوف سے پوشیدہ کر دیا گیا۔

شریک کہتے ہیں کہ آپ کے بیٹے حضرت حسنؑ انہیں مدینہ لے گئے ہیں۔

(نوٹ) ائمہ اہلبیت کی روایت کے مطابق آپ کو نجف (عراق) کے ٹیلے پر دفن کیا گیا۔ (اصول کافی)

قتل کے وقت آپ 63 سال کے تھے۔ بعض لوگ آپ کی عمر 64 بعض 65 بعض 57 اور بعض 58 سال بتاتے ہیں۔

ایک دفعہ کوفہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ سے اس آیت رجال صدقوا ما عاھدو اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اسی آیت کا میرے چچا حمزہ اور میرے چچازاد عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ نے جنگ اُحد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا کر دیا ہے۔ باقی رہا میں تو میں اس بد بخت کے انتظار میں ہوں جو میرے سر اور داڑھی کو رنگ دے گا۔ اس کا میرے حبیب ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد کیا ہے۔ جب آپ کو چوٹ لگی تو آپ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلا کر فرمایا میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا خواہ تمہیں چاہے تم دنیا کو بالکل نہ چاہنا اور جو دنیاوی چیز تمہیں نہ ملے اس پر گریہ نہ کرنا۔ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، کمزور کی مدد کرنا، آخرت کے لئے کام کرنا، ظالم سے مقابلہ کرنا، مظلوم کا مددگار رہنا۔ خدا کی رضامندی کے لئے کام کرنا اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا تو نے اس وصیت کو یاد کر لیا ہے جو میں نے تیرے دونوں بھائیوں کو

کی ہے۔انہوں نے جواب دیاہاں۔فرمایا میں تمہیں بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔اور یہ وصیت بھی کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کی عزت کرنا کیونکہ ان کا تجھ پر بڑا حق ہے اور ان کے بغیر کسی معاملہ کو طے نہ کرنا۔پھر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے فرمایا میں تمہیں اس کے متعلق وصیت کرتا ہوں یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔اس کے بعد آپ لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ نہ کہہ سکے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

روایت ہے کہ ابن ملجم آپ کے پاس سواری طلب کرتا ہوا آیا۔آپ نے اسے سواری دے کر یہ شعر پڑھا۔

میں اس کی زندگی کا اور وہ میرے قتل کا خواہاں ہے۔تجھے تیرے دوست کے معاملہ میں جو مراد قبیلہ سے ہے۔کون معذور سمجھے۔پھر فرمایا قسم بخدا یہ میرا قاتل ہے۔کہا گیا آپ اسے قتل کیوں نہیں کردیتے۔فرمایا پھر مجھے کون قتل کرے گا؟

مستدرک میں السدی سے بیان کیا گیا ہے کہ ابن ملجم خوارج کی ایک عورت پر عاشق تھا جس کا نام قطام تھا۔اس نے اس سے نکاح کیا اور تین ہزار درہم اور حضرت علیؓ کا قتل مہر میں دیا۔اس کے متعلق فرزدق کہتا ہے میں نے قطام کے مہر کی طرح کسی عربی اور عجمی سخی کو واضح مہر دیتے نہیں دیکھا۔تین ہزار درہم ایک غلام اور ایک لونڈی اور حضرت علیؓ کو کاٹنے والی تلوار کی ایک ضرب۔اگرچہ کوئی مہر

کتنا ہی گراں ہو مگر وہ حضرت علیؑ کے مہر سے گراں نہیں اور کوئی حملہ خواہ کتنا ہی اچانک ہو ابن ملجم کے حملہ کی طرح نہیں ہو سکتا۔

ان اشعار کا تذکرہ نسائی نے کتاب خصائص علیؑ میں اور ابو عبداللہ النزاری نے اپنی تاریخ "الانوار العلویۃ" میں کیا ہے۔

باب دہم

اس باب میں حضرت حسنؑ کی خلافت، فضائل، کمالات اور کرامت کا بیان ہوگا۔ اس کی کئی فصلیں ہیں۔

فصل اول

آپ کی خلافت کے بیان میں

(۱) بزار اور بیہقی نے الاعتقاد میں بیان کیا ہے جیسا کہ محمد صدیق حسن خان نے "حضرات التجلی" میں رسول کریم ﷺ کے غلام سفینہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ خلافت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت آجائے گی۔ اسے اصحاب سنن نے بیان کیا ہے۔ اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ مجھے سفینہ نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے دامن سے وابستہ رہ کر یہ تیس سال بنتے ہیں۔ اور سیوطی نے کہا ہے کہ ان تیس سالوں میں خلفائے اربعہ اور حضرت حسنؓ کا زمانہ خلافت بھی شامل ہے۔ آپ چھ ماہ اور چند دن تک تخت خلافت پر رونق افروز رہے۔ پھر 41 ھ میں مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے خلافت سے دستبردار ہو گئے۔

باپ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بیعت سے آپ خلیفہ بنے اور چھ ماہ اور چند دن تک خلیفہ رہے۔ آپ خلیفہ برحق اور امام عادل وصادق ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا ہے اور وہ میرا حق ہے اس کا نہیں۔ حضرت معاویہ سے صلح اور خلافت سے دستبرداری کے خط میں بھی یہی ہے۔ ان چھ ماہ کے بعد آپ حضرت معاویہ کے مقابلہ پر آئے۔ جب حضرت حسنؓ نے دونوں لشکروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے کی اکثریت کو ختم نہ کر دے۔ آپ نے حضرت معاویہ کو

اطلاعاً لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت
تمہارے پاس ہوگی۔ آپ مدینہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں
کریں گے۔ سوائے اس کے جو وہ میرے باپ کے زمانہ میں دیتے تھے۔ اور آپ
میرا قرض ادا کریں گے۔ حضرت معاویہ نے دس باتوں کے سوا آپ کے مطالبات
کو منظور کر لیا۔ آپ مسلسل ان سے گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ
نے آپ کے پاس سفید کاغذ بھیج دیا۔ اور کہا آپ جو چاہیں اس پر لکھ دیں۔ میں اس
کی پابندی کروں گا۔ جیسا کہ کتب سیرت میں لکھا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت حسنؓ
پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ کے مقابلے پر نکلے تو حضرت عمرو بن
العاص نے حضرت معاویہ سے کہا میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے مدمقابل
کو مارے بغیر واپس نہ جائیں گے۔ حضرت معاویہ نے کہا خدا کی قسم عمرو بہترین
آدمی ہے۔ اگر یہ لوگ اُن کو اور وہ اِن کو ماردیں تو مسلمانوں کے امور ان کی عورتوں
اور ان کی جلد گروں کے معاملات کو نپٹانے میں میرا مددگار کون ہوگا۔ حضرت معاویہؓ
نے قریش میں سے بنو عبد شمس کے دو آدمی عبدالرحمٰن بن سمرۃ اور عبدالرحمٰن بن عامر کو
حضرت حسن کی طرف بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر عرض کرو اور ان سے پوچھو کہ
وہ کیا چاہتے ہیں۔ ان دونوں نے آپ کے پاس آ کر پوچھا کہ آپ کا مطالبہ کیا

ہے- انہوں نے کہا حضرت معاویہ آپ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں- آپ نے فرمایا اس معاملہ میں میرا ضامن کون ہوگا- انہوں نے کہا ہم اس معاملہ میں آپ کے ضامن ہیں- پھر آپ نے جو بات دریافت کی- انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں- تو آپ نے حضرت معاویہ سے صلح کرلی-

ان واقعات میں یوں بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت معاویہ نے پہلے آپ کو پیغام بھیجا ہو پھر حضرت حسنؓ نے ان کی طرف مذکورہ مطالبات لکھ بھیجے ہوں اور جب دونوں کی مصالحت ہوگئی ہو تو حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہ کو یہ خط لکھا ہو-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق حسن بن علیؓ اور معاویہ بن ابی سفیان نے مصالحت کی ہے- یہ مصالحت اس بات پر ہوئی ہے کہ حسنؓ معاویہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر دیں گے کہ وہ کتاب اللہ سنت رسولؐ کے مطابق عمل پیرا ہوں گے- اور معاویہ کو اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلافت دے جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کے مشورے سے طے ہوگا- اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور خدا کی زمین میں جہاں بھی ہوں گے امن میں ہوں گے

اور اصحاب علیؑ اور آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور اولاد کے بارے میں محفوظ ہوں گے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو خدا تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی کرنا ہوگا کہ وہ حسن بن علیؑ اور ان کے بھائی حسینؑ اور اہل بیت رسول ﷺ میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ طور پر تباہی نہیں چاہیں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ خوفزدہ کریں گے۔ میں فلاں بن فلاں اس پر گواہی دیتا ہوں وکفی باللہ شہیدا۔ جب صلح طے پا گئی تو حضرت معاویہ نے حضرت حسنؑ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر کریں اور انہیں بتائیں کہ میں نے معاویہ کو حکومت سپرد کر دی ہے۔ تو آپ نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے منبر پر چڑھ کر حمد وثنا الٰہی اور رسول کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا۔

لوگو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق وفجور ہے پھر فرمایا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے نانا کے ذریعے ہدایت دی۔ ضلالت سے بچایا۔ جہالت سے نجات دی۔ ذلت کے بعد عزت دی اور قلت کے بعد تم کو کثرت بخشی۔ معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا تھا۔ اور وہ میرا حق ہے۔ اس کا حق نہیں۔ اور آپ لوگوں نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے۔ اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے۔ میں نے اصلاح امت اور فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر معاویہ سے

مصالحت کو پسند کیا ہے۔ اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو
میرے اور ان کے درمیان برپا ہے اور میں خونریزی کی نسبت خون کی حفاظت کو بہتر
خیال کرتا ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ صلح تمہارے لئے فتنہ اور ایک وقت
تک فائدے کا موجب بن جائے مگر میں نے صرف آپ کی اصلاح اور بقاء چاہی
ہے۔ اور جس بات سے اس صلح پر آپ کا شرح صدر ہوا وہ حضرت حسنؓ کے حق میں
حضور علیہ السلام کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ
میرا یہ سردار بیٹا ہے، جس کے ذریعے اللہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں عنقریب
صلح کروائے گا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور الدولابی نے بیان کیا ہے۔ کہ
حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ اگرچہ تمام عرب میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے صلح
کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے جنگ کرتا وہ جنگ کرتے مگر میں نے حکومت کو خدا
کی رضامندی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا۔ آپ ربیع الاول
41 ھ میں حکومت سے دستبردار ہوئے۔ آپ کے ساتھی آپ سے کہتے اے
مومنین کی عار، آپ فرماتے عار نار سے بہتر ہے۔ ایک آدمی نے آپ سے کہا اے
مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام۔ آپ نے فرمایا میں مومنین کو ذلیل کرنے
والا نہیں، لیکن میں نے بادشاہی کی خاطر تم سے لڑنا پسند نہیں کیا۔ پھر آپ کوفہ سے
مدینہ تشریف لے گئے اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔

فصل دوم
امام حسنؓ کے فضائل

۱۔ شیخین نے البراء سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسنؓ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور فرمارہے ہیں۔ اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

۲۔ بخاری نے ابوبکرؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا کہ میرا یہ سردار بیٹا ہے۔ اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرادے اس وقت حضرت حسنؓ حضورؐ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسنؓ کی طرف۔

۳۔ بخاری نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

۴۔ ترمذی اور حاکم نے ابی سعید حذری سے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۵۔ ترمذی نے حضرت اسامتہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ آپ کی دونوں رانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت رکھ۔

۶۔ ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا آپ کو اہل بیتؓ میں سے کون زیادہ محبوب ہے فرمایا حسنؓ اور حسینؓ۔

۷۔ حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ

حسنؓ کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے تو آپ کو ایک آدمی ملا اس نے کہا، اے نوجوان تو کیا ہی اچھی سواری پر سوار ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا سوار بھی کیا اچھا ہے۔

۸۔ ابن سعد نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے اہل میں سے حضرت حسنؓ سب سے زیادہ آپ کے مشابہ اور آپ کو محبوب تھے۔ میں نے حضرت حسنؓ کو آتے دیکھا اور حضور علیہ السلام سجدہ میں تھے۔ آپ حضور علیہ السلام کی گردن یا پشت پر سوار ہو گئے۔ اور اپنی مرضی سے ہی اُترے اور میں نے آپ کو حالت رکوع میں دیکھا کہ آپ اپنی ٹانگوں کو کھلا کر دیتے تا کہ حضرت حسنؓ دوسری جانب نکل جائیں۔

(ا) بخاری نے حضرت انس سے حضرت حسینؓ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ انہی سے ابن سیرین سے بھی روایت ہے کہ حسن سے زیادہ رسول کریم ﷺ کے مشابہ کوئی نہ تھا۔ ترمذی نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضور کے بعد اور پہلے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ ان روایات میں حافظ نے یوں تطبیق دی ہے۔ کہ ابن سیرین کا قول حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد حضرت حسینؓ کے متعلق ہے۔ یا دونوں بعض اعضا میں بہت مشابہت رکھتے تھے۔

۹۔ ابن سعد نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ حضرت حسنؓ کے لئے اپنی زبان کو باہر نکالتے اور جب بچہ زبان کی سرخی کو دیکھتا تو اس کی طرف ہمکتا۔

۱۰۔ حاکم نے زہیر بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؓ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو انہیں گھٹنے پر بٹھائے دیکھا اور آپ فرما رہے تھے جو مجھ سے محبت رکھتا ہے اُسے اس سے بھی محبت رکھنی چاہئے اور حاضر کو چاہئے کہ اس بات کو اس تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں اور اگر حضرت نبی کریم ﷺ کی عزت کا سوال نہ ہوتا تو میں اسے کسی کے سامنے بیان نہ کرتا۔

جیسے کہ حضرت علی نے بتایا ہے کہ حسنؓ سر اور سینے کے درمیان سے رسول کریم ﷺ سے بہت مشابہ ہیں۔ حضرت علیؓ نے تمام اعضا میں مکمل مشابہت کی نفی کی ہے۔ لوگوں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ مشابہ کا ذکر کیا ہے اور وہ دس تک پہنچے ہیں جنہیں حافظ نے الفتح میں نظم کیا ہے۔

۱۱۔ ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو بکرؓ سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام ہمیں نماز پڑھا رہے ہوتے اور حضرت حسنؓ کی عمر اس وقت چھوٹی تھی آپ آ کر سجدہ کی حالت میں کبھی حضور کی پشت پر اور کبھی گردن پر بیٹھ جاتے، حضور علیہ السلام آہستگی

سے ان کو ہٹاتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ اس بچے کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا یہ میری خوشبو ہے۔ اور میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اور میرے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا۔

۱۲۔ شیخین نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ میں حسنؓ سے محبت رکھتا ہوں۔ اور جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور ایک روایت میں ہے اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھ۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد مجھے حسنؓ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی ایک حدیث میں حافظ سلفی کے نزدیک یہ الفاظ ہیں کہ جب بھی میں نے حضرت حسنؓ کو دیکھا میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور یہ اس لئے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ باہر نکلے اور میں مسجد میں تھا۔ آپ نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھ سے ٹیک لگالی۔ یہاں تک کہ ہم بنو قینقاع کے بازار میں آ گئے۔ آپ نے بازار دیکھا پھر واپس آ گئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں آ بیٹھے۔ پھر فرمایا میرے بیٹے کو بلاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت حسنؓ دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ آپ کی گود میں گر گئے۔ پھر حضور علیہ

السلام ان کا منہ کھول کر اپنا منہ ان کے منہ میں داخل کر کے فرمانے لگے اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں اور جو اس سے محبت رکھتا ہے اس سے تو بھی محبت رکھ۔ آپ نے یہ الفاظ تین بار فرمائے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ جو مجھ سے، حسنؑ اور حسینؑ سے اور ان کے ماں باپ سے محبت رکھتا ہے وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حافظ سلفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور معیت سے مراد مقام کی معیت نہیں بلکہ رفع حجاب کی جہت سے معیت مراد ہے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔

فاؤلئک مع الذین انعم الله علیهم من النبین و الصدیقین و الشهداء و الصالحین وحسن اولئک رفیقا.

فصل سوم

آپ کے بعض کارنامے

آپ سید، کریم، حلیم، زاہد، پر سکون، باوقار، صاحب حشمت اور قابل تعریف سخی تھے۔اس کی تفصیل ابھی بیان ہوئی۔

ابو نعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؑ نے فرمایا کہ مجھے اپنے رب سے اس حال میں ملتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اس کے گھر کی طرف پیدل نہ چلا ہوں۔چنانچہ آپ بیس سال بیت اللہ کی طرف چل کر آتے رہے۔

حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؑ نے 25 حج پا پیادہ کیے ہیں اور اونٹنیاں آپ کے سامنے کھینچ کر لائی جاتیں۔

ابو نعیم نے بیان کی اہے کہ آپ نے اپنے مال سے سال میں دو مرتبہ زکوۃ نکالی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے مال کو تین مرتبہ تقسیم کیا۔یہاں تک کہ آپ ایک جوتا عطا کرتے اور دوسرا روک لیتے اور ایک موزہ دیتے اور دوسرا پاس رکھتے۔ایک آدمی کے متعلق آپ نے سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگتا ہے۔آپ نے اُسے دس ہزار درہم بھیج دیئے۔ایک آدمی جو پہلے مالدار تھا۔اپنی غربت اور بدحالی کا شکوہ کرتے ہوئے آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا تیرے سوال کا حق یہ ہے جس سے میری معلومات میں اضافہ ہو کہ تجھے کیا دینا چاہئے۔اور وہ دینا میرے لئے دشوار ہے۔اور میرا ہاتھ تیری اہلیت کے مطابق دینے سے عاجز ہے اور راہِ خدا میں مال کثیر کا دینا بھی قلیل ہی ہے۔اور جو میرے پاس ہے وہ تیرے شکر کے مطابق پورا

ہے۔ اور اگر تو تھوڑا قبول کرے اور مجھ سے جلسے کے اہتمام کی تکلیف دور کر دے تو
تُو نے جو کیا ہے میں اس میں تکلف نہیں کروں گا۔ اس نے کہا اے فرزندِ دخترِ
رسول ﷺ میں قلیل کو قبول کرلوں گا۔ اور عطیہ پر شکریہ ادا کروں گا۔ اور میں روکنے پر
معذور خیال کروں گا۔ حضرت حسنؓ نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس سے حساب کیا اور
فرمایا مجھے زائد رقم دو۔ اس نے پچاس ہزار درہم دیئے۔ آپ نے فرمایا آپ کے
پاس جو پانچ سو دینار تھے ان کا تو نے کیا کیا۔ اس نے کہا وہ میرے پاس ہیں۔ فرمایا
لاؤ۔ جب وہ لایا تو آپ نے وہ دینار اور پچاس ہزار درہم اس آدمی کو دیئے اور
معذرت بھی کی۔

ایک بڑھیا نے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ کی
ضیافت کی۔ آپ نے اُسے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار بکریاں دیں اور حضرت
حسینؓ نے بھی اسے اسی قدر دیا۔ اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے دو ہزار دینار اور دو
ہزار بکریاں دیں۔

بزار نے حضرت حسنؓ سے بیان کیا ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو ایک
آدمی نے نماز کی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا تو
آپ نے خطبہ میں فرمایا۔ اے اہل عراق ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار
کرو۔ ہم آپ کے امیر اور مہمان بھی ہیں۔ اور ہم وہ اہلبیت ہیں جن کے متعلق اللہ

تعالیٰ نے فرمایا ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ۔ آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام اہل مسجد رو پڑے۔

ابن سعد نے عمیر بن اسحاق سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار کے سوا کبھی آپ کے منہ سے فحش بات نہیں سنی۔ آپ کے اور عمرو بن عثمان بن عفان کے درمیان کسی زمین کے متعلق کوئی جھگڑا تھا تو آپ نے کہا اس کا ہمارے پاس وہ کچھ ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا۔ یہ وہ سخت کلمہ ہے جو میں نے آپ سے سنا۔ مروان نے آپ کی طرف ایلچی بھیجا جو آپ کو گالیاں دیتا تھا۔ وہ مدینہ کا عامل تھا اور ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا تھا۔ حضرت حسنؓ نے اس کے ایلچی سے کہا۔ اس کو جا کر کہہ خدا کی قسم میں تجھ کو گالیاں دے کر ان سے کوئی بات مٹانا نہیں چاہتا جو تو نے کہی ہے۔ اللہ کے ہاں تیرے اور میرے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے سچ کی تجھے جزا دے گا۔ اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا بھی ہے۔

آپ کی موت کا سبب یہ ہے کہ آپ کی بیوی جعدۃ دختر اشعث بن قیس الکندی کو یزید نے آپ کو زہر دینے کے لئے خفیہ طور پر بھجوایا۔ یزید نے آپ کی شادی اس سے کروائی اور اس کے لئے ایک لاکھ روپے خرچ کیا۔ اور اس نے آپ کو

زہر دے دیا۔ آپ چالیس روز تک بیمار رہے۔ جب آپ فوت ہو گئے تو اس نے یزید کو وعدہ پورا کرنے کے متعلق پوچھا۔ اس نے جواب دیا ہم نے تو حسنؓ کے لئے بھی تجھے پسند نہیں کیا۔ تجھے اپنے لئے کیسے پسند کر سکتے ہیں۔ کئی متقدمین نے جیسے قتادہ اور ابو بکر بن حفص نے اور متاخرین میں سے زین العراقی نے مقدمہ شرح التقریب میں آپ کو شہید قرار دیا ہے۔ آپ کی وفات ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں ہوئی ہے۔ ایک جماعت کے قول کے مطابق اکثریت کے نزدیک آپ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ واقدی نے ۴۹ھ کے سوا سب کو غلط قرار دیا ہے۔ خصوصاً جنہوں نے آپ کی وفات ۵۶ھ اور ۵۹ھ میں قرار دی ہے۔

آپ کے بھائی نے بہت کوشش کی کہ آپ کو زہر دینے والے کا پتہ چلے مگر کسی نے آپ کو نہ بتایا۔ آپ نے کہا جس کے متعلق مجھے گمان ہے اگر وہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے شدید انتقام لے گا اور اگر وہ نہیں تو میری وجہ سے اُسے نہ مارا جائے اور اللہ ہر چیز سے پاک ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اے میرے بھائی میری وفات کا وقت آ گیا ہے۔ اور میں جلد آپ سے جدا ہو جاؤں گا اور اپنے رب سے جا ملوں گا۔ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی ہے۔ میں اس سے اللہ کے ہاں لڑوں گا۔ تجھے میرے حق کی قسم ہے اس معاملہ میں کوئی بات نہ

۴۰

کرنا اور جب میں اپنا حصہ پورا کرلوں تو مجھے قمیص پہنانا، غسل دینا، کفن دینا اور مجھے میری چارپائی پر اٹھا کر میرے نانا کی قبر پر لے جانا۔ میں ان سے تجدید عہد کروں گا پھر مجھے میری دادی فاطمہ بنت اسد کی قبر پر لے جانا اور وہاں دفن کر دینا۔ اور میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں میرے معاملہ میں کسی کا خون نہ بہانا۔

ایک روایت میں ہے کہ اے میرے بھائی مجھے تین بار زہر دیا گیا ہے۔ مگر اس طرح کا زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا۔ حضرت حسینؓ نے پوچھا آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ فرمایا کیا تیرے اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ تو اُن سے جنگ کرے مگر میں ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس روایت کو ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے مگر اس طرح کا زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا۔ اس نے میرے جگر کے ٹکڑے اڑا دیئے ہیں۔ گویا میں اُسے لکڑی پر الٹ پلٹ رہا ہوں۔ حضرت حسینؓ نے آپ سے کہا بھائی جان آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ فرمایا تیرا اس سے کیا مقصد ہے کیا تو اُسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت حسینؓ نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا جس کے متعلق میرا گمان ہے اگر وہ آدمی ہے تو اللہ سخت انتقام لینے والا ہے اور اگر کوئی دوسرا آدمی ہے تو میری خاطر کسی بے گناہ کو نہ مارا جائے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان: **قل ھو اللہ احد** لکھا ہوا ہے۔ تو آپ اور آپ کے اہل بیت خوش

ہو گئے۔ انہوں نے یہ بات ابن المسیب کو بتائی تو انہوں نے کہا اگر میں اس رویاء کی تصدیق کروں تو آپ کی زندگی کم ہی باقی رہ گئی ہے اور چند روز کے بعد آپ کی وفات ہوگئی۔

باب یازدہم

اس باب میں اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا بیان ہوگا، اس کی کئی فصلیں ہیں

سب سے پہلے ہم اس کی اصل کو بیان کرتے ہیں۔ صحیح ترین روایت کے مطابق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال کے آخر میں حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کی جبکہ حضرت فاطمہؓ کی عمر ساڑھے پندرہ سال اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی آپ نے ایک دفعہ ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت فاطمہؓ کی شدتِ غیرت کے خوف سے آپ کو منع کردیا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے۔ اور احمد نے بھی ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ، حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے پیغام کے لئے حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس آئے آپ خاموش رہے اور دونوں کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دونوں حضرت علیؓ کے پاس انہیں مشورہ دیتے ہوئے آئے کہ تم اس رشتہ کو طلب کرو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اس معاملہ کے لئے چوکس کردیا تو میں اپنی چادر گھسیٹتا ہوا حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے فاطمہؓ سے بیاہ دیں آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے کہا میرا گھوڑا اور زرہ ہے فرمایا گھوڑے کے بغیر تمہارا چارہ نہیں۔ البتہ اپنی زرہ بیچ دو۔ میں نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں فروخت کردیا اور انہیں حضور علیہ السلام کے پاس لے آیا۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں رکھا اور ان سے کچھ درہم لے کر حضرت بلال سے فرمایا ہمارے واسطے خوشبو خرید لاؤ۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہؓ کے لئے جہیز تیار کریں۔ آپ نے ان کے لئے ایک بُنی ہوئی چارپائی اور چمڑے کا ایک تکیہ بنایا جس کے اندر چھال بھری ہوئی تھی۔ اور حضرت علیؓ سے فرمایا۔ جب حضرت فاطمہؓ آپ کے پاس آئیں تو میرے آنے تک ان سے کوئی بات نہ کرنا۔ آپ ام ایمن کے ساتھ تشریف لائیں اور گھر کے

ایک کونے میں بیٹھ گئیں اور میں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ رسول کریم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا۔

ترجمہ۔ اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو مردود شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں

پھر فرمایا میری طرف پیٹھ کرو۔ آپ نے پیٹھ آپ کی طرف کی تو آپ نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پانی ڈالا۔ پھر اسی طرح حضرت علیؓ سے کیا۔ اور فرمایا اللہ کے نام اور برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

حضرت انس کی ایک دوسری روایت میں ہے جو ابوالخیر القزوینی الحاکمی نے بیان کی ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد پیغام دیا تو آپ نے فرمایا میرے رب نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں پھر مجھے کئی دن کے بعد حضرت نبی کریم ﷺ نے بلا کر فرمایا۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عبدالرحمٰنؓ اور کچھ انصار کو بلا لاؤ جب سب جمع ہو کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے حضرت علیؓ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا سب تعریفیں قابل تعریف خدا کے لئے ہیں۔ جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل پرستش اور اپنی قدرت کی وجہ سے قابل اطاعت ہے۔ اس کا غلبہ اس کے عذاب سے بھی قابل خوف ہے۔ اس کی سطوت کا حکم اس کے آسمان وزمین میں نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور اپنے احکام سے انہیں امتیاز بخشا ہے اور اپنے دین سے انہیں اعزاز بخشا ہے۔ اور

اپنے نبی محمد ﷺ کے ذریعہ انہیں عزت دی ہے۔ اللہ کا نام یقیناً برکت والا ہے اور اس کی عظمت بلند ہے۔ اس نے مصاحبت کو سبب لاحق اور امر مفترض قرار دیا ہے۔ جس سے اُس نے رحموں میں الفت پیدا کی ہے اور انہیں ایک دوسرے سے مخلط اور پیوست بنایا ہے۔ اور لوگوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا ہے اور اُسے نسب اور دامادی والا بنایا ہے۔ اور تیرا رب قدرت والا ہے۔

اور اللہ کا حکم اس کی قضا کی طرف اور اس کی قضا اس کی قدرت کی طرف چلتی ہے۔ ہر قضا کی ایک قدر ہوتی ہے۔ اور ہر قدر کی ایک مدت ہوتی ہے اور ہر مدت کی ایک کتاب ہوتی ہے۔

(ترجمہ) اللہ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے قائم رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ سے بیاہ دوں۔ پس گواہ رہو اگر علیؓ راضی ہو تو میں نے اُسے چار سو مثقال چاندی میں حضرت فاطمہؓ سے بیاہ دیا ہے۔ پھر آپ نے کھجوروں کا ایک تھال منگوایا اور فرمایا ہوشیار ہو جاؤ ہم ہوشیار ہو گئے۔ تو حضرت علیؓ آ گئے تو حضور علیہ السلام مسکرائے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ فاطمہؓ کو تجھ سے چار سو مثقال چاندی پر

بیادہ دوں۔ کیا تو اس پر راضی ہے حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ میں اس پر راضی ہوں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم دونوں میں اتفاق پیدا کرے اور تمہارے نصیبے کو بڑا کرے اور تمہیں برکت دے اور تم دونوں سے بہت سی طیب اولاد پیدا کرے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے بہت طیب اولاد پیدا کی۔

تنبیہ:

بظاہر یہ قصہ فوری ایجاب وقبول کی شرط کے لحاظ سے ہمارے مذہب سے موافقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہمارے ہاں "میں راضی ہوں" کی بجائے نکاح یا تزویج کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے قبولیت یا عدم قبولیت کا معاملہ حضرت علیؓ پر چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ حال کا واقعہ ہے۔ جس میں احتمال پایا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کو جب نکاح کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً اُسے قبول کرلیا۔ ہمارے نزدیک جس کی شادی غائب ہونے کی حالت میں ایجاب صحیح کے ساتھ ہو جیسا کہ اس جگہ ہوا ہے اور اُسے اطلاع مل جائے اور وہ فوراً کہہ دے کہ میں نے اس کے نکاح کو قبول کیا تو وہ نکاح درست ہوگا۔ آپ کا یہ قول کہ اگر وہ اس سے راضی ہو یہ تعلیق حقیقی نہیں کیونکہ یہ معاملہ خاوند کی رضامندی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگرچہ اس

کا ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا ذکر واقع کی تصریح ہے۔ بعض شافعیہ نے جنہیں فقہ میں رسوخ حاصل نہیں۔ اس جگہ نامناسب کلام کیا ہے۔ جس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

فصل اول

اہل بیت کے متعلق قرآنی آیات

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما کر تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے تاکہ ضمیر عنکم سے اور جو اس کے مابعد ہے اُس کی تذکیر کی جائے۔

احمد نے ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم ﷺ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے متعلق۔ ابن جریر نے اسے مرفوعاً ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم ﷺ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ کے متعلق۔ طبرانی نے بھی اسے ایسے ہی بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے کہا ہے کہ آپ نے ان سب حضرات کو اپنی چادر میں داخل کیا اور اس آیت کو پڑھا اور صحیح روایت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سب حضرات پر اپنی چادر ڈالی اور کہا اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک رکھ۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا تُو تو بھلائی پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تطہیر کے بعد فرمایا جو ان سے جنگ کرے گا۔ میں ان سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں ان سے صلح کروں گا۔ اور جو ان سے دشمنی کرے گا میں ان کا دشمن ہوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان پر چادر ڈال کر ان پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے اللہ یہ لوگ آل محمد ﷺ ہیں پس تو اپنی صلوٰۃ و برکات آل محمد ﷺ پر نازل فرما۔ یقیناً تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں چادر میں لپیٹ لیا۔ اور پھر وہ بات کہی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ آئے اور اکٹھے ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر دونوں روایتوں کو صحیح قرار دیا جائے تو اس آیت کے نزول پر اس واقعہ کو دو دفعہ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

آ بت میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا۔

پھر یہ آیت اہلِ بیت نبوی کے فضائل کا منبع ہے۔ کیونکہ ان میں ان کے روشن کارناموں اور بلند شان کا ذکر ہے۔ اس کی ابتدا انما کے لفظ سے ہوئی ہے۔ جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ ان سے اس ناپاکی کو دور رکھے۔ جو ایمانیات میں گناہ اور شک کا موجب ہوتی ہے۔ اور انہیں دیگر اخلاق واحوال مذمومہ سے پاک رکھے گا۔ اور عنقریب بعض طرق میں ان کا آگ پر حرام ہونا بھی بیان ہوگا۔ اور یہ اس تطہیر کا فائدہ ہے جس کی غایت، انابت الی اللہ کا الہام اور اعمال صالحہ پر مداوت اختیار کرنا ہے۔ اور جب ملوکیت کے باعث ان سے ظاہری خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یہ خاتمہ حضرت حسنؓ پر ہوا۔ تو انہیں اس کے عوض باطنی خلافت عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر زمانے میں

قطب الاولیاء انہی میں سے ہوتا ہے۔ اور ان کی تطہیر سے مراد زکوٰۃ کا ان پر حرام قرار دینا ہے۔ بلکہ امام مالک کے قول کے مطابق نفلی صدقہ بھی ان پر حرام ہے۔ کہ یہ لوگوں کی میل ہونے کے ساتھ لینے والے کی ذلت اور دینے والے کی عزت بھی ہے۔ اس کے عوض انہیں خمس دیا گیا ہے۔ یعنی فئے اور غنیمت کا خمس جو لینے والے کی عزت اور دینے والے کی ذلت کا آئینہ دار ہے۔ بعض متاخرین نے اس کی مخالفت کی ہے اور اس امر پر بحث کی ہے کہ نذر، نفل کی طرح ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے نفل کی حرمت کا بھی اشارہ کیا ہے۔ خواہ وہ عمومی رنگ کا ہو یا واضح طور پر بے قیمت ہو۔ ماوردی نے مساجد میں ان کے نماز پڑھنے اور زمزم اور بئر رومہ سے ان کے پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے اور امام شافعی نے ان کے لئے نفل کی حلت کو حضرت امام باقرؓ کے قول سے اخذ کیا ہے۔ جب حضرت امام باقرؓ پر مکہ اور مدینہ کی ندیوں سے پانی پینے پر عتاب کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہم پر فرض صدقہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام باقرؓ ایسا آدمی اپنے خصائص کی وجہ سے اپنی طرف سے بات نہیں کہتا۔ پس یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ حضرت امام باقرؓ جلیل القدر تابعی ہیں۔

اور آیت کو تطہیر کے مبالغہ پر ختم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ وہ طہارت کے اعلیٰ مقام پر پہنچیں گے اور اس سے آگے بھی بڑھ جائیں گے۔ پھر اس کی تنوین،

تعظیم، تکثیر اور اعجاب مفید کے لئے ہے کہ یہ طہارت متعارف جنس سے نہیں۔ پھر آیت میں جو کچھ طلب کیا گیا ہے اُسے حضور علیہ السلام نے اپنے قول میں دہرایا ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور خود اپنے آپ کو بھی ان میں شمار کیا ہے۔ تاکہ آپ کی سلک میں منسلک ہونے کی وجہ سے ان پر دوبارہ برکت نازل ہو۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ جبریل اور میکائیل کو بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شامل کیا ہے۔ کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر ہیں۔ نیز آپ نے ان پر صلوٰۃ کی تاکید ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اے اللہ تو آل پر صلوٰۃ و برکات نازل فرما۔ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ہے کہ میں ان سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کروں گا۔ اس کا بیان بھی پہلے گزر چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا جس نے میرے قرابت داروں کو اذیت دی۔ اُس نے مجھے اذیت دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

ایک روایت میں ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مجھ سے محبت کئے بغیر مجھ پر ایمان نہیں لا سکتا اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرے اور ان کو

اپنی جان کا مقام نہ دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے تمسک کرو گے ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔ اسی طرح آپ نے مباہلہ کے واقعہ میں اس آیت **قل تعالو اندع ابناء نا و ابناء کم الایۃ** میں انہیں شامل کیا۔ آپ حضرت حسنؓ کو گود میں اٹھائے حضرت حسینؓ کا ہاتھ پکڑے چلے۔ حضرت فاطمہؓ آپ کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھیں اور حضرت علیؓ ان کے پیچھے تھے۔ آپ اس کیفیت میں مباہلہ میں آئے یہ لوگ چادر مباہلہ والے ہیں اور آیت مباہلہ میں یہی لوگ مراد ہیں۔ جیسے کہ اس آیت میں سب مراد ہیں۔ **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت** ۔ پس اس آیت میں اہلبیت سے مراد یا جو بھی ان کی فضیلت کے بارے میں یا آل یا قرابت داروں کی فضیلت میں بیان ہوا ہے۔ یہ سب لوگ آپ کی آل ہیں۔

(ا) سخاوی نے القول البدیع میں علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ جس صیغہ میں تشہد میں حضرت نبی کریم ﷺ پر صلوۃ پڑھی جاتی ہے اس میں آل سے کیا مراد ہے۔ فرماتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ جمہور نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور شافعی کا بیان ہے۔ کہ احمد کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد آپ کے اہلبیت ہیں۔

اور یہ حدیث کہ ہر مومن متقی میری آل ہے، ضعیف ہے اگر یہ روایت صحیح ہوتو اس کی تائید کی جاتی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الله وملائکته یصلون علیٰ النبی یاایها الذین امنوا صلوا علیه وسلمو تسلیما۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضرت نبی کوہم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے مومنو! تم بھی ان پر درود اور اچھی طرح سلام بھیجو۔

کعب بن عجرہ سے صحیح روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپ کو سلام کیسے کرنا چاہئے۔ ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں؟ تو آپ نے فرمایا تم کہا کرو! اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الی آخرہ۔ پس نزول آیت کے بعد ان کا سوال کرنا اور ان کا جواب دینا کہ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الی آخرہ۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت میں صلوۃ کا حکم آپ کے اہلبیت اور بقیہ آل کے لئے ہے۔ اگر یہ مفہوم مراد نہ ہوتا تو وہ اہلبیت اور آپ کی آل پر صلوۃ کے بارے میں نزول آیت کے بعد دریافت نہ کرتے اور نہ انہیں ایسا جواب ملتا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ جب انہیں جواب دیا گیا تو پتہ چلا کہ جو احکام دیئے گئے ہیں ان میں ان پر صلوۃ پڑھنے کا بھی حکم ہے اور حضور علیہ السلام

نے ان کو اس بات میں اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ کیونکہ آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا مقصد آپ کی مزید تعظیم کرنا ہے۔ اس سے ان کی (آل محمدؑ کی) تعظیم بھی ہوگی اور ایک دفعہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ آپ نے چادر میں انہیں داخل کیا تو کہا اے اللہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے۔ پس تُو اپنی صلوٰۃ، رحمت، مغفرت اور رضامندی مجھے اور انہیں عطا فرما اور اس دعا کی استجابت کا قضیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ساتھ ان پر بھی صلوٰۃ بھیجی اور اس وقت مومنین سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ ان پر صلوٰۃ بھیجا کریں۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر صلوٰۃ بتراء (دم کٹی) نہ بھیجا کرو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلوٰۃ بتراء کیا ہے۔ فرمایا تم کہتے ہو اللھم صل علی محمد اور رُک جاتے ہو۔ بلکہ تم کہا کرو **اللھم صل علی محمد و علی آل محمد۔**

صحابہ نے پوچھا ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا علم ہے۔ اس میں ان کا اشارہ تشہد میں آپ پر سلام بھیجنے سے ہے۔ جیسا کہ بیہقی وغیرہ نے کہا ہے اور اس کا پتہ مسلم کی حدیث سے لگتا ہے۔ مگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے تو ہم نے تمنا کی کہ ہم آپ سے یہ بات نہ پوچھتے۔ پھر آپ نے فرمایا کہا کرو۔ اللھم صل علی محمد آل محمد الحدیث اور اس کے آخر میں آپ نے السلام کا لفظ بھی بڑھایا ہے۔ جیسا کہ تمہیں

معلوم ہے اور اسے تعلیم سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ انہیں اسی طرح تشہد سکھاتے۔ جیسے کوئی سورت سکھائی جاتی ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ آپ پر سلام پڑھنا تو ہمیں معلوم ہے۔ ہم آپ پر نماز میں صلوٰۃ کیسے پڑھا کریں جو اللہ نے آپ پر پڑھی ہے تو حضور علیہ السلام خاموش ہوگئے۔ یہاں تک کہ ہم نے چاہا کہ کاش اس آدمی نے آپ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا پھر آپ نے فرمایا جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو کہا کرو۔ اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد الحدیث۔ یہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ ابن اسحٰق متفرد ہے اور مسلم نے اسے متابعات میں بیان کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ائمہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ یہ صرف مدلس ہے اور تدلیس کی علت تحدیث کی تصریح سے زائد ہوگئی ہے۔ جس سے واضح ہوگیا کہ یہ آیت میں امر وارد کے مخرج بیان سے خارج ہے اور آپ کے اس قول کے موافق ہے کہ کہو یہ امر کا صیغہ ہے۔ جو وجوب کے لئے آتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود سے جو صحیح روایت نماز میں تشہد کے متعلق آئی ہے کہ پھر وہ حضرت نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے۔ پھر اپنے لئے دعا کرے۔ یہ ترتیب آپ کی اپنی طرف سے نہیں ہوسکتی۔ پس یہ مرفوع حکم میں ہوگی اور ابن مسعود سے ہی ایک صحیح روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے سنا کہ اس نے نہ ہی خدا تعالیٰ کی تمجید کی اور نہ ہی رسول کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھی۔ آپ نے فرمایا اس آدمی نے

جلدی سے کام لیا ہے۔ پھر اُسے بلایا اور اُسے یا کسی اور کو فرمایا جب تم میں سے کوئی
نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے آغاز کرے۔ پھر حضرت نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ
پڑھے پھر جو چاہے دعا کرے اور حمد وثنا الٰہی کی ابتدا کا مقام تشہد کا جلوس ہے اس تمام
بیان سے حضرت امام شافعی کے قول کی وضاحت ہوگئی کہ تشہد میں حضرت نبی کریم
ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ جب آپ کو علم ہوگیا کہ حضور علیہ السلام سے صحیح
روایت ہے کہ تشہد میں صلوٰۃ پڑھنے کا امر وجوبی ہے۔ اور ابن مسعود سے صحیح روایت
میں اس کے محل کی تعین بھی ہے جو تشہد اور دعا کے درمیان ہے اور اس کے وجوب
کے متعلق امام شافعی نے جو کہا ہے وہ سنت اور اصولیوں کے قواعد کی صراحت کے
مطابق ہے۔ اور اس پر بہت سی صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جنہیں شرح، الرشاد
اور الحباب میں حضرت امام شافعی کو بُرا کہنے والوں کے واضح رد کے ساتھ
بالاستیعاب بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعی اس میں اکیلے
نہیں بلکہ ان سے پہلے یہی بات صحابہ کی ایک جماعت نے بھی کہی ہے (کہ آل محمدؐ
پر درود پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی)۔ جس میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر،
حضرت جابر اور ابو مسعود البدری وغیرہ شامل ہیں۔ اور تابعین میں سے شعبی
اور (امام) باقر، اسحاق بن راہویہ اور احمد۔ بلکہ امام مالک کا ایک قول بھی امام شافعی
کے موافق ہے۔ جسے صحابہ کی ایک جماعت نے ترجیح دی ہے۔ شیخ الاسلام، خاتمۃ

الحفاظ ابن حجر نے کہا ہے کہ میں نے صحابہ اور تابعین میں سے کسی کی روایت عدم وجوب کے بارے میں نہیں دیکھی ۔ سوائے اس کے جو ابراہیم النخعی سے اس کے بیان سمیت نقل کیا گیا ہے۔ کہ اس کے سوا سب وجوب کے قائل ہیں۔ پس یہ خیال کہ امام شافعی اکیلے ہیں اور انہوں نے مختلف شہروں کے فقہا سے اختلاف کیا ہے، محض ایک جھوٹا دعویٰ ہے۔ جس کی طرف نہ التفات کیا جا سکتا ہے اور نہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اور ابن القیم نے کہا ہے کہ تشہد میں صلوٰۃ کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔ اختلاف صرف وجوب اور استحباب میں ہے۔ جن لوگوں نے سلف کے عمل کے مطابق اس کے واجب نہ ہونے سے تمسک کیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اسے اپنی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ اگر ان کے عمل سے مراد اعتقاد لیا جائے تو ان سے عدم وجوب کی نقل صریح کی ضرورت ہوگی اور ایسی نقل کہاں موجود ہے۔ اور عیاض نے جو کہا ہے کہ جن لوگوں نے امام شافعی کو بُرا کہا ہے۔ اس کا کوئی مفہوم نہیں۔ اس میں کونسی برائی ہے کیونکہ انہوں نے اس میں نہ نص کی مخالفت کی ہے نہ اجماع کی اور نہ ہی مصلحت راجحہ کی۔ بلکہ یہ قول تو ان کے مذہب کے محاسن میں سے ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

جب میرے محاسن ہی جن پر مجھے ناز ہے گناہ بن گئے ہیں تو مجھے بتاؤ میں کیسے معذرت کروں۔

نووی نے علماء سے نقل کیا ہے کہ وہ صرف حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ یا صرف سلام پڑھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ ایک حافظ حدیث نے کہا ہے کہ میں حدیث کو لکھتے ہوئے فقط صلوٰۃ لکھا کرتا تھا۔ میں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا آپ کی کتاب میں صلوٰۃ مکمل نہیں۔ اس کے بعد میں صلیت علیہ السلام کی تعلیم کی کیفیت سے یہ حجت نہیں پکڑی جاسکتی ہے کہ تشہد میں سلام کو پہلے بیان کیا ہے۔ پس اس میں افراد نہیں ہوسکتا۔ صلوٰۃ وسلام کا اکٹھا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔ جو جانور پر سوار ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ طبرانی نے ''الدعا'' میں مرفوعا بیان کیا ہے۔ ایسے ہی دوسروں نے بھی بیان کیا ہے۔ اسے بعض جگہ صرف اختصار کے طور پر حذف کیا گیا ہے۔ یہی صورت آل کے لفظ کی حذف کی ہے۔ (۱)

• دیلمی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تک حضور علیہ السلام اور اہلبیت پر درود نہ پڑھا جائے، دعا قبولیت سے رُکی رہتی ہے۔ اللھم صل علی محمد وآلہ اور سابقہ احادیث میں آخری تشہد میں وجوب صلوٰۃ کا جو قضیہ بیان ہوا ہے۔ جیسا کہ شافعی نے کہا ہے۔ وہ الروضۃ کی عبارت سے پیدا ہونے والے وہم کے خلاف ہے اور آپ کے بعض اصحاب نے اسے ترجیح دی ہے۔ اور بیہقی کا بھی یہی خیال ہے۔ اور جس نے عدم وجوب پر اجماع کا ادعاء کیا ہے، اُسے سہو ہوا

ہے۔ لیکن بقیہ اصحاب کا خیال یہ ہے کہ متعدد واقعات کی وجہ سے روایات میں اختلاف ہے اور جس پر طرق نے اتفاق کیا ہے۔ انہوں نے اسے ہی واجب قرار دیا ہو۔ اور وہ ہے آپ پر صلوٰۃ پڑھنا اور جو زائد ہے وہ اکمل کی قبیل سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بعض طرق آپ کے قول کما صلیت علی ابراھیم کے سقوط کی وجہ سے اس کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے۔ حضرت امام شافعی نے دو شعروں میں فرمایا ہے۔ (کہ آل محمدؐ اگر تم پر درود نہ پڑھا جائے تو نماز نہیں ہوتی)

اے رسول اللہ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے۔ تمہارے عظیم القدر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر صلوٰۃ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ لا صلوٰۃ لہ صحیح ہو جو آل پر وجوب صلوٰۃ سے متعلق آپ کے قول کے موافق ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ صلوٰۃ نہ پڑھنے والے کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ پس دونوں میں سے جو واضح قول ہے اس سے موافقت کر لو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سلام علی ال یاسین سلام ہو ال یاسین پر۔

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد آل محمدؐ پر سلام پڑھنا ہے۔ اور کلبی نے بھی یہی کہا ہے۔ اور علیہ میں حضور

علیہ السلام بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ یا بطریق نص داخل ہیں۔

فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے اہلبیت پانچ باتوں میں آپ سے مساوی ہیں۔ (۱) سلام میں جیسا کہ فرمایا السلام علیک ایھا النبی اور فرمایا سلام علی آل یاسین (۲) تشہد کی صلوٰۃ میں (۳) طہارت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ طٰہٰ یعنی اے طاہر اور دوسری جگہ فرماتا ہے ویطھرکم تطھیرا (۴) محبت میں فرمایا فاتبعونی یحببکم اللہ اور فرمایا (۵) لااسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی۔ (یعنی جسطرح آل خدا کی محبت واجب ہے اسطرح آل محمدؐ سے محبت کرنا واجب ہے)

۴۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وقفوھم انھم مسئولون (۵) اور انہیں کھڑا کرو یہ پوچھے جائیں گے

ویلمی نے حضرت ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ وقفوھم انھم مسئولون یعنی انہیں کھڑا کرو ان سے حضرت علیؑ کی ولایت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ گویا یہ الواحدی کی مراد ہے کیونکہ اس سے وقفوھم انھم مسئولون کے متعلق مروی ہے۔ کہ وہ حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ کی ولایت کے متعلق پوچھا جائیگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو بتادیں کہ وہ تبلیغ رسالت پر اقرباء کی محبت کے سوا کوئی اجر طلب نہ کریں گے۔ اور پوچھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ کیا انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی وصیت کے

مطابق حق موالات ادا کیا ہے یا اُسے ضائع کر دیا ہے اور اُسے ایک مہمل چیز خیال کیا ہے۔ اس کا ان سے مطالبہ ہوگا اور سزا ملے گی۔ اور "رسول کریم ﷺ کی وصیت کے مطابق" کے الفاظ میں ان احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس بارے میں آئی ہیں اور وہ بہت سی ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ فصل دوم میں ہوگا۔

ان میں سے ایک حدیث مسلم میں زید بن ارقم سے بیان ہوئی ہے کہ رسول کریم ﷺ ہم میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا الٰہی کے بعد فرمایا اے لوگو میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔ ممکن ہے میرے رب کا ایلچی میرے پاس آئے اور میں اُسے جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں ایک تو اللہ کی کتاب ہے۔ جس میں نور و ہدایت ہے۔ پس کتاب الٰہی سے تمسک کرو اور اُسے مضبوطی سے پکڑ لو اور آپ نے اس کے متعلق بڑی رغبت اور ترغیب دلائی پھر فرمایا دوسرے میرے اہلبیت ہیں یہ آپ نے تین بار فرمایا کہ میں تم کو اپنے اہلبیت کے متعلق اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ زید سے پوچھا گیا۔ آپ کے اہلبیت کون ہیں کیا آپ کی بیویاں اہلبیت میں سے نہیں؟ آپ نے فرمایا اہلبیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ پوچھا گیا وہ کون ہیں۔ فرمایا وہ آل علیؓ آل عقیل اور آل عباس ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے فرمایا ہاں۔

ترمذی نے حسن غریب روایت میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان سے تمسک کرو گے۔ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک چیز دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب، ایک ایسی الٰہی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے۔ اور میرے اہل بیت یہ دونوں میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھئے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین ثابت ہوتے ہو؟ احمد نے اپنی مسند میں اسی مفہوم کی حدیث بیان کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ قریب ہے مجھے بلایا جائے اور میں جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ کتاب اللہ جو اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی ہے۔ اور میرے اہل بیت اور مجھے لطیف وخبیر خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک جُدا نہ ہوں گے۔ دیکھتا ہوں کہ تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین بنتے ہو؟ اس کی سند میں کوئی حرج کی بات نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات حجتہ الوداع کے موقع پر فرمائی۔

ایک دوسری روایت میں بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے یعنی اللہ کی کتاب کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور اہلبیت کی مثال، باب حطتہ کی طرح ہے۔ (یعنی وہ دروازہ جس میں داخل ہونے پر گناہ معاف ہوتے

ہیں) جو اس میں داخل ہوگا، مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے غدیر خم کے موقع پر یہ بات فرمائی اور یہ جحفہ میں پانی کی جگہ ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں کہ میں تم کو اپنے اہلبیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ ہم نے زید سے کہا آپ کے اہلبیت میں آپ کی بیویاں بھی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایسے ہے جیسے زمانے میں عصر کا وقت۔ پھر وہ اُسے طلاق دے دیتا ہے۔ اور وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس آ جاتی ہے۔ آپ کے اہلبیت آپ کے وہ اہل اور عصبہ ہیں، جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ میں تم میں دو باتیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ کتاب اللہ اور میرے اہلبیت ہیں۔ طبرانی نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ میں نے آپ سے ان دونوں باتوں کے متعلق دریافت کیا۔ پس ان دونوں سے آگے نہ بڑھنا اور نہ ان کے بارے میں کوتاہی نہ کرنا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور تم انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

ایک روایت میں کتاب اللہ اور میری سنت کے الفاظ آتے ہیں اور یہی مراد ان احادیث سے ہے۔ جن میں صرف کتاب کا ذکر ہے کیونکہ سنت کتاب پر مبنی

ہے۔اس لئے کتاب کے ذکر نے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں رہنے دی۔ حاصل کلام یہ کہ کتاب اللہ، سنت اور اہلبیت میں سے ان دونوں کے علماء سے تمسک کرنے پر ترغیب دی گئی ہے اور ان تمام کے مجموعہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ یہ تین امور قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ اہلبیت سے تمسک کرنے والی حدیث بہت سے طرق سے آئی ہے۔ جو بیس سے زیادہ صحابیوں سے مروی ہے اور اس کے طرق کے متعلق گیارہویں شبہ میں تفصیلی طور پر بیان ہو چکا ہے۔ان میں سے بعض طرق میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے حجتہ الوداع میں عرفہ میں یہ بات فرمائی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات مدینہ میں اپنے مرض الموت میں فرمائی جب آپ کے اصحاب کو آپ کی جدائی کا بھرپور یقین ہو گیا۔اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے غدیر خم پر یہ بات فرمائی۔اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے طائف سے واپسی کے بعد خطبہ میں یہ بات فرمائی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ان روایات میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ آپ نے کتاب اللہ اور عترت طاہرہ کی عظمتِ شان کے مطابق اس بات کو بار بار ذکر فرمایا ہے۔

طبرانی نے ابن عمر سے ایک روایت کی ہے۔ جس میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری بات یہ فرمائی کہ میرے اہل بیت کے متعلق میرے

جانشین بننا اور طبرانی اور ابوالشیخ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی حفاظت نہیں کرے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سی ہیں۔ فرمایا حرمتہ الاسلام، میری حرمت اور میری قرابت کی حرمت، اور بخاری میں حضرت صدیق کا ایک قول ہے۔ اے لوگو حضور علیہ السلام کے اہلبیت کے متعلق محمد رسول اللہ کو دیکھو یعنی ان سے سلوک میں ان کا لحاظ رکھو اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔

ابن سعد نے اور الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے متعلق اچھی وصیت کرو۔ کیونکہ میں کل تم سے ان کے بارے میں جھگڑا کروں گا۔ اور جس کا میں مد مقابل ہوا اللہ اس سے جنگ کرے گا۔ اور جس سے اللہ جنگ کرے گا، وہ آگ میں داخل ہوگا۔ اور آپ نے فرمایا جس نے میرے اہلبیت کے بارے میں میرا لحاظ رکھا اس نے اللہ سے عہد لے لیا اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا میں اور میرے اہلبیت جنت کا ایک درخت ہیں۔ جس کی شاخیں دنیا میں ہیں۔ جو چاہے وہ اپنے رب کے پاس راستہ بنالے اور الملا نے ہر جانشین (ائمہ اہلبیت) کے متعلق حدیث بیان کی ہے۔ کہ میرے اہل بیت کے سب کے ساتھ وہ عدل کریں گے اور اس دین سے

گمراہوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب کردہ باتوں اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔ یاد رکھو تمہارے ائمہ خدا کے پاس تمہارے وفد ہیں۔ اچھی طرح غور کرو کہ تم کس کو وفد بنا کر بھیجتے ہو۔ اور احمد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ سب تعریف اس خدا کی ہے، جس نے اہلبیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور حضرت حسنؑ کی حدیث میں ہے آگاہ رہو کہ میرے اہلبیت اور انصار میرے اسرار و معارف کے ظرف ہیں۔ ان کے اچھے آدمی کو قبول کرو اور بُرے سے درگذر کرو۔

تنبیہ:

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن اور عترت کا نام لیا ہے۔ اور اہل، نسل اور قریبی تعلق داروں کو ثقلین کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ثقل ہر نفیس اور اہمیت والی اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں ایسی ہی چیزیں ہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک علوم لدنی اور اسرار اور شاندار حکمتوں اور احکام شرعیہ کی کان ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اقتدا، تمسک اور ان سے علوم سیکھنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اہلبیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام ثقلین ان کے حقوق کی رعایت کے وجوب کے بوجھ کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

پھر جن لوگوں کے متعلق ترغیب دلائی گئی ہے وہی کتاب وسنت کے عارف ہیں۔ کیونکہ وہ حوض کوثر تک کتاب کو نہ چھوڑیں گے۔ اور اس کی تائید گزشتہ

حدیث سے ہوتی ہے کہ تم انہیں نہ سکھاؤ۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔
اور اس وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے امتیاز رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ناپاکی
کو دور کر کے انہیں اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ اور روشن کرامات اور بے شمار خوبیوں
سے انہیں نوازا ہے۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ ہو چکا ہے اور عنقریب قریش کے
بارے میں وہ حدیث آئے گی کہ ان سے سیکھو کہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور
جب یہ عموم قریش کے لئے ثابت ہو گیا تو اہلبیت ان سے بدرجہ اولیٰ اس بات کے
اہل ہوئے کیونکہ وہ ان سے ایسی خصوصیات سے ممتاز ہیں۔ جن میں بقیہ قریش
شریک نہیں (۱) اور جن احادیث میں اہلبیت سے تمسک کی ترغیب دلائی گئی ہے ان
میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ قیامت تک ان میں سے کسی کے ساتھ
تمسک میں انقطاع نہیں کرنا۔ کیونکہ کتاب عزیز یہی کچھ بیان کرتی ہے۔ اس لحاظ
سے وہ اہل زمین کی امان ہیں۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ اور گزشتہ حدیث بھی اس
کی شہادت دیتی ہے کہ میری امت کے ہر باقی رہنے والے آدمی کے لئے میرے
اہلبیت میں سے عادل آدمی موجود رہیں گے۔ الیٰ آخرہ۔ پھر جو ان میں سے کسی
سے تمسک کرے ان کے امام اور عالم ہونے کے سب سے بڑے حق دار حضرت علی
رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہم اس سے پہلے ان کی وسعت علم اور استنباط کے دقائق کو بیان کر
آئے ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ عترت رسول ہیں۔ یعنی

ان لوگوں میں سے ہیں جن سے تمسک کرنے کے متعلق ترغیب دی گئی ہے۔ گویا آپ نے بھی ہمارے قول کے مطابق انہیں مخصوص کیا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی غدیر خم کے موقع پر آپ کو مخصوص فرمایا ہے اور گزشتہ حدیث میں ابھی جو حیبۃ اور کرش کے الفاظ آئے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان کے اسرار اور امانت کی جگہ اور ان کے نفیس معارف کی کان ہیں۔ کیونکہ عیبۃ اور کرش میں سے ہر ایک کے اندر یہ مفہوم مخفی ہے جس سے صلاح اور بہتری ہو۔ کیونکہ عیبۃ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں نفیس سامان محفوظ کیا جاتا ہے اور کرش غذا کے محفوظ کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جس سے نشو ونما اور بنیاد کا قوام بنتا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں الفاظ ان کے ظاہری اور باطنی امور سے مختص ہونے کی مثال ہیں۔ جبکہ کرش کا مظروف باطن اور عیبۃ ظاہر کی مثال ہے۔ بہرحال یہ ان کے متعلق وصیت اور مہربانی کرنے کی انتہا ہے۔

(۱) اہلبیت کے مفہوم کو چار الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔ آل، اہلبیت، ذوالقربیٰ اور عترت اور عترت سے انہیں عشیرہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ذریۃ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ الزرقانی علی المواہب میں ہے۔

امام شافعی نے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ وہ لوگ شر کو جانتے ہی نہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا   اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کر۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت جعفر صادقؑ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم وہ رسی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا اور آپ کے دادا حضرت زین العابدینؑ جب یہ آیت تلاوت کرتے یاایھاالذین امنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین۔ تو لمبی دعا کرتے جو صادقین کے درجہ اور درجات عالیہ کی طلب اور مصائب کے بیان اور ائمہ دین اور شجرہ نبویہ کو چھوڑنے والے بدعتیوں کی ان باتوں پر مشتمل ہوتی جو انہوں نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں۔ پھر فرماتے دوسرے لوگوں نے ہمارے معاملہ میں کوتاہی سے کام لیا ہے اور قرآن کی متشابہ آیات سے حجت پکڑی ہے اور اپنی آراء سے تاویل کی ہے اور حدیث میں جو چیز مسلم ہے اس پر انہوں نے اتہام لگایا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اس امت کے پیچھے کوئی کہاں تک دوڑتا رہے۔ اس ملت کے نشانات مٹ چکے ہیں اور امت نے اختلاف اور تفرقہ اختیار کر لیا ہے۔ اور لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاء هم البينات.

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے بنیات آنے کے بعد اختلاف اور تفرقہ

کیا۔

پس اہل کتاب اور ائمہ ہدیٰ سے جو تاریکی کے چراغ ہیں ابلاغ حجت اور تاویل حکم کے متعلق پختہ عہد لیا گیا ہے۔ اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت قرار دیا ہے۔ اور مخلوق کو یونہی بغیر حجت کے نہیں چھوڑا۔ کیا تم ان لوگوں کو شجرہ مبارکہ کی فروغ اور ان صاف باطن لوگوں کی اولاد کے بغیر کہیں پاتے ہو، جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ اور ان کو آفات سے بری کیا ہے۔ اور کتاب میں ان کی محبت کو فرض قرار دیا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ام یحسدون الناس علی ماآتاھم اللہ من فضلہ

کیا وہ لوگوں پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔

ابوالحسن المغازلی نے حضرت امام باقرؑ سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد خدا کی قسم ہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔

اللہ ایسا نہیں کہ انہیں تیری موجودگی میں عذاب نہ دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہلبیت میں ان معنوں کے پائے جانے کی طرف

اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم ﷺ کی طرح اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ اس تعلق میں بہت سی احادیث ہیں جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کی امان ہیں۔ اسے ایک جماعت نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ جب میرے اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔

احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان والے ختم ہو جائیں گے اور جب میرے اہلبیت ختم ہو جائیں گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے جسے حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے کہ ستارے اہل زمین کی غرق ہونے سے امان ہیں۔ اور میرے اہل بیت، میری امت کے اختلاف کی امان ہیں۔

جب عربوں میں سے کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کا گروہ بن جاتے ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے آئی ہے، جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ کہ میرے اہلبیت تم میں کشتی نوح کی طرح ہیں۔ جو اس پر سوار

ہوگا نجات پائے گا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو اس سے پیچھے رہے گا
غرق ہو جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہلاک ہو جائے گا کے الفاظ آئے ہیں۔ اور
میرے اہلبیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی مانند ہے جو اس میں
داخل ہوگا اللہ اُسے بخش دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے
جائیں گے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اہلبیت کے جن لوگوں کو امان قرار دیا گیا ہے اس
سے مراد ان کے علماء (ائمہؑ) ہیں۔ کیونکہ لوگ ان سے ستاروں کی طرح راہنمائی
حاصل کرتے ہیں اور جب یہ لوگ مفقود ہو جائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ
نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔ اور یہ نزول مہدیؑ کا وقت ہوگا۔ مہدیؑ
کی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان
کے زمانے میں دجال قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد پے در پے نشانات ظاہر ہوں
گے۔ بلکہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے
کے بعد لوگ سات سال ٹھہرے رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی
ہوا چلائے گا۔ جس سے سطح زمین پر ایسا کوئی آدمی باقی نہیں رہے گا۔ جس کے دل
میں رائی کے دانے کے برابر ایمان یا بھلائی ہوگی۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُسے موت دیدے
گا اور شریر لوگ پرندوں کی پوٹ اور درندوں کے پیٹوں میں باقی رہ جائیں گے۔ جو
نیکی سے ناآشنا اور برائی کو بُرا نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں

جو میرے نزدیک زیادہ واضح ہیں۔ کہ ان سے مراد سارے اہلبیت ہیں۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو حضرت نبی کریم ﷺ کی وجہ سے پیدا کیا ہے تو اس دنیا کو آپ اور آپ کے اہل بیت کی وجہ سے دوام بخشا ہے۔ کیونکہ اہلبیت آپ سے بعض چیزوں میں مساوی ہیں۔ جیسا کہ امام رازی کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور پھر اس لئے بھی کہ آپ نے ان کے حق میں فرمایا ہے اے اللہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ اور اس لئے بھی کہ وہ ایک واسطہ سے آپ کا ٹکڑا ہیں۔ کیونکہ ان کی ماں حضرت فاطمہ رسول کریم ﷺ کا ٹکڑا ہیں۔ پس امان میں یہ آپ کے قائم مقام ہیں۔ انتھی۔ ملخصاً اور ان کو کشتی سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص ان کو شرف بخشنے والے یعنی رسول کریم ﷺ کے احسان کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور ان کے علماء (ائمہ) سے ہدایت لے گا، وہ مخالفتوں کی ظلمت سے نجات پائے گا اور جو اس سے تخلف کرے گا وہ احسانات کی ناشکری کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور سرکشی کے جنگلات میں ہلاک ہوگا۔ ایک حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص رسول کریم ﷺ کی حرمت اور آپ کی قرابت کی حرمت اور حرمتِ اسلام کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا، اس کی دنیا و آخرت محفوظ نہیں رہے گی۔

یہ بھی آیا ہے کہ میرے اہلبیت حوضِ کوثر پر آئیں گے اور میری امت میں

جو شخص ان سے محبت کرے گا، وہ میری ان ملی ہوئی دو انگلیوں کی طرح میرے ساتھ ساتھ اکٹھا ہوگا۔ اس کی شہادت ایک دوسری حدیث سے ملتی ہے کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ اور باب حِطّہ کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے میں تواضع اور استغفار کے ساتھ داخلہ کو مغفرت کا سبب بتایا ہے۔ یہ دروازہ باب اریحاء یا بیت المقدس ہے۔ اور اس امت کے لئے اہلبیت کی محبت کو مغفرت کا سبب بنایا ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اھتدیٰ۔

اور میں توبہ کرنے والے، ایمان لانے والے اور عمل صالح بجالانے والے کو ضرور بخشنے والا ہوں۔ اور پھر ہدایت پانے والے کو۔

ثابت البنانی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اہل بیت کی طرف ہدایت پانے والے کو حضرت ابو جعفر الباقرؑ سے بھی یہی بیان آیا ہے۔ دیلمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام اس لئے فاطمہ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اور اس کے محبوں کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔ (۱)

(۱) یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے ہے ابن جوزی کہتے ہیں اس میں محمد بن ذکریا الغلابی ہے۔ جس نے اسے بنایا ہے۔ ابن عراق کہتے ہیں اسی طرح اس

میں بشر بن ابراہیم الانصاری بھی ہے۔اور حضرت علیؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فاطمہ نام کیوں رکھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی ذریت کو قیامت کے روز آگ سے چھڑا دیا ہے۔ اسے ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حسنین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھے ان دونوں اور ان کے ماں باپ کو محبوب رکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ یہ الفاظ ترمذی نے بیان کیے ہیں اور اسے حسن غریب کہا ہے۔"وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا" کا مفہوم یہ ہے کہ اس جگہ قرب وشہود کی معیت مراد ہے نہ کہ معیت مرتبی ومقامی۔

ابن سعد نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے بتایا کہ سب سے پہلے میں حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ جنت میں داخل ہوں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے محبوں کا کیا بنے گا؟ فرمایا وہ تمہارے پیچھے ہوں گے۔

طبرانی نے بسند بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ ایک دن بصرہ میں سونے چاندی سمیت تشریف لائے۔ فرمایا سفید اور زرد میرے غیر کو دھوکہ دے۔ اہل شام کل جب تم پر غالب آئیں گے تو دھوکہ دیں گے۔ آپ کی یہ بات لوگوں کو گراں

گذری اور انہوں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے لوگوں میں منادی کروائی جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا میرے خلیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علی تو اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا۔ اور تیرے شیعہ راضی اور پسندیدہ ہوں گے اور تیرے دشمن ان کے سامنے غضبناک ہو کر جکڑے ہوئے ہوں گے۔ پھر حضرت علیؓ نے ان کے جکڑے ہوئے ہونے کی کیفیت دکھانے کے لئے اپنا ہاتھ گردن پر رکھا۔ (آپ کے شیعہ اہل سنت ہیں کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق ان سے محبت رکھتے ہیں) اور آپ کے شیعوں رضی اللہ عنہم کے لئے دو اجر ہیں۔ اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ ایک گروہ کے پاس سے گزرے اور وہ جلدی آپ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے آپ نے پوچھا آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا امیر المومنین ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا پھر فرمایا اے لوگو! کیا وجہ ہے کہ میں تم لوگوں میں اپنے شیعوں کی علامات اور اپنے محبوں کا حلیہ نہیں دیکھتا۔ تو وہ شرم سے چپ ہو رہے۔ آپ کے ایک ساتھی نے آپ سے کہا ہم آپ کو اس ذات کا واسطہ دے کر دریافت کرتے ہیں۔ جس نے آپ کو اہلبیت میں سے بنا کر آپ کو عزت دی ہے۔ اور خاص کیا ہے۔ اور آپ سے محبت کی ہے۔ آپ نے ہمیں اپنے شیعوں کی صفت کیوں نہیں بتائی؟ تو آپ نے فرمایا ہمارے شیعوں کی صفات یہ ہیں کہ وہ عارف باللہ ہوتے ہیں۔ اوامر الٰہیہ پر عمل کرتے ہیں۔ صاحب

فضیلت اور صاف گو ہوتے ہیں۔ ان کی خوراک گزارے کے موافق اور لباس درمیانہ ہوتا ہے۔ ان کی چال میں تواضع ہوتی ہے۔ وہ اطاعت الٰہی میں سرشار ہوتے ہیں۔ اور اس کی عبادت میں خضوع اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور ان کے کان اپنے رب کے علم پر ہوتے ہیں۔ تنگی اور آسائش میں ان کی حالت ایک جیسی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قضا سے راضی رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے موت مقدر نہ کی ہوتی تو لقاء الٰہی کے شوق، ثواب اور عذاب الیم کے خوف سے ان کی روحیں چشم زدن کے لئے بھی ان کے جسموں میں نہ ٹھہرتیں۔ ان کے دل میں خالق کی عظمت ہوتی ہے اور ماسوئی کی ان کی نگاہوں میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ ان کی اور جنت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے جنت کو دیکھا ہے اور وہ اس کے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کی اور آگ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے دوزخ کو دیکھا ہے اور انہیں اس میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے تھوڑے دنوں صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں طویل راحت عطا کی۔ دنیا نے ان کو چاہا مگر انہوں نے دنیا کو پسند نہ کیا۔ دنیا نے ان سے طلب کیا تو انہوں نے اُسے عاجز کر دیا۔ وہ رات کو صف باندھ کر قرآن کریم کے اجزاء کو سنوار کر پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کی امثال سے اپنے آپ کو نصیحت کرتے ہیں اور کبھی اس کی دوا سے اپنی بیماری کی شفا طلب کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنی

جبینوں، ہتھیلیوں، گھٹنوں اور پاؤں کی اطراف کو بچھا دیتے ہیں۔ان کے آنسوان
کے رخساروں پر رواں ہوتے ہیں۔وہ جبار عظیم کی تمجید کرتے ہیں اور اپنی گردنوں کو
چھڑانے کے لئے اس کی پناہ لیتے ہیں۔یہ توان کی رات کی حالت ہے۔دن کو وہ
نیک حکماء اور متقی علماء ہوتے ہیں۔ان کو ان کے پیدا کرنے والے کے خوف نے
چھیل کر رکھ دیا ہے۔وہ پیالے کی طرح ہیں تو انہیں بیمار خیال کرے گا۔یا حواس
باختہ، حالانکہ وہ ایسے نہیں ہوتے بلکہ عظمت الٰہی اور اس کی حکومت کی سختی نے ان کو
ایسے مدہوش کر رکھا ہے جس سے ان کے دل اُڑ گئے ہیں، اور ان کی عقلیں جاتی رہی
ہیں۔اور جب وہ اللہ سے ڈرتے ہیں تو پاکیزہ اعمال سے خدا تعالٰی کی طرف جلدی
کرتے ہیں۔وہ اس کے لئے تھوڑے عمل سے راضی نہیں ہوتے اور نہ زیادہ عمل کو
زیادہ خیال کرتے ہیں۔وہ اپنے آپ پر تہمت لگاتے ہیں اور اپنے اعمال سے
خوفزدہ رہتے ہیں۔ان میں سے ہر کسی کو تو دیکھے گا کہ وہ دین میں قوی، نرمی میں محتاط،
یقین میں مومن، علم کا حریص، فقہ میں فہیم، حلم میں علیم، ارادے میں عقلمند، مالداری
میں میانہ روی، فاقے میں صابر، شفقت میں مستقل مزاج، عبادت میں خشوع
کرنے والا، غریب کے لئے رحمت، حق کی ادائیگی کرنے والا، کمانے میں نرم رو،
حلال کا طلبگار، ہدایت میں کوشاں، خواہشات سے بچنے والا، جہالت اُسے دھوکہ
نہیں دیتی۔وہ اپنے عمل کا حساب کرنا نہیں چھوڑتا۔عمل میں دھیما، اپنے اعمال

صالحہ کے متعلق خائف، صبح کو اس کا کام ذکر الٰہی اور شب کو شکر الٰہی، وہ غفلت کی نیند سے ڈرتے ہوئے رات گزارتا ہے اور صبح کو فضل و رحمت کے حاصل کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ اُسے باقی رہنے والی چیزوں سے رغبت ہوتی ہے۔ اور فنا ہونے والی چیزوں سے بے رغبتی۔ وہ علم و عمل اور علم و حلم کو ملائے رکھتا ہے۔ اس کی کوشش دائمی ہوتی ہے۔ سُستی اُس سے دور رہتی ہے۔ اس کی اُمید قریب ہوتی ہے۔ اس کی لغزشیں تھوڑی ہوتی ہیں۔ اس کی موت متوقع ہوتی ہے۔ اس کا دل عاشق اور شاکر ہوتا ہے۔ وہ اپنے نفس پر قانع ہوتا ہے۔ اپنے دین کو بچانے والا ہوتا ہے۔ اپنے غصے کو پینے والا ہوتا ہے۔ اس کا پڑوسی اس سے امن میں ہوتا ہے۔ اس کا معاملہ سہل ہوتا ہے۔ اس میں کبر معدوم ہوتا ہے۔ اس کا صبر واضح ہوتا ہے۔ اس کا ذکر کثیر ہوتا ہے۔ وہ کوئی کام ریاکاری سے نہیں کرتا اور نہ حیا سے اُسے چھوڑتا ہے...... یہ لوگ ہمارے شیعہ ہمارے محب، ہم سے اور ہمارے ساتھ ہیں۔ آگاہ رہو ان لوگوں سے ملاقات کا مجھے شوق ہے۔ ہمام بن عباد بن خثیم جو آپ کے ساتھ تھا اور بڑا عابد آدمی تھا، نے چیخ ماری۔ اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب لوگوں نے اُسے ہلایا تو وہ دنیا کو چھوڑ چکا تھا۔ غسل کے بعد امیر المومنین نے اپنے ساتھیوں سمیت اُس کی نماز جنازہ ادا کی۔ اللہ تجھے توفیق دے۔ اس کی اطاعت پر غور کر۔ اور وہ تجھے ہمیشہ ان بلند، جلیل القدر، روشن، کامل اور محفوظ اوصاف کی کامل نعمتوں سے نوازے۔ تُو جانتا

ہے کہ یہ اوصاف ائمہ وارثین کے اکابر عارفوں میں پائے جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ اور ان کے اہلبیتؑ کے شیعہ ہیں۔ وہ شخص اس قوم کی محبت کا کیسے گمان کرتا ہے، جس نے کبھی ان کے اخلاق میں سے کسی خلق کو نہیں اپنایا اور نہ ان کے کسی قول پر عمر بھر میں عمل کیا ہے۔ اور نہ کبھی ان کے کسی فعل کی پیروی کی ہے۔ اور نہ ان کے افعال میں سے کسی چیز کے سمجھنے کی اہلیت پیدا کی ہے۔ حقیقت میں یہ محبت نہیں بلکہ ائمہ شریعت وطریقت کے نزدیک بغض ہے۔ جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے اور نفس کی محبوبات اور مرغوبات کے مقابلہ میں اس کی مرضی اور محبت کو ترجیح دی جائے۔ اس کے اخلاق و آداب سے ادب سیکھا جائے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فمن حاجک فیه من بعد ماجاء ک من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونسائنا ونسئکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الکاذبین.

اور جو علم آجانے کے بعد تجھ سے اس بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دو آؤ ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور اپنے آپ کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں، عورتوں اور اپنے آپ کو بلاؤ۔ پھر ہم دعا کر کے جھوٹوں پر لعنت ڈالتے ہیں۔

کشاف میں ہے کہ اس سے بڑھ کر چادر والوں کی فضیلت پر کوئی قوی دلیل نہیں اور وہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حسنینؓ ہیں۔ کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے انہیں بلایا اور حسینؓ کو گود میں لیا۔ حسنؓ کا ہاتھ پکڑا آپ کے پیچھے حضرت فاطمہؓ چلیں اور علیؓ آپ دونوں کے پیچھے چلے۔ پس معلوم ہو گیا کہ آیت سے مراد حضرت فاطمہؓ کی اولاد اور اُن کی ذریت ہے۔ جنہیں وہ اپنے بیٹے کہتے ہیں اور آپ کی طرف دنیا و آخرت میں صحیح اور نافع صورت میں منسوب ہوتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا، جو کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی قوم کو آپ کی رشتہ داری قیامت کو سود مند نہ ہوگی۔ خدا کی قسم بیشک میرا رشتہ آپ سے دنیا و آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اور اے لوگو! میں حوض کوثر پر تمہارے لئے فرط ہوں گا۔

ایک روایت میں ہے اور حاکم نے اُسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت بریدہ سے کہا کہ محمد ﷺ تجھے اللہ کے مقابلے میں کچھ کام نہ آئیں گے۔ تو آپ نے خطبہ دیا پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ کچھ کام نہ آئے گا۔ حتیٰ کہ یمن کے دو قبیلوں حبا اور حکم کا بھی یہی خیال ہے۔ میں ضرور شفاعت کروں گا! یہاں تک کہ جس کی شفاعت میں

کروں گا اس کی شفاعت منظور ہوگی اور میری شفاعت کے متعلق تو ابلیس بھی بڑا طمع

رکھتا ہے۔

دار قطعنی نے بیان کیا ہے کہ شوریٰ کے روز حضرت علیؓ نے اہل شوریٰ پر

حجت کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے۔ جو رشتہ میں رسول کریم ﷺ

کو مجھ سے مقدم ہو اور میرے سوا جس کے وجود کو اپنا وجود اور اس کے بیٹوں کو اپنے

بیٹے اور اس کی عورتوں کو اپنی عورتیں قرار دیا ہو۔ انہوں نے کہا بخدا نہیں۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب

میں رکھا ہے اور میری ذریت کو اس نے علی بن ابی طالب کی سلب میں رکھا ہے۔

ابوالخیر الحاکمی اور صاحب کنوز المطالب نے ابی طالب کے بیٹوں کے

بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے تو آپ کے

پاس حضرت عباسؓ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے سلام کیا اور حضور علیہ السلام نے سلام

کا جواب دیا اور اُٹھ کر آپ سے معانقہ کیا اور آنکھوں کے درمیانی حصہ کو بوسہ دیا

اور دائیں ہاتھ بٹھایا۔ حضرت عباسؓ نے کہا کیا آپ کو اس سے محبت ہے۔ فرمایا اے

چچا خدا کی قسم اللہ مجھ سے بھی زیادہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی

ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ اور میری ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔

دوسرے نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں۔ کہ قیامت کے روز لوگوں

کو پردہ داری کے واسطے ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔ مگر اسے اور اس کی اولاد کو صحتِ ولادت کی وجہ سے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا۔

ابو یعلی اور طبرانی نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام نبی سوائے حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ میں ہی ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔ یہ حدیث کئی طرق سے بیان ہوتی ہے۔ جو ایک دوسرے کے قوت دیتے ہیں۔

اس بات کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ حسنینؑ کو رسول کریم ﷺ کے بیٹے کہنا جائز ہے اور آپ کے متفقہ طور پر ان کے باپ ہیں۔ اس جگہ یہ ضعیف قول نہیں چل سکتا کہ رسول کریم ﷺ کو اَبُ المومنین کہنا جائز نہیں اور جو اس سے منع کرے۔ اس کا قول موثر نہیں۔ یہاں تک کہ حسنینؑ کے بارے میں بھی امویوں سے صحیح حدیث جو حضرت حسنؑ کے بارے میں آگے بیان ہو رہی ہے۔ لکھا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اگر چہ یہ حضرت معاویہ سے منقول ہے مگر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت معاویہ کے سوا باقی امویوں میں سے جو کوئی اس بات سے مانع ہے، اس کی کوئی اہمیت نہیں اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وما کان محمد ابا احد من رجالکم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔

یہ آیت آئندہ نبوت کے انقطاع کے لئے لائی گئی ہے نہ کہ باپ کے لفظ کے اطلاق سے منع کرنے کے لئے۔اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اکرام واحترام کے لحاظ سے مومنین کے باپ ہیں۔

۱۰۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضٰی

عنقریب تیرا رب تجھے وہ کچھ دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

قرطبی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ اس بات سے راضی ہو گئے ہیں کہ آپ کے اہلبیتؑ میں سے کوئی آدمی آگ میں داخل نہ ہو۔سدی نے بھی اس بات کو بیان کیا ہے۔

حاکم نے صحیح روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل بیت میں جو شخص توحید اور میرے متعلق یہ اقرار کرے گا کہ میں نے اللہ تعالٰی کے پیغام کو پہنچا دیا۔ ہے، اُسے وہ عذاب نہیں دے گا۔

اور الملا نے بیان کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالٰی سے دعا کی کہ میرے اہلبیت میں۔ سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو تو اللہ نے میری یہ دُعا قبول فرمائی۔

بزار، طبرانی اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ وہ ہے جس نے پاک دامنی کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دے دیا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اُسے اور اُس کی ذریت کو آگ پر حرام کر دیا۔(۱)

(۱) ابن عدی نے ابن مسعود کی حدیث سے عمر بن غیاث کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے پاکدامنی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دے دیا۔ اس حدیث کی شاہد ابن عباس کی حدیث ہے۔ جسے طبرانی نے حضرت فاطمہؓ کے متعلق حضور علیہ السلام کے ایک قول سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بچوں کو عذاب نہیں دے گا۔ مجمع الزوائد میں اس کے رجال کو ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ اور محمد الرضا نے اسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے مخصوص قرار دیا ہے اور ابو کریب نے ولد (بیٹے) کے لفظ کو آپ کی نسبی اولاد میں سے اطاعت کرنے والوں کے متعلق عام قرار دیا۔

حافظ ابو القاسم الاشقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ اے فاطمہ میں نے تیرا نام فاطمہ کیوں رکھا ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فاطمہؓ نام کیوں رکھا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔

نسائی نے بیان کیا ہے کہ میری بیٹی فاطمہؑ آدمیوں کی حور ہے جسے حیض نہیں آیا۔ اس کا نام فاطمہؑ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد اور اس کے محبوں کو آگ سے چھڑا لیا ہے۔

طبرانی نے اپنے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ جنت میں چار آدمی سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ مَیں، تُو، حسن اور حسین اور ہماری اولاد، ہمارے پیچھے پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔ اس کی سند ضعیف ہے لیکن حضرت ابن عباسؓ کی صحیح روایت اس کی شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کا اس کے درجہ میں رفع کرے گا۔ اگرچہ عمل میں وہ ان سے کم تر ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

والذین امنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنا بهم ذریتهم.

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی ہم انہیں ان کی اولاد کے ساتھ ملا دیں گے۔

الدیلمیؒ نے بیان کیا ہے اے علیؑ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری اولاد تیرے بچوں تیرے اہل اور تیرے شیعوں کو بخش دیا۔ پس خوش ہو جاؤ کیونکہ تو حوض کوثر سے بھرے ہوئے پیٹ والا ہے۔اس طرح یہ روایت بھی ہے کہ تم اور تمہارے شیعہ حوض کوثر پر سیراب، سفید رو صورت میں آئیں گے۔اور تمہارے دشمن پیاسے اور سر اونچا کیے ہوئے ہوں گے۔آپ کے شیعوں کی صفات کا بیان گزر چکا ہے۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ۔

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے وہی لوگ مخلوق سے بہتر ہیں۔

حافظ جمال الدین الذرندی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا تُو اور تیرے شیعہ قیامت کے روز راضی اور رضا یافتہ صورت میں آئیں گے اور تیرے دشمن غصے میں سر اونچا کیے ہوں گے۔ حضرت علیؑ نے دریافت کیا میرا دشمن کون ہے؟ فرمایا جو تجھ سے اظہار بیزاری کرے اور تجھ پر لعنت کرے۔اور جس حدیث میں قیامت کے روز عرش کے سائے میں پہلے جانے والوں کا ذکر ہے اور انہیں خوشخبری دی گئی ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا اے علی تیرے شیعہ اور محب ہیں۔

دار قطنی کہتے ہیں ہمارے ہاں یہ حدیث بہت طرق سے آئی ہے۔ پھر انہوں نے حضرت ام سلمہؓ سے بیان کیا ہے کہ میری باری تھی۔ اور حضور علیہ السلام میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت فاطمہؓ آپ کے پاس آئیں۔ ان کے پیچھے حضرت علیؓ بھی تھے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے علی تُو، تیرے اصحاب اور تیرے شیعہ جنت میں ہوں گے۔

موسیٰ بن علی بن الحسین بن علی نے جو ایک فاضل آدمی تھے اپنے باپ اور اپنے دادا سے بیان کیا ہے کہ ہمارے شیعہ وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ہماری طرح عمل کریں۔

۱۲۔ وانہ لعلم للساعۃ اور وہ قیامت کی نشانی ہے۔

مقاتل بن سلیمان اور ان تابع مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت مہدیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عنقریب احادیث میں واضح طور پر آئے گا کہ وہ اہل بیت نبوی علیہ ﷺ میں سے ہوگا اور آیت میں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی نسل کے بابرکت ہونے پر دلالت پائی جاتی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے طیب اولاد پیدا کرے گا۔ اور ان کی نسل کو حکمت کے خزانے اور رحمت کی کانیں بنائے گا۔

اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولاد کو مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دیا ہے اور حضرت علیؓ کے لئے بھی

ایسا ہی دعا فرمائی ہے۔ اس کی تشریح اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

احمد اور ابو حاتم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی دُعا کی برکت ان کی نسل میں ظاہر ہوئی۔ ان میں سے کچھ گذر چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیدا ہوں گے۔ اگر آنے والوں میں صرف امام مہدیؑ ہی ہوتے تو وہ بھی کافی ہوتے۔ عنقریب دوسری فصل میں احادیث مبشرہ میں سے کافی کچھ بیان ہوگا۔ ان میں سے وہ روایت بھی ہے جسے مسلم، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور ابن ماجہ اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ۔

المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ

کہ مہدی میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا

احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ:

لولم یبق من الدھر الایوم لبعث اللہ فیہ رجلاً من عترتی.

اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی آئے گا جو زمین کو اس طرح عدل سے بھر دے گا، جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔

ایک روایت میں آخری الفاظ کے سوا یہ بیان ہوا ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی بادشاہ نہ بنے گا۔ اس کا نام میرے نام سے موافقت رکھے گا۔

ابوداؤد اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر عمر دنیا سے ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالٰی اس کو اتنا لمبا کر دے گا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی اس میں میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔ جس کا نام میرے نام سے اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔ وہ زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے۔

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

المھدی منا اہل البیت یصلحہ اللہ فی لیلۃ۔

مہدی ہمارے اہلبیت سے ہوگا۔ اللہ ایک رات میں دنیا کی اصلاح کر دے گا۔

طبرانی میں ہے کہ مہدیؑ ہم میں سے ہوگا وہ دین کو ہم پر ایسے ہی ختم کر دے گا جیسے اس نے ہم سے شروع کیا ہے۔

حاکم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ میری امت کے آخر میں ان کے سلاطین کی وجہ سے شدید مصیبت کے باعث خلل پڑے گا۔ جس سے زیادہ شدید مصیبت کبھی سُنی نہیں گئی۔ یہاں تک کہ کسی آدمی کو پناہ نہیں ملے گی تو اللہ تعالٰی

میرے اہلبیت کی اولاد سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔ جو زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسے وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہے۔ ساکنان زمین وآسمان اس سے محبت رکھیں گے۔ آسمان بارشیں برسائے گا اور زمین اپنی پیداوار نکالے گی اور کسی چیز کو روکے نہیں رکھے گی۔ وہ ان میں سات، آٹھ یا نو سال گزارے گا۔ اہل زمین کے ساتھ خداتعالیٰ کی بھلائی کو دیکھ کر شیاطین مرنے کی تمنا کریں گے۔

طبرانی اور بزار نے اسی قسم کی روایت کی ہے جس میں آیا ہے کہ وہ تم میں سات، آٹھ یا زیادہ سے زیادہ نو سال تک ٹھہرے گا۔

ابوداؤد اور حاکم کی ایک روایت میں ہے وہ تم میں سات سال حکومت کرے گا۔ اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے میری امت میں ایک مہدیؑ ظاہر ہوگا جو پانچ، سات یا نو سال رہے گا۔ اس کے پاس ایک آدمی آکر کہے گا۔ اے مہدی مجھے دے، مجھے دے۔ تو وہ اس کے کپڑے میں اپنے ہاتھوں سے اس قدر ڈال دے گا۔ جتنا وہ اٹھا سکے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ چھ، سات، آٹھ یا نو سال ٹھہرے گا۔ عنقریب یہاں بیان آئے گا جس میں بلاشبہ سات سال پر احادیث کا اتفاق ہے۔

احمد اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا۔ وہ اس

قدر مال دے گا کہ اُسے کوئی شمار نہ کر سکے گا۔

ابن ماجہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مشرق سے کچھ آدمی نکلیں گے۔ جو مہدی کی بادشاہت کے لئے راہ ہموار کریں گے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام حضرت نبی کریم ﷺ کے نام اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کے پاس تھے کہ بنی ہاشم کا ایک گروہ آیا جب حضور علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رنگ متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا ہم آپ کے چہرے پر ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں۔ جسے ہم پسند نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم اہلبیت کے لئے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو پسند کر لیا ہے اور میرے اہلبیت کو میرے بعد شدید مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے۔ جن کے پاس سیاہ جھنڈے ہوں گے۔ وہ بھلائی طلب کریں گے مگر وہ انہیں نہ ملے گی۔ پھر وہ جنگ کریں گے اور ان کی مدد کی جائے گی اور جو انہوں نے مانگا وہ انہیں دیا جائے گا۔ مگر وہ اُسے قبول نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ اُسے ایک آدمی کو دے دیں گے جو میرے اہلبیت میں سے ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیگا جس طرح لوگوں نے اُسے ظلم وجور سے بھرا ہوا ہے۔ جو تم میں سے ان لوگوں کے متعلق خبر پائے اُسے چاہئے کہ اُن کے پاس آئے۔ خواہ اُسے برف پر گھٹنوں

کے بل چل کر آنا پڑے۔ کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدیؑ ہوگا۔

احمد نے ثوبان سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تم خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلتے دیکھو تو ان کے پاس جاؤ۔ خواہ برف پر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے۔ کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدیؑ ہیں۔

نصیر بن حماد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا اور میری سنت پر اس طرح جنگ کرے گا جیسے میں نے وحی پر جنگ کی ہے۔

ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔ جس کے اگلے دانتوں میں فرق ہوگا۔ اور روشن جبیں ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا اور خوب مال دے گا۔

الطبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مہدی میری اولاد میں سے ہوگا۔ اس کا چہرہ چمکدار ستارے کی طرح ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی ہوگا۔ زمین کو ایسے ہی عدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔ انؑ کی خلافت سے زمین و آسمان والے اور فضا کے پرندے خوش ہوں گے۔ وہ بیس سال تک بادشاہی کرے گا۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مہدیؑ التفات کرے گا اور عیسیٰ بن مریم نازل ہو چکے ہوں گے۔ یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے

ٹپک رہے ہیں۔ مہدیؑ اُن سے کہیں گے آگے ہوکر لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے نماز تو آپ کے لئے کھڑی کی گئی ہے اور وہ میری اولاد میں سے ایک آدمی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن حبان کی صحیح میں ہے کہ وہ مہدیؑ کی امامت میں نماز ادا کریں گے اور صحیح مرفوع روایت یہ ہے۔ کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے تو ان کے امیر، مہدیؑ کہیں گے ہمیں آ کر نماز پڑھا دیجئے تو وہ جواب دیں گے کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے بعض لوگوں کو بعض پر اعزازی طور پر امام بنایا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے کہ جب قائم آلِ محمدؐ کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اہل مشرق اور اہل مغرب کو اکٹھا کر دے گا پس رفقاء اہل کوفہ سے ہوں گے اور ابدال اہل شام میں سے۔ اور صحیح یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت پر اختلاف ہوگا تو مدینہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا مکہ جائے گا۔ اس کے پاس اہل مکہ سے کچھ لوگ آئیں گے اور اُسے بادل نخواستہ نکال دیں گے اور رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا اور وہ انہیں مکہ اور مدینہ کے درمیان ویرانے میں دھنسا دے گا۔ جب لوگ یہ بات دیکھیں گے تو شام کے ابدال وعراق کے لشکر آ کر اس کی بیعت کریں گے۔ پھر قریش سے ایک آدمی اُٹھے گا۔ جس کے ماموں بنوکلب سے

ہوں گے وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا اور وہ ان پر غالب آ جائیں گے یہ لشکر بنو کلب کا ہوگا اور بنو کلب کی غنیمت میں حاضر نہ ہونے والا نقصان میں رہے گا۔ وہ لوگوں میں مال تقسیم کرے گا اور حضرت نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرے گا اور اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا ہمارا نبی خیر الانبیاء ہے۔ اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا شہید خیر الشہدا ہے۔ اور وہ تیرے باپ کا چچا حمزہؓ ہے اور ہم میں سے ہی وہ شخص ہے جو دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہے اڑتا پھرتا ہے۔ اور وہ تیرے باپ کے چچا کا بیٹا جعفر ہے اور ہم میں سے ہی اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ حسنؓ اور حسینؓ ہیں جو تیرے بیٹے ہیں۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان سے دو قبیلے نکلیں گے۔ جن کی نسل سے بڑی مخلوق پیدا ہوگی اور ہم میں سے ہی مہدی ہے۔(۱)

(۱) مہدی کی احادیث مشہور اور متواتر ہیں۔ بہت سے حفاظ نے ان کے متعلق کتابیں تالیف کی ہیں۔ جن میں ابو نعیم بھی ہیں۔ ابو نعیم نے جو کچھ بیان کیا ہے اسے سیوطی نے العرف الوردی فی اخبار المہدی میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس سے بھی زائد بیان کیا ہے۔ اس بارے میں ابن حجر مولف کتاب ہذا کی بھی ایک کتاب ہے۔ جس کا نام کتاب القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ گیا تو وہ اس دن کو اس قدر لمبا کردے گا یہاں تک کہ میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی بادشاہ بنے گا جو جبل دیلم اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔

احمد اور ماوردی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدیؑ کے بارے میں تمہیں خوشخبری ہو کہ وہ قریش میں سے میری اولاد میں سے ہوگا۔ وہ لوگوں میں اختلاف اور کمزوری کے وقت ظاہر ہوگا۔ اور زمین کو جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے، عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ ساکنان زمین وآسمان اس سے راضی ہوں گے۔ وہ مال کو صحیح طور پر برابر برابر تقسیم کرے گا۔ اور اُمت محمدیہ کے دل تونگری سے بھر دے گا۔ اس کا عدل سب پر حاوی ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ منادی کو حکم دے گا تو وہ منادی کرے گا کہ جس کو ضرورت ہو میرے پاس آئے۔ امام باقرؑ سے اس کے ظہور اور پوشیدگی کے بارے میں جو بیان کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو علمائے اہلسنت نے مہدیؑ کے بارے میں بیان کیا ہے۔ کہ وہ طویل عرصہ تک غائب رہے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ تھوڑا عرصہ غائب رہے گا اور طائف کے پہاڑوں میں چھپے گا پھر ظاہر ہوگا اور مکہ کے پہاڑوں میں چھپے گا۔ اس کے ظہور کی علامات کا ذکر سیوطی اور برزنجی نے الاشاعۃ میں کیا ہے۔ اس کی مدت حکومت میں

روایات کا اختلاف پانچ سے چالیس سال تک ہے۔ ابن حجر نے القول المختصر میں ان کی تطبیق دی ہے کہ یہ سب صحیح ہیں۔ اس کی حکومت متفادت الظہور والقوۃ ہے۔ اکثر اس کو کل مدت پر حمل کرتے ہیں اور اقل غائیۃ الظہور پر۔

تنبیہ:

خروج مہدیؑ کے لئے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس کا ظہور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے قبل ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعد میں ہوگا۔ ابوالحسین الآجری کہتے ہیں کہ متواتر اخبار اور کثرت رواۃ سے رسول کریم ﷺ سے اس کے خروج کے متعلق یہی بات مستفاض ہے کہ وہ آپ کے اہل بیت سے ہوگا۔ اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا خروج ہوگا اور ارض فلسطین میں باب لد پر دجال کے قتل میں اس کی مدد کرے گا۔ اور یہ کہ وہ اس امت کی امامت کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس کے متعلق یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ مہدیؑ، عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھائے گا، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس بات پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ مہدیؑ حضرت حسنؑ کی اولاد سے ہوگا۔ اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ حضرت حسنؑ نے خدا کی خاطر امت پر شفقت کرتے ہوئے خلافت کو چھوڑا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے شدید ضرورت کے وقت آپ کی

اولاد میں سے قائم بالخلافۃ کو مقرر فرمادیا۔ تا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے۔

رافضیوں میں سے جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ محمد الحجۃ ہی مہدی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے باپ نے اس کے سوا کسی کو جانشین نہیں بنایا۔ وہ پانچ سال کی عمر میں فوت ہو گیا اس عمر میں اللہ نے اس کو اس طرح حکمت دی جیسے یحیٰ علیہ السلام کو بچپن میں دی تھی اور اُسے طفولیت ہی میں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح امام بنادیا۔ اسی طرح اس کا باپ سر من رائی میں فوت ہو گیا اور وہ مدینہ میں روپوش ہو گیا۔ اس کی دو غیبتیں ہیں۔ ایک غیبت صغریٰ جو پیدائش سے لے کر شیعوں اور اس کے درمیان سفارت کے منقطع ہونے تک ہے۔ اور دوسری غیبت کبریٰ ہے۔ جس کے آخر میں وہ کھڑا ہوگا۔ وہ جمعہ کے روز ۲۹۶ ہجری میں غائب ہوا تھا اور انہیں نہیں معلوم وہ اپنی جان کے خوف سے کہاں چلا گیا اور غائب ہو گیا۔

ابن خاکان کہتے ہیں کہ شیعہ حضرات کی ان کے بارے میں یہ رائے ہے کہ صاحب سرداب ہی منتظر اور قائم مہدیؑ ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے بہت اقوال ہیں اور وہ آخری زمانہ میں سرداب سے سر من رای سے اس کے خروج کے منتظر ہیں وہ اپنے باپ کے گھر میں ۲۶۵ھ میں داخل ہوئے اور ان کی ماں ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ مگر وہ ماں کے پاس واپس نہیں آئے۔ یہ بھی

کہا گیا ہے کہ داخل ہونے کے وقت ان کی عمر چار سال تھی اور سترہ سال بھی ان کی عمر بتائی گئی ہے۔ یہ سب روایات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعلی الاعراف رجال یعرفون کُلاً بسیماھم.

اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے۔

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اعراف پُل صراط پر ایک بلند جگہ ہے جہاں حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت جعفرؓ طیار کھڑے ہو کر اپنے دوستوں کو سفید رُو اور بُغض رکھنے والوں کو سیاہ رو ہونے کی وجہ سے پہچان لیں گے۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قل لااسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ و من یقترف حسنة نزوله فیھا حسنا الی قوله وھو الذی یقبل التوبة عن عباده ویعفو السیات ویعلم یایفعلون.

اے نبی اعلان کردو کہ میں اس پر تم سے سوائے قریبیوں کی محبت کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرتا ہے ہم اس کے لئے اس میں حسن کو زیادہ کر دیتے ہیں۔ وہ بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ اور جو وہ

کرتے ہیں اُسے جانتا ہے۔ یاد رہے یہ آیت کچھ مقاصد اور توابع پر مشتمل ہے۔

مقصد اول:

اس کی تفسیر میں احمد، طبرانی، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب اس آیت کا نزول ہوا تو صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابت دار ہیں۔ جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے۔ فرمایا علیؑ فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے۔ اس حدیث کی سند میں ایک غالی شیعہ بھی ہے لیکن وہ راستگو ہے۔

ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ ہم میں آل حٰم ایک نشان ہے۔ ہر مومن ہماری محبت کا محافظ ہے پھر یہ آیت پڑھی قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔

بزار اور طبرانی نے حضرت حسنؑ سے ایسے طرق سے بیان کیا ہے جن میں بعض حسن ہیں۔ کہ آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ جو مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے۔ اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حسن بن محمد ﷺ ہوں پھر یہ آیت پڑھی واتبعت ملۃ آبائی ابراھیم الایۃ۔ پھر فرمایا میں بشیر کا بیٹا ہوں میں نذیر کا بیٹا ہوں پھر فرمایا میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے محبت اور دوستی کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ہم لوگوں کے

بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جن لوگوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا۔ نیکیوں کے بجالانے سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔

طبرانی نے زین العابدینؓ سے بیان کیا ہے کہ جب انہیں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ایک اسٹیج پر آپ کو کھڑا کیا تو اہل شام کے ایک جفا کار نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہاری جڑ اکھیڑی اور فتنے کے سینگ کو کاٹا۔ آپ نے اُسے فرمایا کیا تو نے یہ نہیں پڑھا قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ اس نے کہا کیا آپ وہ لوگ ہیں؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ شیخ شمس الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

میں نے دور والوں کے علی الرغم آل طٰہٰ کی محبت کو فرض سمجھا ہے۔ جس سے مجھے قرب ملتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی تبلیغ کے ذریعہ ہدایت پانے پر سوائے قرابت داروں کی محبت کے اور کوئی اجر طلب نہیں کیا۔

احمد نے حضرت ابن عباسؓ سے ومن یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا ہے اور

ثعلبی اور بغوی نے ان سے نقل کیا ہے کہ جب آیت لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ نازل ہوئی تو لوگوں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ اپنے بعد اپنے قرابت داروں سے ہمیں محبت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں؟ تو جبریل نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ انہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ

ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذبا آلایۃ

یہ لوگ اللہ پر جھوٹا افترا کر رہے ہیں۔

تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ سچے ہیں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ۔

مقصد دوم:

یہ آیت اپنے اندر یہ مفہوم بھی لئے ہوئے ہے کہ جو شخص آپ کی آل کی محبت طلب کرے گا۔ یہ بات اس کے کمالِ ایمان میں سے ہوگی۔

ہم اس مقصد کو ایک اور آیت سے شروع کرتے ہیں پھر اس بارے میں وارد شدہ احادیث کا ذکر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمٰن ودّا۔

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے خدائے رحمٰن ان کے لئے محبت

پیدا کر دے گا۔

حافظ سلفی نے محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہر مومن کے دل میں علی اور ان کے اہلبیت کی محبت ہوگی اور آنحضرت ﷺ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے محبت رکھو کہ وہ تم کو اپنی نعمتیں کھانے کے لئے دیتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میرے اہلبیتؑ سے میری محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔

ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ میں اس کے لئے وہم کا ذکر کیا ہے۔ بیہقی اور ابوالشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اور میری اولاد اُسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میرے اہل اُسے اپنے اہل سے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو تین باتوں کا ادب سکھاؤ۔ اپنے نبی کی محبت کا، اس کے اہلبیت کی محبت کا اور قرآن پاک کی قرآت کی محبت کا،

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ نے رسول کریم ﷺ کے پاس شکایت کی کہ جب وہ قریش سے ملتے ہیں تو انہیں ان کے چہروں کی تیوریوں اور قطع

کلامی سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو شدید غصے سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان پسینہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کے لئے محبت نہ رکھے اور اسی طرح ایک صحیح روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ جب وہ میرے اہلبیت میں سے کسی آدمی کو دیکھتے ہیں تو اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان سے اللہ کے لئے اور ان سے میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ وہ ایمان کے بغیر جنت میں داخل نہ ہونگے۔ اور وہ اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے جب تک تم اہلبیتؑ سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ رکھیں۔ کیا تم میری شفاعت کی اُمید رکھتے ہو اور بنو عبد المطلب سے اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہرگز کسی بھلائی کو نہ پا سکیں گے۔ جب تک تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ کیا تم میری شفاعت سے جنت میں

داخل ہونے کی امید رکھتے ہو اور بنو عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔ اس حدیث کے اور بھی بہت سے طرق باقی ہیں۔

عمرو الاسلمی جو اصحاب حدیبیہ میں سے تھا۔ حضرت علیؓ کے ساتھ یمن کی طرف گیا تو اس نے آپ کی طرف سے سخت گیری کو دیکھا اس نے مدینہ میں آ کر اپنی تکلیف کی تشہیر کی تو حضور علیہ السلام نے اُسے فرمایا تُو نے مجھے اذیت دی ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں تم کو ایذا دینے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بلکہ جو شخص علیؓ کو ایذا دیتا ہے اس نے مجھے ایذا دی ہے۔ اسے احمد نے بیان کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علیؓ کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

اسی طرح بریدہ کا واقعہ ہے کہ وہ یمن میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ وہ ان سے ناراض ہو کر آئے اسلئے کہ ایک لونڈی تھی جسے انہوں نے خمس میں لیا تھا۔ آپؐ سے شکایت کا ارادہ کیا۔ اُسے کہا گیا انہیں بتا دے تا کہ علیؓ حضورؐ کی نظروں سے گر جائیں۔ رسول کریم ﷺ یہ گفتگو دروازے کے پیچھے سُن رہے تھے۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو علیؓ کی تنقیص کرتے

ہیں۔ جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے علیؑ کو چھوڑا اُس نے مجھے چھوڑا۔ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں۔ وہ میری طینت سے پیدا ہوا ہے اور میں ابراہیم سے افضل ہوں۔ یہ بعض کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔ اے بریدہ تجھے پتہ نہیں کہ علیؑ لونڈی سے زیادہ کا حقدار ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہم اہلبیتؑ کی محبت کو لازم پکڑو۔ کیونکہ جو شخص ہم سے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی بندے کو ہمارے حق کی معرفت کے بغیر اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا۔ اور کعب الاحبار اور عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول اس کی موافقت کرتا ہے کہ اہل بیت نبوی میں سے ہر ایک آدمی شفاعت کرے گا۔

ابوالشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری اولاد، انصار کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا ولدالزنا ہے یا ایسا آدمی ہے جسے اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں حمل میں لیا ہے۔

ابوبکر الخوارزمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب کی طرف سے اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور

میری بیٹی کے متعلق بشارت ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علیؓ کو فاطمہؓ سے بیاہ دیا ہے۔ اور جنت کے خازن رضوان کو حکم دیا ہے تو اس نے درخت طوبیٰ کو ہلایا ہے تو اس نے میرے اہلبیت کے محبوں کی تعداد کے برابر وثیقے اٹھالئے ہیں اور ان کے نیچے اس نے نوری فرشتے پیدا کئے ہیں اور ہر فرشتے کو ایک وثیقہ دیا ہے۔ جب قیامت اپنے اہل پر قائم ہو جائے گی تو فرشتے مخلوق میں آواز دیں گے۔ اور میرے اہلبیت کے محبّ کی طرف وثیقہ پھینکیں گے جس میں اس کے آگ سے آزادی پانے کا ذکر ہوگا۔ پس میرا بھائی اور چچا کا بیٹا اور میری بیٹی میری امت کے مردوں اور عورتوں کی آگ سے گردنیں چھڑانے والے بن جائیں گے۔

الملا نے بیان کیا ہے کہ ہم اہلبیت سے صرف مومن متقی ہی محبت رکھتا ہے اور شقی منافق ہم سے بغض رکھتا ہے۔

احمد اور ترمذی کی یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جو مجھ سے اور حسنؓ اور حسینؓ اور ان کے باپ اور ماں سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ میرے درجہ میں ہوگا۔ اور داؤد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ جو میری سنت کی پیروی کرتے ہوئے مرا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اتباع سنت کے بغیر صرف محبت کرنا، مدعیٔ محبت کو بھلائی سے کچھ حصہ نہ ملے گا۔ بلکہ یہ بات اس کے لئے وبال اور دنیا وآخرت میں دردناک عذاب بن جائے گی۔ اور آٹھویں آیت

میں حضرت علیؑ سے ان کے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ جنہیں ان کی اور ان کے اہلبیت کی محبت فائدہ دے گی۔ ان اوصاف کا مطالعہ کیجئے کیونکہ وہ ان دعویٰ داران محبت کا خاتمہ کر دیتے ہیں، جو محبت کے ساتھ مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ شقاوت، حماقت، جہالت اور غباوت کی انتہا تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے ہمیشہ محبت کرنے اور ان کی ہدایت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ حدیث ہے کہ اے علیؑ ہمارے شیعہ ذنوب و عیوب کے باوجود قیامت کے روز اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

ثعلبی نے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ کی تفسیر میں اس قسم کی ایک طویل حدیث بیان کی ہے۔ اور یہ حدیث ہے کہ جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنے ہاتھ اور زبان سے ہماری اعانت کرے گا، تو میں اور وہ علیین میں ہوں گے۔ اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے ہماری مدد کرے گا، اور اپنے ہاتھ کو روکے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔

مقصد سوم:

اس میں اہلبیتؑ کے ساتھ بغض رکھنے سے انتباہ کیا گیا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ہم اہل بیت سے کوئی شخص بغض نہ رکھے ورنہ اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا۔ اور احمد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

احمد اور ترمذی نے جابر سے بیان کیا ہے کہ ہم منافقین کو حضرت علیؓ سے بغض کی وجہ سے پہچانا کرتے تھے اور یہ حدیث کہ جو میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ اور یہ حدیث کہ جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا حشر یہودیوں کی صورت میں کرے گا، خواہ وہ کلمہ توحید کی شہادت دیتا ہو۔

طبرانی نے سند حضرت حسنؓ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ہم سے جو بغض اور حسد رکھے گا، اُسے قیامت کے روز آگ کے کوڑوں سے حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔ اور آپ ہی کی ایک روایت میں ہے۔ جس میں ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے کہ تُو علیؓ کو بُرا کہتا ہے اگر تو حوض کوثر پر آپ کے پاس گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ تُو انہیں وہاں سے ہٹا سکے۔ لیکن تُو انہیں آستین چڑھائے کفار اور منافقین کو رسول کریم ﷺ کے حوض کوثر سے ہٹاتے دیکھے گا یہ صادق و مصدوق محمد ﷺ کا قول ہے

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا اے علیؑ قیامت کے روز آپ کے پاس جنت کے عصاؤں میں سے ایک عصا ہوگا۔ جس سے آپ منافقین کو حوض کوثر سے ہٹائیں گے۔ اور احمد نے بیان کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا علیؑ کے بارے میں مجھے پانچ باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خدا کے سامنے ہوں گے۔ یہاں تک وہ حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا۔ اور آدم اور اس کے بیٹے اس کے نیچے ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ علی میرے حوض پر کھڑے ہوں گے۔ اور میری امت کے جس شخص کو پہچان لیں گے اُسے پانی پلائیں گے۔

حاکم نے اس روایت کو بھی صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر میں نے اللہ تعالیٰ نے اور ہر مقبول نبی نے لعنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والے پر، قضا و قدر کے مکذب پر، میری امت پر زبردستی مسلط ہونے والے پر، تاکہ وہ ان لوگوں کو ذلیل کرے۔ جبکہ اللہ نے انکو معزز بنایا ہے اور ان کو معزز بنائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے۔ اور حرمت الٰہی کو حلال کرنے والے پر اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے حرام کو حلال کرنے والے پر اور میری اولاد میں سے جنکی بے حرمتی کو اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اس کو حلال جاننے والے پر اور تارکِ سنت پر۔ اور ایک روایت میں ساتویں بات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے

کہ فئی میں ترجیح دینے والے پر۔

احمد نے ابی دجانہ سے بیان کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے علیؓ اور اس کے گھرانے کو گالی نہ دو۔ ہمارا ایک پڑوسی کوفہ سے آیا اور اس نے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق ابن فاسق یعنی حسین کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں کو ختم کر دیا۔

تنبیہہ:

قاضی نے الشفاء میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کی اولاد میں سے کسی کے باپ کو گالی دی اور اس گالی سے رسول کریم ﷺ کو باہر رکھنے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو اُسے قتل کیا جائے گا۔ گزشتہ احادیث سے آپ کے اہل بیت سے محبت رکھنے اور ان سے بغض رکھنے کی شدید حرمت کا پتہ چل گیا ہے۔

بیہقی اور بغوی وغیرہ نے ان سے لزوم محبت کو فرائض دین میں سے قرار دیا ہے۔ بلکہ امام شافعی سے تو اس پر نص بیان کی گئی ہے۔ انکا شعر ہے کہ

اے اہلبیت رسول! تمہاری محبت تو

قرآن عظیم میں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ فرض قرار دی گئی ہے۔

ابو سعید نے شرف النبوۃ میں اور ابن المثنیٰ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے فاطمہؓ تیرے ناراض ہونے سے خدا ناراض اور

تیرے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے۔ پس جو آپ کے بچوں میں سے کسی کو ایذا دے گا، تو اسے اس عظیم خطرے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اس نے آپ کو ناراض کیا ہے۔ اور جو ان سے محبت کرے گا وہ آپ کی رضا کو حاصل کرے گا۔ اسی لئے علماء نے صراحت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے شہر کے باسیوں کی بھی عزت کرنی چاہئے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بدعت وغیرہ ثابت ہو جائے تو آپ کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کی رعایت کرنی چاہئے۔ پس اس اولاد کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو آپ کا ٹکڑا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ کان ابوھما صالحا حالانکہ ان بچوں اور اُن باپ کے درمیان جس کی وجہ سے ان کا لحاظ کیا گیا سات یا نو پشتوں کا فاصلہ تھا۔ اس لئے حضرت جعفر صادقؓ نے فرمایا ہے۔ ہمارا اسی طرح لحاظ کرو، جس طرح اللہ نے عبد صالح کا یتیموں کے بارے میں کیا تھا اور محمد رسول اللہ ﷺ کا محب آپ کی اولاد پر نکتہ چینی نہیں کرتا۔

مقصد چہارم:

ان سے صلہ رحمی کرنے اور خوشی پہنچانے کے متعلق جس کی طرف آیت نے ترغیب دی ہے۔

الدیلمی نے مرفوعا بیان کیا ہے کہ جو شخص میرا توسل چاہے اور یہ کہ اس کا مجھ پر احسان ہوئے سے چاہئے کہ میرے اہلبیت سے صلہ رحمی کرے اور انہیں خوشی بہم

پہنچائے اور حضرت عمرؓ سے کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ انہوں نے حضرت زبیر سے کہا ہمارے ساتھ چلئے ہم حسن بن علیؑ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیر نے دیر کی تو آپ نے فرمایا کیا آپ کو علم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت کرنا فرض اور ان کی زیارت کرنا نفل ہے۔ آپ کا مطلب اس سے یہ ہے کہ دوسروں کی نسبت ان لوگوں کے بارے میں تاکید پائی جاتی ہے نہ یہ کہ حقیقۃً فریضہ ہے۔ یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے حضرت نبی کریم ﷺ کا قول ہے کہ غسل جمعہ واجب ہے۔

خطیب نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے لئے اعزازاً کھڑا ہوتا ہے، مگر بنی ہاشم کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے کسی پر احسان کرے تو وہ دنیا میں اس کا بدلہ نہ لے۔ اس احسان کا بدلہ میں اُسے کل دوں گا، جب وہ مجھے ملے گا۔

ثعلبی نے ایک روایت میں اضافہ کیا ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا جس نے میری اولاد میرے اہلبیت کے بارے میں مجھ پر ظلم کیا اور مجھے ایذا دی اس پر جنت حرام قرار دے دی جائے گی۔

حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کا شفیع ہوں گا۔ جو میری ذریت کی عزت کرے گا، اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ اور جب وہ

مضطر ہو جائیں تو ان کے امور کی سر انجام دہی میں سرگرم رہے گا۔ اور اپنے دل اور زبان سے اُن کا محب ہو گا۔

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو حضرت علیؓ کو بُلانے کے لئے بھیجا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی دانے پیس رہی ہے۔ مگر کوئی اُسے چلانے والا موجود نہیں۔ انہوں نے اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو آپ نے فرمایا اے ابوذرؓ کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔ جن کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ وہ آل محمد ﷺ کی مدد کریں۔

ابوالشیخ نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے کہ اے لوگو! فضیلت، شرف و منزلت اور دوستی رسول کریم ﷺ اور آپ کی ذریت کے لئے ہے۔ پس بیہودہ باتوں میں نہ لگے رہنا۔

مقصد پنجم:

آیت میں ان کی تعظیم و توقیر اور تعریف کی طرف جو اشارہ کیا گیا ہے، اس کی وجہ سے سلف اکثر ان کے حقوق میں آنحضرت ﷺ کی اقتدا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ بنی ہاشم کا اکرام کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین بھی اس طریق پر چلے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو بکرؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ مجھے اپنی قرابت داروں سے صلہ رحمی کرنے کی نسبت آنحضرتؐ کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے خدا کی قسم آل محمدؐ سے صلہ رحمی کرنا زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ آپ کو آنحضرتؐ کی قرابت حاصل ہے۔ اور اس عظمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مسلمان پر عطا فرمائی ہے۔ یہ بات آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت بطور اعتذار کہی جب آپ نے انہیں رسول کریمؐ کے ترکہ کے حصول سے منع کیا۔ اس کے متعلق شبہات میں مفصل بحث گزر چکی ہے۔

اسی طرح بخاری نے حضرت ابو بکرؓ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضور کے اہلبیت کے بارے میں حضور کا لحاظ رکھو۔ اسی طرح آپ سے یہ صحیح روایت بھی ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ سے مزاح کرتے ہوئے حضرت حسنؓ کو اپنی گردن پر اٹھالیا اور فرمایا میرے باپ کی قسم میں ایسے آدمی کو اٹھائے ہوئے ہوں جو نبی کا شبیہ ہے۔ علیؓ کا شبیہ نہیں اور حضرت علی مسکرا رہے تھے۔ آپ کا یہ قول حضرت انس کے قول کے موافق ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ان سے روایت ہے کہ حضرت حسنؓ سے بڑھ کر کوئی شخص آنحضرتؐ کے مشابہ نہ تھا لیکن انہوں نے یہ بات

حضرت حسینؓ کے متعلق کہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان حضرت علیؓ کے قول کے مطابق یوں تطبیق ہوگی جیسا کہ ترمذی اور ابن حبان نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؓ سر سے سینے تک آنحضرت ﷺ سے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسینؓ نیچے کے دھڑ میں آپ سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور بنی ہاشم کی ایک جماعت وغیرہم کا بیان ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو بھی اسی طرح تشبیہ دیا کرتے تھے۔ میں نے ان کی تعداد کا تذکرہ شمائل ترمذی کی دو شرحوں میں بیان کیا ہے۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؓ، حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے آپ اس وقت منبر پر تھے۔ انہوں نے آ کر کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے۔ آپ نے فرمایا تُو نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم یہ جگہ تیرے باپ ہی کی ہے۔ پھر آپ نے انہیں پکڑ کر گود میں بٹھالیا۔ اور رو پڑے۔ حضرت علیؓ نے کہا خدا کی قسم یہ بات انہوں نے میرے مشورے سے نہیں کہی۔ آپ نے فرمایا تو نے بھی سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم میں آپ پر اتہام نہیں لگاتا۔ ذرا حضرت ابو بکرؓ کی حضرت حسنؓ سے محبت و تعظیم وتوقیر کو دیکھو کہ کس طرح آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھالیا اور رو دیئے۔ یہی واقعہ حضرت عمرؓ کو بھی پیش آیا۔ آپ نے حضرت حسنؓ سے فرمایا خدا کی قسم یہ منبر تیرے باپ کا ہے۔ میرے باپ کا نہیں تو حضرت علیؓ نے کہا خدا کی قسم میں نے اسے ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا خدا کی قسم ہم نے

آپ پر اتہام نہیں لگایا۔

ابن سعد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے حضرت حسنؓ کو پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا اور فرمایا کہ ہم نے بلندی تو آپ کے والد کے ذریعے حاصل کی ہے۔

عسکری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علیؓ آئے اور سلام کہنے کے بعد کھڑے ہو کر بیٹھنے کے لئے جگہ دیکھنے لگے۔ حضور علیہ السلام صحابہ کے چہروں کی طرف دیکھنے لگے کہ کون ان کے لئے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اور ان کے لئے جگہ خالی کر دی۔ اور کہا ابوالحسن یہاں تشریف لایئے تو وہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا اہل فضل کی فضیلت کو صاحب فضل ہی جانتا ہے۔

ابن شاذان نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عباسؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا معاملہ کیا تھا۔ تو آنحضرت ﷺ نے آپ سے یہ بات فرمائی اور اس بارے میں خود حضور علیہ السلام نے بھی نمونہ دیا ہے۔

بغوی نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو اپنے چچا

عباس کی عجیب طریق سے تعظیم کرتے دیکھا ہے۔

ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ صحابہ حضرت عباسؓ کی فضیلت کو جانتے تھے۔اس لئے وہ آپ کو مقدم کرتے اور مشورہ کرتے اور ان کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابوبکرؓ اکثر حضرت علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھتے۔حضرت عائشہؓ نے ان سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ علیؑ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

دارقطنی نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علیؑ آ گئے آپ نے انہیں دیکھ کر کہا جو شخص رسول کریم ﷺ کے نزدیک لوگوں میں سے عظیم المنزلت، قرابت کے لحاظ سے قریب تر، افضل حالت اور عظیم تر حق کے حامل کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے۔تو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے۔

اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو حضرت علیؑ کے خلاف باتیں کرتے دیکھا تو فرمایا تیرا بُرا ہو کیا تو نہیں جانتا کہ علیؑ آپؐ کے چچازاد ہیں۔اور اس کے ساتھ ہی آپ نے حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم تُو نے اس قبر والے کو تکلیف دی ہے۔ایک روایت میں ہے اگر تُو نے اس سے بغض رکھا ہے تو تُو نے رسول کریم ﷺ کی قبر میں تکلیف

دی ہے۔

ایسے ہی دار قطنی نے ابن المسیب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اشراف سے محبت کرو۔ اور اپنی عزتوں کو کمینوں سے محفوظ کرو۔ اور یاد رکھو کہ حضرت علیؓ سے دوستی رکھے بغیر شرف مکمل نہیں ہوتا۔

لوگ جناب رسول خداؐ کے پاس آئے اور کہا ہم آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تشریف رکھیے۔ اس کے بعد آپ نے بنی ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ پاک ہو کر اچھے کپڑے زیب تن کر لیں۔ جب وہ آئے تو آپ نے خوشبو نکال کر انہیں خوشبو لگائی پھر باہر نکلے تو حضرت علیؓ آپ کے سامنے آگے کی طرف تھے۔ اور ان کے دائیں اور بائیں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور پیچھے پیچھے بنو ہاشم تھے۔ آپ نے کہا اے عمرؓ دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ نہ ملانا پھر آپ مصلیٰ پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حمد و ثنا کی اور کہا اے اللہ تُو نے ہمیں ہمارے مشورہ کے بغیر پیدا کیا اور تُو ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے اعمال کو جانتا ہے۔ پس تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق کے متعلق نہیں روکا۔ اے اللہ جیسے تو نے اس کے شروع میں فضل کیا ہے، اس کے آخر میں بھی ہم پر فضل فرما۔ جابرؓ کہتے ہیں ہم ٹھہرے بھی نہ تھے کہ خوب بادل برسا اور ہم اپنے گھروں کو پانی میں چلتے ہوئے آئے تو حضرت عباسؓ نے کہا کہ میں پانچ بار بارش طلب

کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ اس میں آپ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کے باپ عبدالمطلب نے پانچ بار بارش طلب کی تو وہ سیراب کر دیئے گئے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کے لئے روزیئے مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے ابتدا کریں۔ آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آنحضرت ﷺ کے قریب ترین رشتہ داروں سے آغاز کیا۔ اور آپ کے قبیلہ کا نمبر پانچ قبائل کے بعد آیا آپ نے بدری صحابہ کو پانچ ہزار اور وہ لوگ جو بدر میں حاضر نہ ہوئے مگر اسلام میں ان کے مساوی تھے انہیں بھی پانچ ہزار اور حضرت عباسؓ کو بارہ ہزار اور حسنینؓ کو ان کے والد کے مطابق دیئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ حسنینؓ سے محبت کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی اولاد پر ان کو عطاء و بخشش میں فضیلت دی ہے۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ ہمیں تمام مخلوق میں آپ کے والد سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں۔ اور آپ کے باپ کے بعد تجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔

دار قطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کوئی بات پوچھی۔ انہوں نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں کہا: اے ابوالحسن میں اس بات

سے خدا تعالٰی کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں میں رہوں جن میں آپ نہ ہوں۔

دار قطنی کا بیان ہے کہ دو بدو، جھگڑتے ہوئے آپؓ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت علیؓ کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیا تو آپ نے ان کا فیصلہ کر دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا تو حضرت عمرؓ نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا تیرا بُرا ہو تجھے کیا علم کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ تیرا آقا اور ہر مومن کا آقا ہے اور جس کا یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ مسئلہ آپ حضرت علیؓ سے دریافت کریں، وہ زیادہ صاحب علم ہیں۔ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین اس مسئلے میں مجھے آپ کا جواب حضرت علیؓ کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت معاویہ نے کہا تو نے یہ بہت بُری بات کی ہے۔ تو نے اس آدمی کو ناپسند کیا ہے جسے رسول کریم ﷺ علم کی وجہ سے عزیز جانتے تھے۔ اور آپ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ الّا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عمرؓ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ آپ سے رجوع کرتے۔ اس بات کو دوسرے لوگوں نے بھی اس طرح بیان کیا ہے لیکن بعض نے یہ اضافہ بھی

کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کھڑا ہو جا اللہ تیری ٹانگوں کو کھڑا نہ کرے اور اس کا نام رجسٹر سے کاٹ دیا۔ حضرت عمرؓ آپ سے پوچھا کرتے تھے اور آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے۔ جب کوئی مشکل پیش آتی تو فرماتے یہاں علیؓ موجود ہے۔ حضرت زید بن ثابت نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھایا۔ جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا ہے تو آپ کے خچر کو آپ کے قریب کیا گیا تا کہ آپ سوار ہو جائیں تو حضرت ابن عباسؓ نے آپ کی رکاب پکڑ لی۔ انہوں نے کہا رسول اللہ کے چچا زاد چھوڑ دیجئے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہمیں علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت زید نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہا ہمیں نبی کریم ﷺ کے اہلبیت کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عبداللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسنؓ السبط، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس نوعمری کی حالت میں آئے۔ آپ کے بال لمبے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو بلند جگہ پر بٹھایا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی قوم نے آپ کو ملامت کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ثقہ آدمی نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے رسول کریم ﷺ کے منہ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو اس کو خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا اور میں جانتا ہوں کہ اگر

حضرت فاطمہؓ زندہ ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں۔

خطیب نے بیان کیا ہے کہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی قریش کا نوجوان، بوڑھا یا سردار آتا تو آپ انہیں مقدم کرتے اور خود ان کے پیچھے باہر نکلتے اور حضرت امام ابوحنیفہ اہلبیت کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اور ان کے ظاہری اور پوشیدہ نادار آدمیوں پر خرچ کر کے قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک خفیہ نادار آدمی کو بارہ ہزار درہم بھجوائے اور اپنے اصحاب کو بھی اس بارے میں ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور امام شافعی نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے صراحت کی ہے کہ وہ بھی ان کے شیعوں میں سے ہیں۔ یہاں تک ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کی گئیں اور آپ نے ان کے جوابات دیے۔ جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے اپنی ایک اچھوتی نظم میں کہا ہے

آل نبی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کے لئے میرا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ کل وہ ان کے ذریعہ میرے اعمال نامہ کو میرے دائیں ہاتھ میں دے گا۔

زہری نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا اور بے مقصد کہیں چلا گیا تو زین العابدینؒ نے

اُسے فرمایا تمہارا اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے مایوس ہونا جو ہر چیز پر حاوی ہے تمہارے ہر گناہ سے بڑا گناہ ہے۔ زہری نے جواب دیا اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے تو وہ اپنے اہل و مال کی طرف واپس آ گئے۔

خاتمہ:

حضور علیہ السلام نے اپنی آل کے متعلق جو خبریں دی ہیں کہ ان کو انتقامی کارروائیوں کے نتیجے میں کیا کیا مصائب و آلام پہنچیں گے اور دیگر آداب کا بیان۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میرے اہلبیت کو میری اُمت کی طرف سے قتل اور مار بھگانے کے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنوامیہ، بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے لیکن اس میں اسمٰعیل بھی ہے۔ جس کے متعلق جمہور نے کہا ہے کہ وہ سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے اور بخاری نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور ترمذی نے اس سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ ثقہ مقارب الحدیث ہے اور اہلبیت سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والا مروان بن الحکم ہے۔ گویا یہ وہ حدیث کا راز ہے جسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا وہ اُسے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے کر آتا اور آپ اس کے لئے دعا فرماتے۔ جب مروان کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا یہ گرگٹ کا بیٹا

گرگٹ ہے اور ملعون بن ملعون ہے اور اس کے بعد محمد بن زیاد سے تھوڑی سی بات
بیان ہوئی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی تو
مروان نے کہا یہ بیعت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی سنت کے مطابق ہے۔ تو عبدالرحمٰن بن ابو بکر
نے کہا یہ ہرقل اور قیصر کی سنت کے مطابق ہے تو مروان نے اُسے کہا تیرے ہی
بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

والذی قال لوالدیہ اف لکما   جس نے اپنے والدین سے کہا کہ تم پر اُف
ہے۔

جب یہ خبر حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا! اُس نے جھوٹ
بولا خدا کی قسم یہ وہ شخص نہیں ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے مروان کے باپ پر اس
وقت لعنت فرمائی جب مروان اس کی صلب میں تھا۔

القضاعی وغیرہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جس کا عمل اُسے ست رکھتا ہے،
اس کا نسب اُسے تیز نہ کرے گا۔ یہ مسلم کی حدیث ہے اور اس سے پہلے بیان ہو چکا
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس حدیث کی تخصیص اپنے اہلبیت سے کی ہے تا کہ
انہیں تقویٰ اللہ اور خشیت الٰہی کی ترغیب دی جائے اور انہیں انتباہ کیا جائے کہ
قیامت کے روز تقویٰ کے بغیر کوئی آدمی ان کے قریب نہ ہو سکے گا۔ اور وہ اپنے
نسب کے غرور میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیں اور قیامت کے روز آپ کے اولیاء

صرف متقی لوگ ہوں گے۔ خواہ کوئی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ جب زید بن موسیٰ کاظمؑ نے مامون کے خلاف خروج کیا اور مامون کامیاب ہوا تو اس نے انہیں ان کے بھائی علی الرضا کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اسے بہت زجر و توبیخ کی۔ جس میں ایک بات یہ بھی کہی کہ تُو خونریزی کرنے، راستوں میں خوف پیدا کرنے اور ناجائز صورت میں مال حاصل کرنے کی وجہ سے رسول کریم ﷺ کا قائل نہ ہوگا۔ تجھے کوفہ کے بیوقوفوں نے فریب میں مبتلا کر دیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہؓ نے پاک دامنی کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کی ذریت پر حرام کر دیا ہے۔ یہ بات صرف حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے متعلق ہے۔ جو آپ کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ میرے اور تیرے لئے۔ خدا کی قسم انہوں نے یہ بھی یہ مقام اطاعت الٰہی سے حاصل کیا ہے۔ جبکہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے، جسے انہوں نے اطاعت الٰہی سے حاصل کیا ہے۔ تب تو تُو اللہ کے ہاں ان سے زیادہ مکرم ہوا۔ پس اس بات پر غور کرو کہ اس قابل عزت گھرانے میں سے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کا کتنا بڑا مقام ہے اور جو شخص ان میں سے اس بات پر غور کرے گا وہ اپنے نسب کے فریب میں نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس مقام کو حاصل کر لے گا۔ اور ان کے عظیم کارناموں اور ان کے زہد

وعبادات کی اقتدا کرے گا اور ان کی طرح قیمتی علوم اموال اور جلیل القدر خوارق سے آراستہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات کو دوبارہ عطا فرمائے اور ہمارا حشر ان کے محبوں کے زمرہ میں ہو۔ آمین

ابو نعیم نے محمد الجواد التقیؒ سے جو علی الرضا کے بیٹے ہیں جن کا ذکر ابھی گزر چکا ہے۔ بیان کیا ہے کہ ان سے حدیث

ان فاطمۃ احصنت فرجھا کہ حضرت فاطمہؓ نے پاکدامنی اختیار کی

کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے وہی جواب دیا جو آپ کے باپ نے دیا تھا کہ یہ حدیث حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے خاص ہے اور جب زید نے اپنے باپ حضرت زین العابدینؒ سے خروج کے بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے خدشہ ہے کہ تو کوفہ کی زمین میں مقتول و مصلوب ہوگا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ خروج سفیانی سے قبل اولاد فاطمہؓ میں سے جو شخص بھی سلاطین کے خلاف خروج کرے گا مارا جائے گا۔ تو جیسا آپ کے باپ نے کہا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا۔ اس باب میں یہ تمام قصہ بیان ہو چکا ہے۔

بعض ائمہ حدیث وفقہ سے عاشورہ کے روز سرمہ لگانے، غسل کرنے، مہندی لگانے، دانے پکانے، نئے کپڑے پہننے اور خوشی کا اظہار کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی

آپ کے اصحاب میں سے کسی کی کوئی حدیث آئی ہے۔ اور نہ ہی ائمہ مسلمین میں سے ائمہ اربعہ اور نہ کسی اور نے اسے پسند کیا ہے۔ اور نہ ہی کتب معتبرہ میں اس کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث آئی ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جو اس روز سرمہ لگائے گا سال بھر اس کی آنکھ دکھنے نہ آئے گی اور جو غسل کرے گا وہ سال بھر بیمار نہ ہوگا اور جو عیال پر کھلا خرچ کرے گا سارا سال اللہ تعالیٰ اس کو وسعت دے گا۔ یا اس قسم کی اور باتیں جیسے کہ اس دن نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور یہ کہ اس روز آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچایا گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے عوض مینڈھا فدیہ دیا گیا اور یوسف علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کو واپس ملے یہ سب باتیں موضوع ہیں۔ (گھڑی ہوئی ہیں بنی امیہ کے درباری علماء کی)

اور حاکم نے صراحت کی ہے کہ اس روز سرمہ لگانا بدعت ہے اس روایت کے ساتھ ایک پیشگوئی بھی ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز سرمہ لگائے گا اس کی آنکھ کبھی نہ دکھنے نہیں آئے گی، لیکن حاکم نے اسے منکر کہا ہے۔ بعض حفاظ کا کہنا ہے کہ ابن جوزی نے حاکم کے طریق پر اور اس طریق کے علاوہ بھی اسے موضوعات میں شامل کیا ہے۔

المجد اللغوی نے حاکم سے نقل کیا ہے کہ روزہ کے علاوہ دوسری تمام

احادیث جن میں نماز، انفاق، خضاب، تیل اور سرمہ لگانے اور دانے پکانے کی فضیلت کا ذکر آیا ہے، سب موضوع اور افتراء ہیں۔(۱) یہی وجہ ہے کہ ابن القیم نے صراحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ عاشورہ کے روز سرمہ لگانے، تیل لگانے اور خوشبو لگانے والی حدیث کذابین کی وضع کردہ حدیثوں میں سے ہے۔(۱)

(۱) ابن رجب نے لطائف المعارف میں کہا ہے کہ سرمہ لگانے، خضاب لگانے اور نہانے کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے یہ سب موضوع ہیں اور صحیح نہیں۔

اور جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے، نص حدیث کی رو سے وہ ان کے ساتھ ہونے کی آرزو کر سکتا ہے۔ اور یہ میرے جیسے کمزور اور کوتاہ عمل انسان کی معذوری ہے کہ وہ صادقین کے سے عمل کرے یا مخلصین کے احوال سے آراستہ ہو لیکن خدائے ذوالجلال والاکرام سے عطیات و بخششوں کی امید ان شاء اللہ ہمیں قبولیت اور انعام سے نوازے گی۔ کیونکہ وہ اکرم کریم اور ارحم الراحمین ہے۔

فصل دوم

اس فصل میں اہل بیت کے متعلق احادیث بیان ہوں گی ان میں سے اکثر احادیث پہلی فصل میں بیان ہو چکی ہیں لیکن اس فصل میں انہیں بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ وہ بہت جلدی مستحضر ہو جائیں

○ دیلمی نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری اولاد کے متعلق مجھے اذیت دے گا، اس پر سخت غضب الٰہی ہوگا اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو اُسے دیا ہے اُس سے لطف اندوز ہو تو اسے میرے اہل بیت کے بارے میں میرا اچھا جانشین ہونا چاہئے اور جو ان کے بارے میں میرا اچھا جانشین نہ ہوا اُس کی عمر کاٹ دی جائے گی اور وہ قیامت کے روز میرے پاس روسیاہ ہو کر آئے گا۔

○ حاکم نے ابوذرؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات

پائے گا اور جو پیچھے رہے گا ہلاک ہوگا اور بزار کی روایت میں اسے حضرت ابن عباسؓ
اور حضرت ابن زبیر سے بیان کیا گیا ہے۔ اور حاکم نے ابوذرؓ ہی سے ایک اور روایت
بیان کی ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے جو اس
میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہے گا غرق ہو جائے گا۔

○ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میں سب
سے پہلے اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش میں
سے قریب ترین رشتہ داروں کی۔ پھر انصار کی پھر ان لوگوں کی جو مجھ پر ایمان لائے
اور اہل یمن میں سے جنہوں نے میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور
جس کی میں پہلے سفارش کروں گا وہ افضل ہوگا۔

○ حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا
ہے کہ تم میں سے بہتر آدمی وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے لئے بہتر
ہوگا۔

○ ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم
ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا سے اس لئے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھانے کو دیتا
ہے اور میرے ساتھ اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ اور میری محبت کی وجہ سے
میرے اہلبیت سے محبت رکھو۔

○ ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کرے گا، میں اس کا بدلہ اُسے قیامت کو دوں گا۔

○ خطیب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا، جب وہ مجھے ملے گا اس کا بدلہ میرے ذمہ ہوگا۔

○ ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

○ ابو یعلی نے سلمہ بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آسمان والوں کے لئے ستارے باعثِ امان ہیں۔ اور میری اُمت کے لئے میرے اہلبیتؑ باعثِ امان ہیں۔

○ حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے رب نے میرے اہل بیت کے متعلق مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو توحید اور میرے متعلق احکام کے پہنچانے کا اقرار کرے گا وہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

○ ترمذی نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ فرشتہ آج کی رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھ پر سلام بھیجنے اور یہ خوشخبری دینے کی اجازت طلب کی ہے کہ فاطمہؑ مستوراتِ جنت کی سیدہ اور حسنؑ اور حسینؑ نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔

○ ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔

○ ابن ماجہ نے عباس بن عبدالمطلب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب میرے اہل بیت میں کوئی ان کے پاس جا کر بیٹھتا ہے تو وہ اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان سے محض للہ اور میری قرابت کی خاطر محبت نہ کرے۔

○ احمد اور ترمذی نے حضرت علیؑ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے اور ان کے ماں اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

○ ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا ہے کہ ہم اولادِ عبدالمطلب اہل جنت کے سردار ہیں یعنی میں، حمزہؓ علیؓ، جعفرؓ، حسنؓ، حسینؓ اور امام مہدیؓ۔

○ طبرانی نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہؓ کے ہر عورت کے بیٹوں کا عصبہ (کنبہ) ہوتا ہے۔ جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

○ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہؓ کے ہر عورت کے بیٹے کا عصبہ جو ان کے باپ کی طرف سے ہے فنا ہونے والا ہے۔ پس میں ہی ان کا عصبہ اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

○ طبرانی نے حضرت فاطمہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہؓ کے ہر عورت کے بیٹے، اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی، ان کا عصبہ اور ان کا باپ ہوں۔

○ احمد اور حاکم نے مسور سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہؓ میرے وجود کا ٹکڑا ہے جو اُسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا اور جو اُسے خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا۔ قیامت کے روز میرے نسب سبب اور دامادی کے سوا سب انساب منقطع ہو جائیں گے۔

○ بزار، ابو یعلی اور طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہؓ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کی ذریت پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔

○ احمد، نسائی اور الضیاء نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے اور ان کا تم پر حق ہے جب تک وہ رحم طلب کرنے پر رحم کریں اور فیصلہ طلب کرنے پر عدل کریں اور اگر عہد کریں تو اُسے پورا کریں اور جو ان میں سے ایسا نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی قیمت اور معاوضہ قبول نہ کرے گا۔

فصل سوم

اس فصل میں حضرت فاطمہؑ اور حسنین کے متعلق احادیث بیان ہونگی ۔

۱۔ ابوبکر نے الغیلانیات میں ابوایوب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دو بطنوں سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو! فاطمہ بنت محمد ﷺ کے پل صراط سے گزرنے تک سروں کو جھکائے رکھو اور نگاہوں کو نیچی رکھو۔ آپ پل صراط سے ستر ہزار لونڈیوں کے ساتھ جو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے ہوں گی بجلی کے کوندے کی طرح گزر جائیں گی۔

۲۔ ابوبکر ہی نے ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دو بطنوں سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو! اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو تا کہ حضرت فاطمہؓ گزر کر جنت میں چلی جائیں (۱)

(۱) اس حدیث کو حاکم اور تمام نے اپنے فوائد میں اور ابن بشران، خطیب، ابوبکر الشافعی اور ابوالفتح ازدی نے بیان کیا ہے۔

۳۔ احمد، شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے مسور بن مخرمتہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کے نکاح کی اجازت طلب کی۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ پھر کہتا ہوں کہ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ پھر کہتا ہوں کہ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ سوائے اس کے کہ علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دینا چاہے اور ان کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہے۔ فاطمہؓ میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے قلق و اضطراب میں ڈالتی ہے وہ مجھے بھی مضطرب کرتی ہے اور جو چیز اس کے لئے اذیت کا باعث ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔

۴۔ شیخین نے حضرت فاطمہؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ جبریل ہر سال مجھے قرآن پاک کا ایک دور کرایا کرتا تھا۔ مگر امسال اس نے مجھے دو دور کروائے ہیں۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میری وفات کا وقت آ گیا ہے۔ آپ میرے اہلبیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملیں گے۔ اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ وہ بہترین سلف ہے جو میں تیرے لئے چھوڑے جا رہا ہوں۔

۵۔ احمد، ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن زبیر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہؓ میرے وجود کا ٹکڑا ہے جو چیز اُسے تکلیف و اذیت دیتی ہے، وہ مجھے بھی تکلیف و اذیت دیتی ہے۔

۶۔ شیخین نے حضرت فاطمہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے مجھے فرمایا اے فاطمہ کیا تو مومناتِ جنت کی سردار ہونے سے راضی نہیں۔

۷۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ میرے اہل میں سے فاطمہؓ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

۸۔ حاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ سوائے مریم بنت عمران کے فاطمہؓ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

۹۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی سے فرمایا کہ فاطمہؓ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے۔ اور تو مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے۔

۱۰۔ احمد اور ترمذی نے ابی سعید سے اور طبرانی نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت اسامہ بن زید اور براء سے اور ابن عدی نے حضرت ابن مسعود نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ نوجوانان بہشت کے سردار ہیں۔

۱۱۔ ابن عساکر نے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے اور طبرانی نے قرۃ اور مالک بن الحویرث سے اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے حسنؓ اور حسینؓ نوجوانان بہشت کے سردار ہیں۔ اور ان کا باپ ان

دونوں سے بہتر ہے۔

۱۲۔ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ کیا تو نے اس بادل کو نہیں دیکھا جو اس سے پہلے میرے سامنے آیا تھا۔ وہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے قبل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کہنے اور یہ خوشخبری دینے کے لئے اجازت طلب کی ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہؓ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

۱۳۔ طبرانی نے حضرت فاطمہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسنؓ، میری ہیبت اور سرداری اور حسینؓ میری جرأت اور سخاوت کا نشان ہے۔

۱۴۔ ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔

۱۵۔ ابن عدی اور ابن عساکر نے ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

۱۶۔ ترمذی اور ابن حیان نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں حسنؓ و حسینؓ میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔ پس تو بھی ان سے محبت رکھ۔ اور جوان

دونوں سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت رکھ۔

۱۷۔ احمد، اصحاب سنن اربعہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے کہ

انما اموالکم واولادکم فتنة۔ کہ تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں

میں نے ان دونوں لڑکوں کو چلتے اور لڑکھڑاتے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو ختم کر کے انہیں اٹھالیا۔

۱۸۔ ابوداؤد نے مقدام بن معدیکرب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسنؓ مجھ سے اور حسینؓ علیؓ سے ہیں۔

۱۹۔ بخاری، ابویعلی، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے میری خالہ کے بیٹوں عیسیٰ بن مریمؑ اور یحییٰ بن زکریا کے، حسنؓ اور حسینؓ نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہؓ سوائے مریم کے جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

۲۰۔ احمد اور ابن عساکر نے مقدام بن معدیکرب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسنؓ مجھ سے اور حسینؓ علیؓ سے ہے۔

۲۱۔ طبرانی نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ عرش کی تلواریں ہیں۔

۲۲۔ احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے ابوبکرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا یعنی حضرت حسنؓ کے ذریعے۔

۲۳۔ بخاری نے ادب المفرد میں اور ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلیٰ بن مُرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسینؓ مجھ سے اور میں اُس سے ہوں۔ جو حسینؓ سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔ حسنؓ اور حسینؓ اسباط میں سے سبطین ہیں۔

۲۴۔ ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت میں سے حسنؓ اور حسینؓ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۲۵۔ احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ جو حسنؓ اور حسینؓ سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

۲۶۔ ابویعلیٰ نے حضرت جابرؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نوجوانانِ بہشت کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ حسنؓ کو دیکھ لے۔

۲۷۔ بغوی نے اور عبدالغنی نے الایضاح میں حضرت سلمان فارسیؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ہارون نے اپنے بیٹوں کا نام شبر اور شبیر رکھا اور میں نے حضرت ہارون

کے مطابق اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔ (جو شبر اور شبیر کا عربی ترجمہ ہے)

ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حسنؓ اور حسینؓ اہل جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔

۲۸۔ ابن سعد اور طبرانی نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؓ میرے بعد ارضِ طف میں مارا جائے گا اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لایا اور بتایا کہ اس جگہ وہ قتل ہو کر پڑا ہوگا۔

۲۹۔ ابوداؤد اور حاکم نے ام الفضل بنت الحرث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جبریل نے مجھے آ کر بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے یعنی حسینؓ کو عنقریب قتل کرے گی اور وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لایا۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ تیرا یہ بیٹا یعنی حسینؓ قتل ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو میں اس جگہ کی مٹی آپ کو دکھاؤں جہاں یہ قتل ہوگا۔ آپ نے فرمایا پھر اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھائی۔

۳۰۔ بغوی نے اپنی معجم میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بارش کے فرشتے نے میری زیارت کے لئے اپنے رب

سے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت عطا فرما دی۔ اس روز حضرت ام سلمہؓ کی باری تھی۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا دروازے کی نگرانی کرنا تا کہ کوئی آدمی داخل نہ ہو۔ ابھی وہ دروازے پر ہی تھیں کہ حضرت حسینؓ اندر گھس آئے اور چھلانگ لگا کر آپ پر سوار ہو گئے۔ اور حضور علیہ السلام انہیں چومنے لگے۔ تو فرشتے نے آپ سے کہا کیا آپ کو ان سے محبت ہے۔ فرمایا ہاں۔ فرشتے نے کہا عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں یہ قتل ہوگا۔ اس نے آپ کو وہ جگہ دکھائی اور سرخ مٹی بھی لے کر آیا۔ ام سلمہ نے اُسے لے کر کپڑے میں باندھ لیا۔ ثابت کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے۔

ابو حاتم نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اور احمد نے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے اور عبد بن حمید اور ابن احمد نے بھی ایسی ہی ایک روایت بیان کی ہے لیکن اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ وہ فرشتہ جبریل تھا۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ دو واقعے ہیں اور دوسری میں یہ اضافہ بھی ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا کرب وبلا کی خوشبو آتی ہے۔ سھلۃ بکسر الاول سخت ریت کو کہتے ہیں۔ جو باریک اور نرم نہ ہو۔

الملا کی روایت اور ابن احمد کی زیادۃ المسند میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ

کہتی ہیں کہ پھر آپ نے وہ مٹی مجھے دے دی۔ اور فرمایا کہ یہ اس زمین کی مٹی ہے جہاں اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں میں نے اس مٹی کو ایک بوتل میں رکھ دیا اور میں کہا کرتی تھی کہ ایک دن یہ خون میں تبدیل ہو جائے گی۔ وہ بہت بڑا دن ہوگا۔ اور حضرت ام سلمہؓ ہی کی روایت میں ہے کہ قتل حسینؓ کے روز میں نے اسے پکڑا تو وہ خون ہو گئی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ پھر جبریل نے کہا کیا میں آپ کو ان کے قتل گاہ کا مٹی دکھاؤں وہ چند مٹھیاں مٹی لے کر آیا۔ جسے میں نے ایک بوتل میں رکھ دیا۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں جب قتل حسینؓ کی رات آئی تو میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا

اے حسینؓ کو جہالت سے قتل کرنے والو۔ تمہیں عذاب وذلت کی خوشخبری ہو تم پر ابن داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے لعنت پڑ چکی ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں رو پڑی اور میں نے بوتل کو کھولا تو وہ مٹی خون ہو کر بہہ پڑی اور ابن سعد نے شعبی سے بیان کیا ہے۔ کہ صفین کی طرف جاتے ہوئے حضرت علیؓ کربلا سے گزرے۔ یہ فرات کے کنارے نینوی بستی کے بالمقابل ہے۔ آپ نے وہاں کھڑے ہو کر اس زمین کا نام پوچھا آپ کو بتایا گیا کہ اسے کربلا

کہتے ہیں تو آپ رو پڑے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ پھر فرمایا میں رسول کریم ﷺ کے پاس گیا تو آپ رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کس وجہ سے گریہ کناں ہیں فرمایا۔ ابھی جبریل نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؓ فرات کے کنارے ایک جگہ قتل ہوگا۔ جسے کربلا کہا جاتا ہے۔ پھر جبریل نے ایک مٹھی میں مٹی پکڑ کر مجھے سونگھائی تو میں اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکا۔

احمد نے حضرت علیؓ سے مختصر روایت کی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا۔ آگے ساری وہی حدیث بیان کی ہے۔

الملا نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ قبر حسینؓ کربلا کے پاس سے گزرے اور فرمایا یہاں ان کی سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہاں ان کے کوچ کی جگہ ہے۔ یہ آلِ محمد کے نوجوانوں کے خون بہنے کی جگہ ہے وہ اس میدان میں قتل ہوں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔

ابن سعد نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک کمرہ تھا۔ جس کی سیڑھی حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تھی۔ جس سے آپ چڑھ کر وہاں جایا کرتے تھے۔ جب آپ جبریل علیہ السلام سے ملاقات کا ارادہ کرتے تو وہاں چڑھ جاتے اور حضرت عائشہؓ کو حکم دے دیا کرتے تھے کہ کوئی آدمی اوپر نہ آئے۔ حضرت حسینؓ حضرت عائشہؓ کی لاعلمی میں اوپر چڑھ گئے تو جبریل نے کہا یہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے۔آپ نے حضرت حسینؓ کو پکڑ کر اپنی ران پر بٹھالیا تو جبریل نے آپ سے کہا کہ عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا میرے بیٹے کو، جبریل نے کہاہاں! اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس علاقے کے متعلق بھی بتادوں۔جس میں اُسے قتل کیا جائے گا تو جبریل نے عراق کے علاقے طف کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہاں سے سرخ مٹی اٹھا کر آپ کو دکھائی اور کہا یہ اس جگہ کی مٹی ہے جہاں حضرت حسینؓ قتل ہوکر گریں گے۔

ترمذی نے حضرت ام سلمہؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے حضرت نبی کریم ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا اور آپ کے سر اور داڑھی میں مٹی پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ابھی حسینؓ کو قتل کیا گیا ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ نے نصف النہار کے وقت آپ کو پراگندہ مُو، غبار آلود صورت میں دیکھا۔آپ ہاتھ میں ایک خون کی بوتل اٹھائے ہوئے تھے۔حضرت ابن عباسؓ نے آپ سے پوچھا تو فرمایا یہ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔میں اس دن سے ہمیشہ اس کی جستجو میں رہا۔یہاں تک کہ حضرت حسینؓ حضور علیہ السلام کے فرمان کے عین مطابق ارض عراق میں، نواحِ کوفہ میں، کربلا

میں شہید ہوگئے۔ یہ جگہ طف کے نام سے بھی معروف ہے۔ آپ کو سنان بن نخعی نے قتل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک اور آدمی نے آپ کو ۶۱ھ میں دس محرم کو جمعہ کے روز ۵۶ سال چند ماہ کی عمر میں قتل کیا۔ جب وہ آپ کو قتل کر چکے تو آپ کے سر کو یزید کی طرف بھیجا۔ اور پہلی منزل میں اُتر کر پانی پینے لگے۔ اسی اثناء میں ایک ہاتھ دیوار سے باہر آیا۔ جس کے ساتھ ایک لوہے کا قلم تھا۔ اس نے خون سے ایک سطر لکھی۔

کیا وہ امت جس نے حسینؓ کو قتل کیا ہے، یوم حساب کو اس کے نانا کی شفاعت کی اُمید رکھتی ہے۔

پس وہ سر کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس شعر کو منصور بن عمار نے بیان کیا ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی ذکر کیا ہے۔ کہ یہ شعر رسول کریم ﷺ کی بعثت سے تین سو سال قبل ایک پتھر پر پایا گیا۔ اور وہ ارض روم کے ایک گرجا میں بھی لکھا ہوا تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ اسے کس نے لکھا ہے(۱)

(۱) ایک روایت میں ہے کہ یہ شعر ایک گڑھے میں پایا گیا جسے ایک نجران کے آدمی نے کھودا تھا۔ اسے حاکم ابو عبداللہ نے اپنی امالی میں بیان کیا ہے۔

حافظ ابو نعیم نے کتاب دلائل النبوۃ میں ازدیہ کی نصرت کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے کہا جب حضرت حسینؓ بن علی قتل ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ صبح ہوئی تو ہمارے کنویں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔ آپ کے قتل کے روز جو نشانات ظاہر

ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان اس قدر تاریک ہو گیا کہ دن کے وقت ستارے نظر آنے لگے۔ جو پتھر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔

ابو شیخ نے بیان کیا ہے کہ ان کے لشکر میں جو گھاس تھی وہ راکھ میں تبدیل ہو گئی۔ اس وقت وہ ایک قافلہ میں تھے جو یمن سے عراق جانا چاہتا تھا۔ وہ انہیں ان کے قتل کے وقت ملا تھا۔

ابن عینیہ نے اپنی دادی سے بیان کیا ہے کہ ایک اونٹ والے کی گھاس راکھ میں تبدیل ہوئی اور اس نے اس کی خبر اُسے دی۔ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت سے انہیں چوہوں کی طرح کی چیز نظر آتی۔ انہوں نے اسے پکایا تو وہ مصبتر کی طرح کڑوا ہو گیا۔ آپ کے قتل کی وجہ سے آسمان سرخ ہو گیا اور سورج کو گرہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ نصف النہار کو ستارے نظر آنے لگے۔ لوگ خیال کرنے لگے کہ قیامت برپا ہو گئی ہے۔ اور شام میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون نظر آتا۔

عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قتل کے بعد آسمان سات روز تک ٹھہرا رہا۔ دیواریں سرخی کی شدت سے سرخ چادروں کی طرح نظر آتی تھیں۔ اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تمام دنیا تین روز تک

تاریک رہی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔

ابوسعید کہتے ہیں کہ دنیا میں جو پتھر بھی اٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون ملا اور آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ جس کا اثر مدت تک کپڑوں پر رہا۔ یہاں تک کہ کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

ثعلبی اور ابونعیم نے جو کچھ ذکر ہو چکا ہے، بیان کیا ہے یعنی یہ کہ ان پر خون کی بارش ہوئی اور ابونعیم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ صبح ہوئی تو ہمارے کنویں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ خراسان، شام اور کوفہ میں در و دیوار پر خون کی طرح بارش ہوئی اور جب سرِ حسین کو زیاد کے گھر لایا گیا تو اس کی دیواریں خون بن کر بہہ گئیں۔

ثعلبی نے بیان کیا ہے کہ آسمان رو پڑا اور اس کا رونا اس کی سرخی تھی اور دوسروں نے کہا کہ آسمان کے افق قتل حسینؓ کے بعد چھ ماہ تک سرخ رہے پھر اس کے بعد بھی ہمیشہ سرخی دیکھی جاتی رہی۔

ابن سیرین نے کہا ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ شفق کے ساتھ جو سرخی ہوتی ہے وہ قتل حسینؓ سے قبل نہ ہوتی تھی اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ سرخی قتل حسینؓ سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ ہمارا غصہ چہرہ کی سرخی پر اثر انداز ہوتا۔ اور حق تعالیٰ جسمانیات سے پاک ہے پس اس نے قاتلین حسینؓ پر ان کے عظیم گناہ کی وجہ سے اپنے غضب کا اظہار افق کی سرخی سے کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عباس کو بدر کی جنگ میں قیدی بنایا گیا تو ان کے رونے کی آواز نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کی نیند اچاٹ کردی۔ پس حسینؓ کے رونے سے ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔

جب حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی مسلمان ہوگیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اسے فرمایا میرے سامنے نہ آنا کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ میں محبوبوں کو قتل کرنے والوں کو دیکھوں۔ وہ کہتے ہیں یہ بات آپ نے اس امر کے باوجود کہی کہ اسلام ماقبل کی باتوں کو ختم کردیتا ہے۔ پس حضور علیہ السلام کی قلبی کیفیت قاتل حسینؓ اور آپ کے قتل کا حکم دینے والے کے دیکھنے سے کیا ہوئی ہوگی۔ آپ کے اہل کو اونٹوں کے کجاوں پر لاد کر لے جایا گیا۔ اور یہ بات جو بیان ہوئی ہے کہ شام یا دنیا میں جو پتھر اٹھایا جاتا، اس کے نیچے تازہ خون دیکھا جاتا۔ یہ واقعہ حضرت علیؓ کے قتل کے روز بھی ہوا جیسا کہ بیہقی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے زہری سے بیان کیا ہے کہ وہ شام آئے اور الغزو جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے عبدالملک کے پاس آ کر اُسے اطلاع دی۔ حضرت علیؓ کے قتل کے روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون نظر آتا۔ پھر اُس نے کہا یہ بات میرے اور تیرے سوا جاننے

والا کوئی باقی نہیں رہا پس تُو یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ وہ کہتے ہیں پھر میں نے اس کی موت کے بعد لوگوں کو یہ بات بتائی اور انہی سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبدالملک کے علاوہ کسی اور آدمی نے یہ بات بتائی۔

بیہقی کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ واقعہ قتل حسینؓ کے وقت ہوا اور شاید خون دونوں کے قتل کے وقت پایا گیا ہو۔

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ایک مجمع میں لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ جس کسی نے بھی قتل حسینؓ میں معاونت کی ہے اُسے موت سے پہلے مصیبت آئی ہے تو ایک بوڑھے نے کہا میں نے بھی قتل حسینؓ میں مدد دی تھی مجھے تو کوئی مصیبت نہیں آئی۔ پس وہ چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھا تو اُسے آگ نے پکڑ لیا اور وہ آگ آگ کہتا ہوا فرات میں گھس گیا۔ مگر آگ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ مر گیا۔

منصور بن عمار نے بیان کیا ہے کہ ان میں سے بعض پیاس کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اور ایک پیاسے کو پلاتا تھا مگر وہ سیراب نہ ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک کے حالات بہت لمبے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا وہ اُسے گردن پر رسی کی طرح لپیٹ لیتا۔

سبط ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ کربلا میں ایک آدمی نے ان

کی میزبانی کی تو انہوں نے گفتگو کے دوران کہا کہ قتل حسین میں جو شخص بھی شریک ہوا بُری موت مرا ہے تو میزبان نے اس بات کی تکذیب کی اور کہا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ رات کے آخری حصے میں وہ چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھا تو آگ لپک کر اس کے جسم کو لگ گئی اور اُسے جلا کر رکھ دیا۔ سدی کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے اُسے دیکھا ہے وہ کوئلے کی طرح ہو گیا تھا۔

زہری نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قاتلین میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں جسے اس دنیا میں سزا نہ دی گئی ہو یا وہ قتل ہوا یا اندھا ہو گیا یا روسیاہ ہو گیا یا تھوڑے عرصے میں اس کی حکومت جاتی رہی۔

سبط ابن جوزی نے واقدی سے بیان کیا ہے ایک بوڑھا آپ کے قتل میں شریک ہوا تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھے پن کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اس نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ آستینیں چڑھائے اور ہاتھ میں تلوار پکڑے ہوئے ہیں۔ آپ کے سامنے چمڑے کی بساط پڑی ہے اور دس قاتلین حسین آپ کے سامنے ذبح کیے ہوئے پڑے ہیں۔ پھر آپ نے اس پر لعنت کی اور اس کی روسیاہی کی زیادتی پر اُسے بُرا بھلا کہا اور پھر خونِ حسین سے ایک سلائی اس کی آنکھ میں ڈالی۔ جس سے وہ اندھا ہو گیا۔(۱)

(۱) ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت حسین کے قتل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فتنوں کے بارے میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے اکثر صحیح ہیں۔ آپ کے قاتلین میں سے دنیا میں کوئی کم ہی آفت و مصیبت سے بچا ہے۔ کسی کو جنون نے آلیا۔

اکثر پاگل ہو گئے۔

ایسے ہی اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے سر حسینؓ کو اپنے گھوڑے کے سینے پر لٹکایا اور کچھ دنوں کے بعد اس کا چہرہ تارکول سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا۔ اُسے کہا گیا تو عربوں میں سے سب سے زیادہ سیاہ چہرہ آدمی تھا تو اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے سر حسینؓ کو اٹھایا ہے ہر رات مجھے دو آدمی میرے بستر سے پکڑ کر شعلہ زن آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور مجھے اس میں پھینک دیتے ہیں اور میں وہاں سے اُلٹے پاؤں لوٹتا ہوں جیسے کہ تُو دیکھ رہا ہے پس وہ مجھے دھکے دیتے ہیں۔ پھر وہ نہایت بُری حالت میں مر گیا۔

ایسے ہی اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک بوڑھے نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک تھال پڑا ہے جس میں خون ہے اور لوگوں کو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور آپ ان کو خون سے لتھڑ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں بھی آپ کے پاس پہنچا تو میں نے کہا میں تو قتل حسینؓ کے وقت موجود نہ تھا تو آپ نے مجھے فرمایا تیری خواہش تھی کہ حسینؓ قتل ہو پھر آپ نے اپنی انگلی سے میری طرف اشارہ کیا تو میں اندھا ہو گیا۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ ایک شخص نے کہا اللہ تعالیٰ فاسق بن فاسق حسینؓ کو قتل کرے تو اللہ تعالیٰ نے دو ستارے اس کی

آنکھوں میں دے مارے اور وہ اندھا ہو گیا۔

بارزی نے منصور سے بیان کیا ہے کہ اس نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا جس کا چہرہ خنزیر کی طرح تھا۔ اس نے اس سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا وہ ہر روز حضرت علیؑ پر ہزار بار لعنت کرتا تھا اور جمعہ کو کئی ہزار مرتبہ اور اس کی اولاد بھی اس میں شامل ہوتی تھی۔ پھر میں نے حضرت نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور اس نے ایک لمبا خواب بتایا۔ جس میں یہ بات یہ بھی تھی کہ حضرت حسنؑ نے حضور علیہ السلام کے پاس میری شکایت کی تو آپ نے مجھ پر لعنت کی۔ پھر میرے چہرے پر تھوک دیا تو آپ کے تھوک کی جگہ خنزیر بن گئی اور لوگوں کے لئے ایک نشان ہو گیا۔

الملا نے حضرت ام سلمہؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت حسینؑ پر جنات کو نوحہ کرتے سنا اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ آپ اس قدر روئیں کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔

بخاری نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ان سے ایک آدمی نے پوچھا کہ مچھر کا خون پاک ہے یا ناپاک۔ آپ نے فرمایا تُو کن لوگوں میں سے ہے۔ اس نے جواب دیا میں اہل عراق میں سے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ذرا اس شخص کو دیکھو یہ مجھ سے مچھر کے خون کے متعلق پوچھتا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور میں نے حضور علیہ

السلام کو فرماتے سنا ہے کہ یہ میرے دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

آپ کے مدینہ سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ جب ۶۰ھ میں یزید خلیفہ بنا تو اس نے اپنے مدینہ کے گورنر کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت حسینؓ سے میری بیعت لے تو آپ مکہ تشریف لے گئے۔ کوفیوں نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے آپ کی طرف پیغامات بھیجے کہ آپ کوفہ چلے آئیں۔ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور جو ظلم ہم سے ہو چکے ہیں ان سے درگزر فرمادیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو روکا اور بتایا کہ یہ لوگ دھوکہ باز ہیں۔ انہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو بے یارومددگار چھوڑ دیا۔ مگر حضرت حسینؓ نے آپ کی بات نہ مانی۔ پھر آپ نے کہا کہ آپ اہل وعیال کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اس سے بھی آپ نے انکار کیا۔ تو حضرت ابن عباسؓ رو پڑے اور کہا ہائے میرے پیارے۔ حضرت ابن عمر نے بھی آپ کو روکا۔ مگر آپ نہ مانے تو حضرت ابن عمر نے روتے ہوئے آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا اے مقتول میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت ابن زبیر نے بھی آپ کو روکا تو آپ نے انہیں کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مکہ میں ایک مینڈھا ہے جس سے مکہ کی حرمت پامال ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ میں وہ مینڈھا بنوں۔ جب آپ اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے پاس پہنچے تو آپ ایک طشت میں وضو کر رہے تھے۔ آپ نے رو رو کر اس طشت کو آنسوؤں سے بھر دیا۔ مکہ

میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو آپ کے اس سفر سے غمگین نہ ہو۔ آپ نے اپنی آمد سے قبل مسلم بن عقیل کو بھیجا تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت کرلی۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ لوگوں نے بیعت کی۔ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا اس نے آ کر آپ کو قتل کردیا۔ اور آپ کا سر یزید کو بھیج دیا۔ جس پر اس نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا اور اُسے حضرت حسینؓ کے متعلق انتباہ کیا۔ سفر کے دوران حضرت حسینؓ کی ملاقات فرزوق سے ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ لوگوں کی کوئی بات سناؤ۔ اس نے جواب دیا اے فرزندِ رسول! حالات سے واقفیت رکھنے والے کے نزدیک موت کا وقت آ گیا ہے۔ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں بنی اُمیہ کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

آپ پھر آگے چلے تو آپ کو ابن زیاد کا ہراول دستہ ملا تو آپ آٹھ محرم ٦١ ھ کو کربلا کی طرف مڑ گئے۔ جب آپ کوفہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے سنا کہ وہاں کا امیر عبیداللہ بن زیاد ہے۔ جس نے بارہ ہزار جنگجو آدمیوں کو آپ کی طرف تیار کر کے بھیجا ہے۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے التماس کی کہ آپ ابن زیاد کے حکم کو مان کر یزید کی بیعت کرلیں۔ مگر آپ نے انکار کیا تو انہوں نے آپ سے جنگ شروع کردی۔ آپ سے جنگ کرنے والوں کی اکثریت خارجی تھی۔ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے اور آپ کی بیعت کی تھی۔ پھر جب آپ ان

کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے وعدہ خلافی کی اور دیر کی بھلائی پر۔فوری آرام کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کے دشمنوں سے جا ملے۔آپ نے اس کثیر تعداد سے جنگ کی اور آپ کے ساتھ اپنے اہل اور بھائیوں میں سے ۸۰ سے کچھ آدمی زیادہ تھے۔اس جنگ میں یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ آپ کے دشمنوں کی تعداد بکثرت تھی اور ان کے تیر اور نیزے آپ تک پہنچ رہے تھے۔اور جب آپ نے تلوار سونت کر ان پر حملہ کیا تو آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

میں ابن علیؓ ہوں جو آلِ ہاشم میں سے ایک عالم تھے اور فخر کے لئے مجھے یہی بات کافی ہے۔کہ میرے نانا اللہ تعالیٰ کے رسول اور تمام انسانوں سے معزز ہیں۔اور لوگوں کے درمیان ہماری حیثیت روشن چراغ کی سی ہے۔اور میری ماں فاطمہؓ احمد علیہ السلام کی اولاد ہے۔اور میرے چچا جعفرؓ کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے اور ہم ہی میں کتاب الٰہی نازل ہوئی ہے اور ہم ہی میں ہدایت، وحی اور بھلائی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اگر وہ لوگ تدبیر کے ذریعہ آپ کے اور پانی کے درمین حائل نہ ہو جاتے تو آپ پر بالکل قابو نہ پاسکتے۔کیونکہ آپ وہ شجاع سردار ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائے اور ہلائے نہیں جاسکتے۔جب آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تین دن تک پانی سے روکے رکھا گیا تو آپ سے دشمنوں میں سے ایک نے کہا میں اُسے دیکھ رہا ہوں گویا

اس نے بادل کو مشقت میں ڈال دیا ہے کہ اس سے ایک قطرہ نہ چھکے گا۔ حضرت حسینؓ نے اُسے فرمایا۔ اے اللہ اسے پیاسا مار دے وہ بکثرت پانی پینے کے باوجود سیر نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ پیاسا ہی مر گیا۔ حضرت حسینؓ نے پینے کے لئے پانی منگایا تو ایک آدمی نے درمیان میں حائل ہو کر آپ کے تیر مارا جو آپ کے تالو میں لگا تو آپ نے فرمایا اے اللہ اسے پیاسا رکھ تو وہ چیخنے لگا۔ اس کے پیٹ میں حرارت اور اس کے باہر ٹھنڈک تھی۔ اس کے سامنے برف اور پنکھے تھے۔ اور اس کے پیچھے کافور پڑا تھا۔ پھر بھی وہ پیاس پیاس چلاتا تھا۔ اس کے پاس ستو، پانی اور دودھ لایا گیا اگر وہ اسے پانچ دفعہ پی لیتا تو ان کے لئے کافی ہو جاتا۔ وہ اسے پیتا پھر چلاتا اُسے پھر پلایا جاتا یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ جب آپ کے اہل سے جنگ کا بازار گرم ہو گیا تو ان میں سے ایک کے بعد ایک مرتا رہا۔ یہاں تک پچاس سے زائد آدمی قتل ہو گئے تو حضرت حسینؓ نے باآواز بلند کہا کیا کوئی حریم رسول سے دفاع کرنے والا نہیں۔ اس وقت یزید بن الحرث الریاحی دشمن کے لشکر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور کہا اے ابن رسول اللہ اگرچہ میں آپ کے خلاف خروج کرنے والا پہلا شخص ہوں لیکن اب میں آپ کے گروہ میں شامل ہوتا ہوں۔ شاید اس طرح مجھے آپ کے نانا کی شفاعت حاصل ہو جائے پھر وہ آپ کے روبرو لڑا۔ یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ جب آپ کے ساتھی ختم ہو گئے اور آپ اکیلے رہ گئے تو آپ نے حملہ

کر کے ان کے بہت سے بہادروں کو مار دیا پھر آپ پر بہت سارے لوگوں نے حملہ کر دیا اور آپ کے اور آپ کے حریم کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا اپنے بیوقوفوں کو عورتوں اور بچوں سے روکو۔ پھر آپ مسلسل لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے زخموں سے آپ کا خون بہا دیا۔ اور آپ زمین پر گر پڑے تو انہوں نے عاشورہ کے روز ۶۱ ھ میں آپ کا سر کاٹ لیا۔ جب اُسے عبیداللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا تو آپ کے قاتل نے یہ شعر پڑھے۔

میری سواریوں کو سونے اور چاندی سے بھر دو میں نے
ایک ایسے بادشاہ کو مارا ہے۔ جسے چھپایا جاتا تھا اور جو بچپن میں
قبلتین میں نماز پڑھتا تھا اور نسب میں سب سے بہتر تھا۔ میں
نے اُسے قتل کیا ہے جو لوگوں سے ماں اور باپ کے لحاظ سے
بہتر آدمی تھا۔

ابن زیاد نے ان شعروں کو سن کر غصے میں آ کر کہا جب تُو اسے اس قسم کا آدمی سمجھتا تھا تو پھر تُو نے اُسے قتل کیوں کیا؟ خدا کی قسم تو مجھ سے کوئی مال حاصل نہیں کر سکے گا۔ اور میں تجھے ضرور اس کے ساتھ ملا دوں گا۔ پھر اس نے اُسے مار دیا اور اس کے ساتھ آپ کے بھائیوں اور آپ کے بھائی حضرت حسنؓ کے بیٹوں اور حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ کی اولاد میں سے انیس آدمیوں اور ایک کے قول

کے مطابق بیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔

حسن بصری کہتے ہیں اس وقت روئے زمین پر ان لوگوں کا کوئی ہمسر موجود نہ تھا۔ جب آپ کے سر کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ اسے ایک طشت میں رکھ کر آپ کے دانتوں پر چھڑی سے مارنے لگا۔ اور بڑے فخر سے کہنے لگا میں نے اس جیسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا۔ اگرچہ یہ خوبصورتی دانتوں کی وجہ سے ہے۔ اس وقت اس کے پاس حضرت انس موجود تھے۔ وہ آبدیدہ ہو کر کہنے لگے کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ وہاں حضرت زید بن ارقم بیٹھے تھے آپ نے اُسے فرمایا اپنی چھڑی کو اٹھالو۔ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں ہونٹوں کے درمیان بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ رونے لگے تو ابن زیاد نے کہا اللہ تیری آنکھوں کو رُلائے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو تیری بکواس پر میں تجھے ضرور قتل کر ڈالتا تو آپ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اے لوگو! آج کے بعد تم غلام بن گئے ہو۔ تم نے ابن فاطمہؓ کو قتل کر دیا ہے۔ اور ابن مرجانہ کو امیر بنالیا خدا کی قسم یہ تمہارے بہترین آدمیوں کو قتل کر دے گا۔ اور تمہارے بُرے آدمیوں کو غلام بنالے گا۔ پس اس آدمی کے لئے ہلاکت ہو جو ذلت اور عار سے راضی ہو

جائے۔ پھر فرمایا اے ابن زیاد میں تجھے وہ بات ضرور بتاؤں گا جو اس سے بھی زیادہ تجھے غصہ دلانے والی ہوگی۔ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسنؓ کو دائیں اور حضرت حسینؓ کو بائیں ران پر بٹھایا اور پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اے اللہ میں ان دونوں کو تیرے اور صالح مومنین کے پاس امانت رکھتا ہوں۔ اے ابن زیاد تیرے پاس نبی کریم ﷺ کی امانت کا کیا حال ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ابن زیاد سے اس کا بدلہ لیا۔

ترمذی کے نزدیک ایک صحیح روایت یہ ہے کہ جب ابن زیاد کے سر کو لایا گیا اور اس کے ساتھیوں کے سروں کے ساتھ مسجد میں نصب کیا گیا تو ایک سانپ آ کر سروں میں گھس گیا۔ یہاں تک کہ اس کے نتھنے میں داخل ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرا پھر باہر آیا۔ پھر آ کر دو تین بار ایسے ہی کیا۔ اور اس کے سر کو بھی وہیں نصب کیا گیا جہاں حضرت حسینؓ کے سر کو نصب کیا گیا تھا۔ یہ کام کرنے والا مختار بن ابی عبید تھا۔ اس کے ساتھ شیعوں کا ایک گروہ تھا۔ مختار کے پیروکاروں میں سے ایک گروہ نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور حضرت حسینؓ سے جنگ کرنے والے چھ ہزار آدمیوں کو بُری طرح قتل کیا۔ اور ان کا سردار عمر بن سعد بھی قتل ہوا۔ اور حضرت حسینؓ کے خصوصی قاتل شمر کو ایک قول کے مطابق مزید عذاب دیا گیا۔ اور اس کے سینے اور پشت کو گھوڑوں سے روندا گیا۔ کیونکہ اس نے حضرت حسینؓ کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا تھا۔

لوگوں نے اس پر مختار کا شکریہ ادا کیا اور جب ابن زیاد نے تیس ہزار لشکر کے ساتھ موصل میں پڑاؤ کیا تو مختار نے ۶۹ھ میں اس کے لئے ایک گروہ تیار کیا۔ جس نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو عاشورہ کے روز فرات پر قتل کر دیا اور ان کے سر مختار کو بھیج دیئے، تو اس نے انہیں وہیں نصب کروایا، جہاں حضرت حسینؓ کا سر نصب کیا گیا تھا۔ پھر اُسے وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ یہاں تک کہ سانپ اس میں داخل ہوا۔ جیسے کہ بیان ہو چکا ہے۔

عبدالملک بن عمر کہتا ہے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس قصرِ امارت میں گیا تو لوگ دو قطاروں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور حضرت حسینؓ کا سر ایک ڈھال پر اس کے دائیں طرف پڑا تھا۔ پھر میں مختار کے پاس اسی قصرِ امارت میں گیا۔ تو ابن زیاد کے سر کو وہاں پڑا پایا اور لوگ اسی طرح اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو مصعب کے سر کو وہاں اسی طرح پڑے پایا۔ میں نے اُسے یہ بات بتائی تو اس نے کہا اللہ تجھے پانچواں سر وہاں نہ دکھائے۔ اور محل کو گرانے کا حکم دے دیا۔ جب ابن زیاد نے حضرت حسینؓ کے سر اور آپ کے ساتھیوں کے سروں کو اتارا تو انہیں آل حسین کے قیدیوں کے ساتھ یزید کی طرف بھیجا۔

سبط ابن الجوزی وغیرہ نے کہا ہے کہ مشہور بات یہ ہے کہ یزید شامیوں کو

اکٹھا کر کے سر کو چھڑی سے مارنے لگا۔ اور اس نے پہلی بات کو برملا کہا اور دوسری بات کو پوشیدہ رکھا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس نے ابن زیاد کے مقام کو بڑھانے میں یہاں تک مبالغہ سے کام لیا کہ اُسے اپنی عورتوں کے پاس لے گیا۔ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ بات اس شخص سے سرزد ہونا موجب تعجب نہیں۔ جس نے حضرت حسینؓ کے دانتوں پر چھڑی ماری اور آل نبی ﷺ کو قید کر کے اور عورتوں کو برہنہ سر اونٹوں پر سوار کرا کر لے گیا۔

کہتے ہیں کہ سر اس کے خزانے میں تھا۔ اس لئے کہ سلیمان بن عبدالملک نے خواب میں رسول کریم ﷺ کو اپنے ساتھ ملاطفت کرتے اور خوشخبری دیتے دیکھا۔ اس نے حضرت حسن بصری سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ شاید تُو نے آپ کی آل سے کوئی نیکی کی ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ میں نے سرِ حسینؓ کو یزید کے خزانے میں دیکھا تو میں نے اُسے پانچ کپڑے پہنائے اور میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نمازِ جنازہ پڑھی اور اسے قبر میں دفن کر دیا۔ تو حسن بصری نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے تجھ سے اظہار رضا مندی فرمایا ہے۔ تو سلیمان نے حکم دیا کہ حضرت حسن کو قیمتی انعام دیا جائے۔

یزید نے سرِ حسینؓ کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اس وقت اس کے پاس قیصر کا ایلچی موجود تھا۔ اس نے ازراہ تعجب کہا کہ ہمارے پاس

ایک جزیرے کے دیر میں حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا کھر ہے۔ ہم لوگ ہر سال تمام علاقوں سے آ کر اس کا حج کرتے ہیں۔ اور نذریں مانتے ہیں اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے تم اپنے کعبہ کی تعظیم کرتے ہو۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو اور ایک ذمی نے کہا میرے اور حضرت داؤدؑ کے درمیان ستر آباء کا فاصلہ ہے۔ اور یہود میری تعظیم اور احترام کرتے ہیں۔ اور تم نے اپنے نبیؐ کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ آپ کے سر پر پہرہ لگایا گیا تھا۔ جب کبھی وہ کسی منزل پر پڑاؤ کرتے اُسے نیزے پر رکھ لیتے اور اس کا پہرہ دیتے۔ اُسے ایک راہب نے دیر میں دیکھا اور اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اُسے اس کے متعلق بتایا تو اس نے کہا تم بہت برے لوگ ہو۔ کیا تم دس ہزار دینار لے کر اس رات سر کو میرے پاس رہنے دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے سر کو لے کر اُسے دھویا۔ خوشبو لگائی اور اُسے اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی بلندی کی طرف دیکھنے لگا۔ اور صبح تک روتا رہا۔ اور پھر مسلمان ہو گیا کیونکہ اس نے سر سے آسمان تک ایک روشن نور دیکھا پھر وہ دیر سے سب کچھ چھوڑ کر نکل گیا اور اہل بیت کی خدمت کرنے لگا۔ اُن پہرے داروں کے پاس کچھ دینار بھی تھے جو انہوں نے حضرت حسینؓ کے لشکر سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے تھیلیوں کو کھولا تا کہ دیناروں کو تقسیم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹھیکریاں بن گئے ہیں۔ اور ہر ایک کے ایک طرف یہ لکھا ہوا ہے ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل

الظالمون اور دوسری طرف وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

خاتمہ میں اس امر پر بھی بحث ہوگی کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا ایسا کرنے سے رُکنا چاہیے۔ حضرت حسینؓ کے حریم کو قیدیوں کی طرح کوفہ میں لایا گیا۔ تو اہل کوفہ رو پڑے تو حضرت زین العابدین بن الحسینؓ نے فرمایا سنو یہ لوگ اگر ہماری وجہ سے روتے ہیں تو ہمیں کس نے قتل کیا ہے؟

حاکم نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبریلؑ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور میں حسین بن علیؓ کے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرنے والا ہوں۔ ابن جوزی کا اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کرنا درست نہیں (۱) اس تعداد کا آپ کے سبب سے قتل ہو جانا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ تعداد آپ سے جنگ کرنے والوں کی تعداد کی طرح ہے۔ کیونکہ اس فتنہ نے متفق لوگوں سے تعصبات اور مقاتلہ تک نوبت پہنچادی تھی۔ (۱)

(۱) حاکم نے اسے ابو نعیم سے چھ آدمیوں کے طریق سے بیان کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے تلخیص میں اس سے موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

حضرت امام زین العابدینؒ :۔

حضرت امام زین العابدینؒ علم وزہد اور عبادت میں اپنے باپ کے خلف
تھے۔ آپ جب نماز کے لئے وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا آپ سے اس
بارہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا آپ نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا
ہوں۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ایک دن رات میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے
تھے۔ ابن حمدون نے زہری سے بیان کیا ہے کہ عبدالملک آپ کو مدینہ سے بہت
وزنی بیڑیاں ڈال کر کے لایا اور آپ کو محافظوں کے سپرد کر دیا۔ زہری آپ کو الوداع
کرنے آئے تو رو کر کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کی جگہ اس حالت میں
ہوتا۔ آپ نے فرمایا تجھے خیال ہوگا کہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہوگی۔ اگر میں
چاہوں تو یہ تکلیف نہ ہو۔ یہ لوہا مجھے عذاب الٰہی کی یاد دلاتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے
ہاتھ، پاؤں، بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے نکالے۔ پھر فرمایا میں مدینہ سے دو روز تک
ان کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ دو دن گزرنے کے بعد آپ ان سے روپوش ہو گئے۔
صبح ہوئی تو لوگ آپ کی تلاش میں مارے مارے پھرنے لگے مگر آپ کو کہیں نہ پایا۔
زہری کہتے ہیں میں عبدالملک کے پاس آیا تو اس نے آپ کے بارے میں مجھ
سے پوچھا تو میں نے اسے بتایا۔ اس نے کہا جس روز وہ روپوش ہوئے ہیں اس دن
میرے پاس ان کے مددگار آئے اور وہ خود بھی میرے پاس آکر کہنے لگے۔ تجھے مجھ

سے کیا نسبت؟ میں نے کہا میرے ہاں قیام فرمایئے تو انہوں نے جواب دیا میں آپ کے ہاں قیام کرنا پسند نہیں کرتا۔ پھر وہ چلے گئے۔ خدا کی قسم ان کے خوف سے میرا دل بھر گیا۔ اسی وجہ سے پھر عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ وہ بنی عبدالمطلب کی خونریزی سے اجتناب کرے اور اُسے حکم دیا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھے۔ حضرت زین العابدینؑ پر یہ بات منکشف ہوئی تو آپ نے عبدالملک کو لکھا تُو نے فلاں دن حجاج کو لکھا ہے کہ وہ ہمارے یعنی بنی عبدالمطلب کے حق کے بارے میں اس اس طرح سے رازداری سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں تمہاری قدردانی کی ہے اور اس خط کو اُسے بھیج دیا۔ جب وہ خط سے مطلع ہوا تو اس میں وہی تاریخ درج تھی جس تاریخ کو اس نے حجاج کو خط لکھا اور اپنے ایلچی کو بھیجا تھا۔ تو اُسے معلوم ہو گیا کہ زین العابدینؑ پر اس کے معاملے کا انکشاف ہو گیا ہے۔ تو وہ اس سے بہت خوش ہوا۔ اور آپ کی طرف اپنے غلام کے ساتھ ایک سواری کے بوجھ کے مطابق درہم اور کپڑے بھیجے اور آپ سے التجا کی کہ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ابونعیم اور سلفی نے بیان کیا ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک نے اپنے باپ کی زندگی یا ولید کے زمانے میں حج کیا تو بھیڑ کی وجہ سے حجرِ اسود تک پہنچنا اس کے لئے ممکن نہ ہو سکا تو زمزم کی ایک جانب اس کے لئے منبر نصب کیا گیا۔ جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے اردگرد اہل شام کے سربرآوردہ لوگوں کی ایک

جماعت بھی تھی۔ اسی اثناء میں حضرت زین العابدینؑ آ گئے جب آپ حجر اسود کے پاس پہنچے تو لوگ ایک طرف ہٹ گئے اور آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ شامیوں نے ہشام سے کہا یہ کون شخص ہے؟ تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں شامی زین العابدین میں دلچسپی لینا نہ شروع کر دیں۔ کہا میں انہیں نہیں جانتا۔ تو عرب کے مشہور شاعر فرزدق نے کہا میں اسے جانتا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر کہے۔

یہ وہ شخص ہے جسے بطحا، بیت اللہ اور حل وحرم سب جانتے ہیں۔ یہ تمام مخلوقات میں سے بہترین آدمی کا بیٹا ہے اور یہ متقی، پاک، صاف اور جھنڈے کی طرح نمایاں ہے۔ جب قریش نے اسے دیکھا تو ایک کہنے والے نے کہا اس شخص کی خوبیوں پر تمام خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ عزت کی اس چوٹی کی طرف بڑھتا ہے جس کے حصول سے عرب وعجم عاجز ہیں۔

یہ ایک مشہور قصیدہ ہے جس میں سے چند اشعار یہ بھی ہیں۔

اے ہشام اگر تو اسے نہیں جانتا تو میں بتائے دیتا ہوں کہ یہ فاطمہؑ بتول کا جگر گوشہ ہے۔ جس کے نانا پر سلسلۂ انبیاء کا اختتام ہوا ہے۔ تیرا یہ قول اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جس کے پہچاننے سے تُو نے انکار کیا ہے اُسے عرب وعجم

پہچانتے ہیں۔

پھر اس نے کہا یہ اس گروہ کا فرد ہے جن سے محبت کرنا دین اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اور ان کا قرب نجات اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ ان کی سخاوت کی انتہا تک کوئی سخی نہیں پہنچ سکتا اور کوئی قوم خواہ کس قدر کریم ہو ان کا لگا بھی نہیں کھا سکتی۔

ہشام نے جب یہ قصیدہ سُنا تو غضبناک ہو کر فرزدق کو عسفان کے مقام پر محبوس کر دیا۔ امام زین العابدینؑ نے فرزدق کو بارہ ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ اگر ہمارے پاس زیادہ ہوتا تو ہم تمہیں وہ بھی دے دیتے۔ فرزدق نے جواب دیا میں نے آپ کی مدح صرف خدا تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر کی ہے کسی انعام کے لئے نہیں کی۔ تو حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ ہم اہل بیت جب کسی چیز کو دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیا کرتے۔ تو فرزدق نے وہ درہم قبول کر لئے اور پھر قید ہی میں ہشام کی ہجو لکھی اور اُسے بھیج دی۔ تو اس نے فرزدق کو قید سے رہا کر دیا۔ حضرت امام زین العابدینؑ بڑے درگزر کرنے والے اور صاحب عفو تھے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے آپ کو دشنام دی تو آپ نے تغافل سے کام لیا۔ اس نے کہا میں آپ کو گالیاں دے رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں تم سے اعراض کر رہا ہوں اور اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ

خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین۔

عفو کو اختیار کر۔ نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے اعراض کر۔

آپ نے ستاون ۵۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ جن میں سے دو سال آپ اپنے دادا حضرت علیؑ کے پاس رہے پھر دس سال اپنے چچا حضرت حسنؓ کے پاس رہے اور اکیس سال اپنے والد حضرت حسینؓ کے پاس رہے۔ کہتے ہیں ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دے دیا تھا۔ آپ کو گیارہ مردوں اور چار عورتوں کو چھوڑ کر حضرت حسنؓ کے ساتھ بقیع میں دفن کیا گیا۔

امام محمد جعفرؒ:۔

ابو جعفر محمد الباقر علم و زہد اور عبادت میں آپ کے وارث ہوئے۔ آپ کا نام باقر اس لئے رکھا گیا ہے کہ بقر زمین کو پھاڑنے اور اس کی پوشیدہ چیزیں نکالنے کو کہتے ہیں۔ آپ نے احکام الٰہیہ کے اندر جو حقائق و معارف کے خزانے پوشیدہ ہیں انہیں نمایاں کیا ہے اور ان کی حکمتیں اور لطائف بیان کئے ہیں۔ وہ خزانے بے بصیرت اور بد باطن لوگوں پر مخفی رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نے علم کو پھاڑا، اُسے جمع کیا اور اس کے جھنڈے کو بلند کیا ہے۔ آپ پاک نفس صاف دل، بڑے صاحب علم و عمل اور صاحب شرف تھے۔ آپ کے اوقات اطاعت الٰہی سے معمور تھے۔ آپ کو عارفین کے مقامات میں وہ

علامات حاصل ہیں جن کی صفت کے بیان سے زبانیں درماندہ ہیں۔ سلوک و معارف میں آپ کے بہت سے کلمات ہیں۔ یہ رسالہ ان کے بیان کا متحمل نہیں ہوسکتا اور آپ کے لیے یہی شرف کافی ہے کہ ابن المدینی نے جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپ کو چھٹپنے میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو سلام کہتے ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ بات کیسے ہوئی؟ کہنے لگے میں رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حضرت حسینؓ آپ کی گود میں تھے اور آپ ان کو کھلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا جابر، حسینؓ کے ہاں ایک بچہ ہوگا جس کا نام علیؓ ہوگا۔ جب قیامت کے روز منادی کرنے والا کہے گا کہ سید العابدینؓ کھڑا ہو جائے تو آپ کا لڑکا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر اس کے ہاں ایک لڑکا ہوگا اس کا نام محمدؓ ہوگا۔ اے جابر اگر تو اس کا زمانہ پائے تو اسے میرا اسلام کہنا۔ آپ کی وفات اٹھاون سال کی عمر میں اپنے باپ کی طرح زہر خورانی سے ہوئی آپ ماں اور باپ کی طرف سے علوی ہیں۔ اور آپ کی تدفین بقیع میں حضرت حسنؓ اور حضرت عباسؓ کے گنبد میں ہوئی ہے۔ آپ نے چھ لڑکے پیچھے چھوڑے جو بڑے صاحب فضل و کمال تھے۔

حضرت جعفر صادقؓ:۔

آپ امام باقرؓ کے خلیفہ اور وصی تھے۔ لوگوں نے آپ سے ایسے علوم نقل کیے ہیں جنہیں سوار کبھی لے کر نہیں چلے اور آپ کی شہرت تمام شہروں میں پھیل

گئی۔ اکابر آئمہ جیسے یحیٰ بن سعید، ابن جریج، مالک، سفیانین، ابوحنیفہ، شعبہ، ایوب سختیانی نے آپ سے روایت کی ہے اور آپ کی والدہ فردہ بنت القاسم محمد ابن ابی بکرؓ ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

منصور نے جب حج کیا تو آپ کی چغلی کی گئی۔ جب چغل خور گواہی کے لئے آیا تو آپ نے اُسے فرمایا کیا تو حلف اٹھاتا ہے اس نے کہا ہاں۔ اور اس نے حلف اٹھایا۔ آپ نے کہا اس بات پر اس کو حلف دیجئے۔ امام نے اُسے کہا کہہ میں اللہ تعالیٰ کی قوت سے بیزار ہو کر اپنی قوت کی پناہ میں آتا ہوں کہ جعفر نے اس اس طرح کہا ہے تو وہ آدمی ایسا کہنے سے رُک گیا۔ پھر اس نے حلف اٹھایا۔ ابھی اس نے بات ختم نہ کی تھی کہ وہیں مر گیا تو خلیفہ حضرت جعفرؓ سے کہا آپ ظلم سے قتل نہیں ہوں گے۔ پھر آپ واپس ہوئے تو ربیع آپ کو اچھے انعام اور قیمتی لباس کے ساتھ ملا۔ یہاں یہ حکایت ختم ہو جاتی ہے۔

اس قسم کی حکایت یحیٰ بن عبداللہ بن المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط کی بھی ہے۔ کہ ایک زبیری آدمی نے رشید کے پاس آپ کی چغلی کھائی۔ تو آپ نے قسم کا مطالبہ کیا تو وہ غلط بولنے لگا۔ رشید نے اُسے ڈانٹا۔ پھر یحییٰ کو اس سے قسم لینے پر مقرر کیا گیا۔ ابھی اس نے قسم پوری نہیں کی تھی کہ مضطرب ہو کر پہلو کے بل گر پڑا۔ لوگوں نے اُسے ٹانگ سے پکڑ لیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ رشید نے یحییٰ سے پوچھا

کہ اس بات میں کیا راز ہے تو اس نے جواب دیا کہ قسم میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرنے سے سزا جلد نہیں ملتی۔ اور مسعودی نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ قصہ میرے بھائی یحییٰ کے ساتھ ہوا جو موسیٰ الجون کے لقب سے ملقب تھا۔ کہ ایک زبیری نے رشید کے پاس اس کی چغلی کھائی اور ان دونوں کے درمیان طویل گفتگو ہوئی۔ پھر موسیٰ نے اس سے حلف کا مطالبہ کیا تو اس نے جیسا کہ بیان ہوا ہے، حلف اٹھالیا۔ جب اس نے حلف اٹھایا تو موسیٰ نے کہا اللہ اکبر میرے باپ نے میرے دادا سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا علیؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے یہ قسم اٹھائی یعنی اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کو چھوڑ کر اپنی قوت و طاقت کے پیچھے لگ گیا اور ایسا اس نے جھوٹا ہونے کی حالت میں کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے تین دن سے پہلے پہلے سزا دے دیتا ہے۔ قسم بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھے جھٹلایا گیا ہے۔ بات مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ اگر تین دن گزر جائیں اور زبیری کو کوئی حادثہ پیش نہ آئے تو میرا خون آپ کے لئے حلال ہوگا۔ اس نے یہ بات آپ پر چھوڑ دی۔ ابھی اس دن کی عصر کا وقت نہیں گزرا تھا کہ زبیری کو جذام ہوگیا اور وہ سوج کر مشکیزے کی طرح ہوگیا۔ اور تھوڑا سا وقت گزرنے کے بعد مر گیا۔ اور جب اُسے قبر میں اتارا گیا تو اس کی قبر بیٹھ گئی اور اس سے نہایت بدبودار ہوا آئی۔ پھر اس میں کانٹوں کے ٹوکرے ڈالے گئے تو وہ دوسری دفعہ بیٹھ گئی۔ رشید کو اس

کی اطلاع دی گئی تو اُسے بہت حیرانی ہوئی پھر اس نے موسیٰ کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور اس سے اس قسم کا راز پوچھا تو اس نے اُسے وہ حدیث بتائی کہ اس کے دادا نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے کہ جو شخص ایسی قسم کھاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو سزا دینے سے شرم محسوس کرتا ہے۔ اور جو جھوٹی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قوت و طاقت سے اس سے جھگڑا کر کے اُسے تین دن سے پہلے سزا دے دیتا ہے۔

ایک سرکش نے اپنے آقا کو قتل کر دیا وہ رات بھر نماز پڑھتا رہا۔ پھر اس نے سحری کے وقت اس پر بددعا کی تو اس کی موت کے متعلق آوازیں سنی گئیں۔ جب اُسے حکیم بن عباس کلبی کا قول اس کے چچا زید کے متعلق پہنچا کہ

ہم نے زید کو تمہارے لئے کھجور کے تنے پر صلیب دی ہے اور ہم نے کسی مہدی کو تنے پر صلیب پاتے نہیں دیکھا۔

تو آپ نے فرمایا اے اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے تو اُسے ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔

آپ کے مکاشفات:

آپ کے چچازاد بھائی عبداللہ المحض بنی ہاشم کے شیخ اور محمد جو نفس زکیہ کے لقب سے ملقب تھے کے والد تھے۔ بنی امیہ کی حکومت کے آخر میں ان کے کمزور ہو

جانے کی وجہ سے بنو ہاشم نے محمد اور ان کے بھائی کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا۔ اور جعفرؑ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان دونوں کی بیعت کرے۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ تو آپ پر ان دونوں سے حسد کرنے کی تہمت لگائی گئی۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا بیعت لینا نہ میرے لئے اور نہ ہی ان دونوں کے لئے روا ہے۔ یہ بیعت زرد قبا والا شخص لے گا۔ جس کے ساتھ ان کے بچے اور جوان کھیلیں گے۔ ان دنوں منصور عباسی موجود تھا اور زرد قبا پہنا کرتا تھا۔ حضرت جعفرؑ کی پیشگوئی ہمیشہ اس کے متعلق کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اُسے بادشاہ بنا دیا۔ اور حضرت جعفرؑ سے پہلے ان کے باپ حضرت باقرؑ نے منصور کو زمین کے مشرق و مغرب پر قابض ہونے اور اس کی مدت حکومت کے متعلق خبر دی تھی۔ اس نے آپ سے کہا ہماری حکومت تمہاری حکومت سے پہلے ہوگی۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا میرے بیٹوں میں سے بھی کوئی بادشاہ ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا بنی امیہ کی مدت لمبی ہوگی یا ہماری۔ فرمایا تمہاری۔ اور اس بادشاہی سے تمہارے بچے اس طرح کھیلیں گے جس طرح گیندوں سے کھیلا جاتا ہے۔ اس بات کی تاکید میرے والد نے مجھے کی ہے جب منصور کو خلافت ملی اور وہ زمین کا مالک ہوا تو حضرت جعفرؑ کے قول سے متعجب ہوا۔

ابو القاسم طبری نے ابن وہب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے سنا کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا۔ جب میں نے مسجد میں عصر کی

نماز پڑھی تو میں کوہ ابو قبیس پر چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا دعا کر رہا ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب اے میرے رب یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو گیا۔ پھر کہنے لگا یا حی، یا حی۔ یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو گیا۔ پھر کہنے لگا اے میرے اللہ میں انگور کھانا چاہتا ہوں، پس مجھے انگور کھلا دے۔ اے اللہ میری دو چادریں بوسیدہ ہو چکی ہیں مجھے چادریں دیدے۔ لیث کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی ایک بھری ہوئی ٹوکری دیکھی۔ اس وقت انگور کا کوئی موسم نہ تھا۔ پھر میں نے دو چادریں پڑی ہوئی دیکھیں۔ میں نے ان جیسی چادریں دنیا میں کبھی نہیں دیکھیں۔ جب اس نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا میں بھی آپ کا شریک ہوں؟ اس نے کہا کس وجہ سے آپ میرے شریک ہوں؟ میں نے کہا اس لئے کہ آپ نے دعا کی ہے اور میں آمین کہتا رہا۔ اس نے کہا آئیے اور کھائیے۔ میں آگے بڑھا اور انگور کھائے۔ اس جیسا انگور میں نے کبھی نہیں کھایا۔ اس کی گٹھلی بھی نہ تھی۔ ہم کھا کر سیر ہو گئے مگر ٹوکری میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ اس نے کہا جمع نہ کر اور نہ ہی اس میں سے کچھ چھپا کر رکھ۔ پھر اس نے ایک چادر لی اور دوسری مجھے دے دی۔ میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ایک کا تہ بند بنالیں اور دوسری کو اوڑھ لیں۔ وہ اپنی دونوں بوسیدہ چادروں کو ہاتھ میں لئے نیچے اتر گیا۔ تو اسے سعی کی جگہ پر ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا

اے ابن رسول اللہ! اللہ نے جو تجھے پہنایا ہے اس سے مجھے بھی پہنا دیں۔ کیونکہ میں ننگا ہوں تو اس نے دونوں چادریں اُسے دے دیں تو میں نے اس سے پوچھا یہ کون ہے۔ اس نے کہا یہ جعفر صادقؑ ہیں۔ میں نے اس کے بعد ان سے کچھ سننا چاہا مگر مجھے اس کی ہمت نہ ہوئی۔

آپ کی وفات ۱۸۴ھ میں زہر خورانی سے ہوئی۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۸ سال تھی۔ آپ کی تدفین اسی قبہ میں اپنے اہل کے چھ مردوں اور بیٹی کے ساتھ ہوئی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت موسیٰ کاظمؑ:۔

آپ علم و معرفت اور فضل و کمال میں حضرت جعفر صادقؑ کے وارث تھے۔ آپ کو بکثرت درگزر کرنے اور حلم اختیار کرنے کی وجہ سے کاظم کہتے ہیں۔ اہلِ عراق میں آپ اللہ تعالیٰ کے پاس ضروریات کو پورا کرنے والا دروازہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد، عالم اور سخی تھے۔ رشید نے آپ سے دریافت کیا آپ اپنے آپکو ذریت رسول کیسے کہتے ہیں؟ حالانکہ آپ حضرت علیؑ کی اولاد ہیں۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی ومن ذریتہٖ داؤد وسلیمان یہاں تک کہ آپ نے اسے حضرت عیسیٰؑ پر ختم کیا۔ حالانکہ عیسیٰؑ کا باپ ہی نہ تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت بھی پڑھی فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناء

نارانباء کم الا یۃ اور رسول کریمؐ نے عیسائیوں سے مباہلہ کے وقت حضرت علیؓ،
حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے سوا کسی کو نہیں بلایا۔ پس حضرت
حسنؓ اور حسینؓ دونوں بیٹے ہوئے۔

آپکی عجیب و غریب کرامات:۔

ابن جوزی اور رامہر مزی وغیرہ نے شفیق بلخی سے بیان
کیا ہے کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کے ارادہ سے نکلا تو میں نے آپ کو قادسیہ میں لوگوں
سے الگ تھلگ دیکھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نوجوان صوفیاء میں سے
ہے۔ جو لوگوں پر بوجھ بننا چاہتا ہے۔ میں اسکے پاس جا کر اسے زجر و توبیخ کرتا ہوں
جب اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے شفیق
وجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم بدگمانی سے بہت بچنا چاہیئے
بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔ (القرآن)
میں نے ارادہ کیا کہ وہ شاید صلح کرلیں۔ مگر وہ آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ پر میں نے
انہیں واقصہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ ان کے اعضاء مضطرب اور آنسو ٹپ ٹپ گر
رہے تھے۔ میں معذرت کے لئے ان کے پاس گیا۔ تو انہوں نے اپنی نماز کو ہلکا
کر کے کہا۔
وانی لغفار لمن تاب وآمن الا یۃ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توبہ کرنے والے اور

ایماندار کو میں بخش دیتا ہوں۔ (القرآن)

جب وہ زبالہ میں اترے تو میں نے انہیں ایک کنویں پر دیکھا۔ جس کی ٹینڈیں اس میں گری ہوئی تھیں انہوں نے اس میں ریت پھینکی تو پانی ان کیلئے اوپر چڑھ آیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے پانی لے کر وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر وہ ایک ریتیلے ٹیلے کی طرف گئے اور ریت سے انہوں نے پانی پیا۔ میں نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپکو دیا ہے، اس سے جو بچ رہا ہے وہ مجھے کھلا دو۔ تو انہوں نے کہا کہ اے شفیق ہم پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اپنے رب سے حسن ظن رکھا کرو۔ پس انہوں نے مجھے پانی دیا اور میں نے اسے پی لیا۔ کیا دیکھتا ہوں وہ تو ستو اور شکر ہے۔ خدا کی قسم میں اسے پی کر سیر ہو گیا۔ میں کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا۔ مجھے کھانے پینے کی خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی۔ پھر میں نے انہیں مکہ میں دیکھا تو وہ نوجوانوں اور پوشاک کے ساتھ ایسے امور میں منہمک ہیں جو راستہ والے امور کے بالکل خلاف ہیں۔ جب رشید نے حج کیا تو اسکے پاس آپ کی چغلی کی گئی اور اسے کہا گیا کہ ہر طرف سے انکے پاس اموال آرہے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے تیس ہزار دینار کی ایک جاگیر خریدی ہے۔ تو اس نے آپکو پکڑ لیا اور بصرہ کے امیر عیسٰی بن جعفر بن منصور کے پاس بھیج دیا۔ جس نے آپکو ایک سال تک محبوس رکھا۔ پھر رشید نے اسے آپ کے خون کے متعلق لکھا تو اسنے معذرت چاہی۔

آپ نے اسے بتایا کہ میں نے رشید کو بد دعا نہیں دی اور یہ کہ وہ آپ کو اسکے سلام کیلئے نہ بھیجے اور میرا راستہ چھوڑ دے۔ رشید کو آپکا خط پہنچا تو اس نے سندی بن ساہک کو انکے سلام کیلئے لکھا اور یہ حکم بھی دیا کہ آپ کو کھجوروں میں زہر دیا دے۔ جس سے آپ کو بخار ہو گیا اور تین دن بعد آپ فوت ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔

مسعودی نے بیان کیا ہے کہ رشید نے خواب میں حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک برچھی ہے اور آپ کہہ رہے ہیں اگر تو نے کاظمؑ کو نہ چھوڑا تو میں تجھے اس برچھی کیساتھ ذبح کر دونگا۔ تو وہ خوف سے بیدار ہو گیا اور اسی وقت اپنے پولیس آفیسر کو انہیں آزاد کرنے کیلئے بھیجا اور ساتھ تیس ہزار درہم بھی دیئے اور کہا کہ میری طرف سے آپ کو ٹھہرنے یا مدینہ چلے جانے کا اختیار ہے۔ اگر آپ قیام کرینگے تو میں آپ کی عزت کرونگا۔ جب آپ اسکے پاس گئے تو اس نے کہا کہ میں نے آپ سے عجیب و غریب بات دیکھی ہے۔ اور بتایا کہ میں نے حضرت نبی کریمؐ کو دیکھا۔ آپ نے مجھے کلمات سکھائے ہیں۔ ان کلمات کے بتانے سے فارغ ہوتے ہی اس نے آپ کو رہا کر دیا۔ کہتے ہیں پہلے موسیٰ ہادی نے آپ کو قید کیا پھر رہا کر دیا کیونکہ اس نے حضرت علیؑ کو یہ کہتے دیکھا کہ۔

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم

کیا تمہیں زمین میں فساد کرنے اور قطع رحمی کیلئے حاکم بنایا گیا ہے؟ (القرآن)

تو جاگنے پر اسے معلوم ہوا کہ اس سے آپ مراد ہیں۔ تو اس نے رات کے وقت آپ کو رہا کر دیا۔ رشید نے آپکو کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا تو وہ شخص ہے جس کی لوگ پوشیدہ طور پر بیعت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں دلوں کا امام ہوں اور تو جسموں کا امام ہے۔ جب دونوں حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک کے سامنے اکٹھے ہوئے تو رشید نے کہا کہ اے عم زاد السلام علیک۔ اس بات کو ان لوگوں نے بھی سنا جو اسکے اردگرد تھے تو موسیٰ کاظمؒ نے جواب دیا اے باپ السلام علیک۔ مگر رشید اسے برداشت نہ کر سکا اور اسی وجہ سے آپکو پکڑ کر اپنے ساتھ بغداد لے گیا۔ اور آپ کو قید کر دیا۔ آپ اسکی قید سے بیڑیاں پہنے ہوئے مر کر ہی نکلے اور بغداد کی غربی جانب دفن ہوئے۔ بظاہر یہ واقعات آپس میں منافات رکھتے ہیں۔ سوائے اسکے کہ ان کو متعدد دفعہ قید کرنے پر حمل کیا جائے۔ آپ کی وفات کے وقت آپکے بچوں اور بچیوں کی تعداد ۳۷ تھی جن میں سے ایک علی الرضاؒ بھی تھے۔

امام علی الرضاؒ:۔

آپ ان سب سے زیادہ ذہین اور یادداشت کے حامل تھے۔ مامون آپ کو اپنی جان کیطرح عزیز سمجھتا تھا اور آپ سے اپنی بیٹی کو بیاہ کر اس نے آپ کو اپنی حکومت میں شریک کر لیا تھا اور آپ کو اپنا جانشین بھی بنا لیا تھا۔ اس نے ۲۰۱ھ میں

اپنے ہاتھ سے ایک تحریر لکھی کہ علی الرضا میرا ولی عہد ہوگا اور اس پر بہت سے لوگوں نے گواہی دی۔ لیکن آپ اس سے پہلے وفات پا گئے جس سے اسے بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے اپنی موت سے پہلے بتا دیا تھا کہ وہ بکھرے ہوئے انگور اور انار کھا کر مرینگے۔ مامون انہیں رشید کے پیچھے دفن کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ کہ سب باتیں اسی طرح وقوع پذیر ہوئیں جیسے آپ نے اسے بتایا تھا۔

آپکے دوستوں میں سے معروف کرخی اور استاذ سری سقطی تھے۔ کیونکہ سری سقطی نے آپکے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے ایک آدمی سے کہا اے عبداللہ جو وہ چاہتا ہے اس سے راضی ہو جا اور اس بات کیلئے تیاری کر جس سے کوئی چارہ نہیں۔ تو وہ آدمی تین دن کے بعد فوت ہوگیا۔ اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے محمد بن عیسیٰ عن ابی حبیب سے بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں رسول کریم کو اس جگہ دیکھا جہاں ہمارے شہر میں حجاج فروکش ہوا کرتے تھے۔ میں نے آپکو سلام کیا تو میں نے آپکے ہاتھ میں مدینہ کی کھجوروں کا ایک تھال دیکھا۔ جس میں صیحانی کھجوریں بھی تھیں۔ آپ نے مجھے اٹھارہ کھجوریں دیں تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ میں اتنا عرصہ زندہ رہونگا۔ بیس دن کے بعد جب علی الرضا مدینہ سے تشریف لائے اور اس مسجد میں اترے تو لوگ آپکو سلام کرنے کیلئے دوڑے۔ میں بھی آپکے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جہاں پر میں نے حضور علیہ

السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ اور آپکے سامنے مدینہ کی کھجوروں کا ایک تھال پڑا ہوا تھا۔ جس میں صیحانی کھجوریں بھی ہیں۔ میں نے آپکو سلام کہا تو آپ نے مجھے اپنے قریب کیا اور ان کھجوروں میں سے مجھے ایک مٹھی کھجوریں دیں۔ تو وہ اتنی ہی تھیں جتنی کھجوریں خواب میں حضور علیہ السلام نے دی تھیں۔ میں نے کہا مجھے کچھ زیادہ کھجوریں دیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکو زیادہ دیتے تو میں بھی آپکو زیادہ دے دیتا۔

جب آپ نیشاپور تشریف لے گئے جیسا کہ تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے اور اسکے بازار سے گزرے تو آپ پر ایک سائبان تھا جس کے ورے دیکھا نہ جا سکتا تھا۔ آپکو دو ۲ حافظ ابو زرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی ملے جن کے ساتھ بے شمار طالبانِ علم وحدیث تھے۔ انہوں نے بڑے عاجزانہ رنگ میں التجا کی کہ آپ ہمیں اپنا چہرہ دکھائیں۔ اور اپنے آباء سے ہمارے لئے حدیث بیان کریں۔ آپ نے خچر کو ٹھہرایا اور اپنے نوجوانوں کو سائبان کے ہٹانے کا حکم دیا اور مخلوقات نے آپ کے روئے مبارک کی دید سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ آپ کے گیسوؤں کی دو لٹیں آپ کے کندھے تک لٹکی ہوئی تھیں اور لوگوں کی حالت یہ تھی کہ کچھ چلا رہے تھے کچھ گریہ کناں تھے۔ کچھ مٹی میں غلطاں اور کچھ آپکی خچر کے سموں کو چوم رہے تھے۔ علماء لوگوں کو چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ خاموش ہو جاؤ۔ وہ خاموش ہوئے تو مذکورہ دونوں

حافظوں نے آپ سے املاء کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے میرے باپ موسیٰ کاظمؑ نے اپنے باپ جعفر صادقؑ سے انہوں نے اپنے باپ محمد الباقرؑ سے انہوں نے اپنے باپ زین العابدینؑ سے انہوں نے اپنے باپ حسینؑ سے انہوں اپنے باپ علیؑ ابن ابیطالب سے بیان کیا کہ میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ مجھ سے جبریلؑ نے بیان فرمایا کہ میں نے رب العزت کو فرماتے سنا ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو اسے پڑھے گا وہ میرے قلعے میں داخل ہو جائیگا اور جو میرے قلعے میں داخل ہو جائیگا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو جائیگا۔ [۱] پھر پردہ گرا دیا گیا۔ اور آپ چل پڑے۔ اصحابِ قلم و دوات کے شمار کیمطابق حدیث لکھنے والوں کی تعداد بیس ہزار سے اوپر تھی اور ایک روایت میں ہے کہ روایت کی جانے والی حدیث یہ تھی کہ ایمان، معرفتِ قلب، اقرارِ زبان اور ارکان پر عمل کرنے کا نام ہے۔ شاید یہ دو مختلف واقعات ہوں۔ احمد کہتے ہیں اگر میں اس اسناد کو کسی مجنون پر پڑھوں تو اسکا جنون جاتا رہے۔

بعض حفاظ نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے متوکل کے سامنے اپنے شریف (سید علوی) ہونے کا زعم کیا۔ اس نے پوچھا اس بارے میں مجھے کون بتائے گا؟ اسے بتایا گیا کہ علی الرضا یہ بات بتا سکے گا۔ وہ آئے تو اس نے آپ کو اپنے

ساتھ چارپائی پر بٹھایا اور پوچھا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے درندوں پر اولاد حسنینؑ کا گوشت حرام قرار دیا ہے۔ تو اسے درندوں کے آگے پھینک دے۔ جب اس عورت کے سامنے یہ بات پیش کی گئی تو اس نے اپنے جھوٹ کا اعتراف کرلیا۔ پھر متوکل سے کہا گیا۔ کیا تو یہ تجربہ علی الرضا کے متعلق نہ کریگا۔ تو اس نے تین درندے لانے کا حکم دیا جنہیں اسکے محل کے صحن میں لایا گیا۔ پھر اس نے آپ کو بلایا۔ جب آپ اسکے دروازے میں داخل ہوئے تو اس نے آپ پر دروازہ بند کردیا۔ اور درندوں نے دھاڑیں مار مار کر کان بہرے کردیئے۔ جب آپ صحن میں سیڑھی پر چڑھنے کیلئے چلے تو وہ درندے آپ کی طرف آئے اور ٹھہر گئے اور آپ ان پر ہاتھ پھیرنے لگے اور وہ آپ کے ارد گرد گھومنے لگے اور آپ ان پر اپنی آستین پھیر رہے تھے۔ پھر انہیں باندھ دیا گیا۔ پھر آپ چڑھ کر متوکل کے پاس گئے اور دکچھ دیر اس سے گفتگو کی۔ پھر اترے پھر ان درندوں نے پہلے کی طرح آپ سے سلوک کیا۔ یہانتک کہ آپ باہر نکل گئے۔ تو متوکل آپ کے پیچھے پیچھے بہت بڑا انعام لے کر آیا۔ متوکل سے کہا گیا۔ اس طرح کر جس طرح تیرے چچازاد بھائی نے کیا ہے مگر وہ اسکی جسارت نہ کرسکا اور فرمایا کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اس بات کو افشا نہ کریں۔

مسعودی نے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ علی الرضا کے پوتے کا ہے جن کا نام علی

عسکریؒ ہے اور درست بات یہ ہے کہ بالاتفاق مامون کے زمانے میں علی الرضا
فوت ہو گئے تھے اور انہوں نے متوکل کا زمانہ نہیں پایا۔ وفات کے وقت آپکی عمر ۵۵
سال تھی۔ آپ سے پہلے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی فوت ہو چکی تھی۔ جن میں سب
سے بڑا محمد الجواد تھا۔ لیکن وہ لمبی زندگی نہ پا سکا۔

محمد تقی الجوادؒ:۔

اتفاق کی بات یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے والد کی وفات کے ایک سال
بعد کھڑے تھے اور بچے بغداد کی گلیوں میں کھیل رہے تھے کہ مامون کا وہاں سے گزر
ہوا تو سب بچے بھاگ گئے لیکن محمدؒ کھڑے رہے اس وقت آپ کی عمر نو سال
تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں آپکی محبت ڈال دی۔ اس نے کہا اے بچے تجھے
بھاگنے سے کس نے روکا؟ آپ نے فوراً جواب دیا امیر المومنین راستہ تنگ نہیں
تھا کہ میں اسے آپ کیلئے کھلا کر دیتا اور میرا کوئی جرم بھی نہیں کہ میں آپ سے ڈروں
اور آپ کے بارے میں مجھے حسن ظن بھی ہے کہ آپ بے گناہ کو تکلیف نہیں دیتے۔
مامون آپ کی گفتگو اور حسن صورت سے بہت متعجب ہو کر کہنے لگا آپکا اور آپکے باپ
کا کیا نام ہے؟ آپ نے جواب دیا محمد بن علی الرضا۔ اس نے آپ کے باپ کے
لئے رحم کی دعا کی اور اپنے گھوڑے کو چلا کر لے گیا۔ اسکے پاس ایک شکاری باز تھا
جب وہ آبادی سے دور ہو گیا تو اس نے باز کو ایک تیتر پر چھوڑا۔ باز غائب ہو گیا

پھر فضاء میں سے واپس آیا تو اسکی چونچ میں ایک چھوٹی سے زندہ مچھلی تھی۔ اس بات سے وہ نہایت متعجب ہوا۔ اس نے بچوں کو اسی حال میں دیکھا اور محمدؑ کو انکے پاس کھڑے پایا۔ تمام بچے سوائے محمدؑ کے بھاگ گئے اس نے آپ کے قریب ہو کر کہا میرے ہاتھوں میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے سمندر میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں۔ جنہیں بادشاہوں اور خلیفوں کے باز شکار کرتے اور ان سے اہل بیت مصطفیٰ کی اولاد کا امتحان لیتے ہیں۔ مامون نے کہا آپ فی الحقیقت ابن الرضاؑ ہیں۔ پھر وہ آپ کو اپنے ساتھ لے گیا اور آپ کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور جب اسے آپ کی صغرسنی کے باوصف آپکے علم و فضل، کمال عظمت اور ظہور برہان کا پتہ چلا تو وہ ہمیشہ آپ سے مہربانی سے پیش آتا رہا اور اس نے اپنی بیٹی ام الفضل کو آپکے ساتھ بیاہ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ لیکن عباسیوں نے اسے اس خوف سے منع کر دیا کہ کہیں وہ آپ کو ولی عہد ہی نہ بنا دے۔ جیسے ان کے باپ کو ولی عہد بنایا تھا۔ جب انہیں بتایا گیا کہ اس نے آپکو باوجود صغرسنی کے تمام اہل فضل سے علم و معرفت اور حلم میں ممتاز ہونے کی وجہ سے پسند کیا ہے تو انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ان کے امتحان کے لئے کسی آدمی کو بھیجیں گے۔ پس انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو آپکے پاس بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر وہ محمدؑ کو ان سے الگ کر دے تو وہ اسے بہت کچھ دینگے۔ پس وہ خلیفہ کے پاس حکومت کے خاص آدمیوں اور ابن اکثم کے ساتھ

حاضر ہوئے۔ ماموں نے محمدؒ کیلیے خوبصورت فرش بچھانے کا حکم دیا۔ آپ اس پر بیٹھ گئے تو یحیٰ نے آپ سے مسائل دریافت کئے۔ آپ نے انکے نہایت اچھے اور واضح جواب دیئے۔ خلیفہ نے آپ سے کہا کہ ابوجعفر آپ نے بہت اچھا کیا ہے اگر آپ چاہیں تو یحیٰ سے بھی ایک مسئلہ پوچھ لیں۔ تو آپ نے یحیٰ سے کہا اس شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو دن کے پہلے حصے میں ایک عورت کی طرف حرام نظر سے دیکھے پھر دن کے بلند ہونے پر اس کیلیے حلال ہو جائے۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہو جائے۔ پھر عصر کے وقت حلال ہو جائے پھر مغرب کے وقت حرام ہو جائے پھر عشاء کے وقت حلال ہو جائے۔ پھر آدھی رات کو حرام ہو جائے پھر فجر کو حلال ہو جائے۔ یحیٰ نے کہا میں نہیں جانتا۔ تو محمدؒ نے کہا یہ وہ لونڈی ہے جسے ایک اجنبی نے بنظر شہوت دیکھا جو حرام ہے۔ پھر دن کے بلند ہونے پر اسے خرید لیا اور ظہر کے وقت آزاد کر دیا اور عصر کے وقت اس سے شادی کر لی اور مغرب کے وقت اس سے ظہار کر لیا اور عشاء کے وقت کفارہ دے دیا اور نصف رات کے وقت اسے طلاق رجعی دے دی اور صبح کو اس سے رجوع کر لے۔

اس موقع پر ماموں نے عباسیوں سے کہا جن باتوں سے تم انکار کرتے تھے اب تم نے انہیں سمجھ لیا ہے۔ پھر اسی مجلس میں اس نے اپنی بیٹی کو آپ سے بیاہ دیا۔ پھر آپ کو بیوی کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ اس نے اپنے باپ کے پاس آ کی

شکایت کی کہ انہوں نے اور شادی کر لی ہے۔ تو اسکے باپ نے جواب دیا کہ ہم نے تمہاری شادی انکے ساتھ اسلئے نہیں کی کہ ہم اس پر حلال کو حرام کر دیں۔۔ اسلئے دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ پھر ۲۸ محرم ۲۲۰ھ میں آپ معتصم سے دو راتوں کی اجازت لے کر اس کے ساتھ آئے اور آخر ذوالقعدہ میں آپ فوت ہو گئے۔ اور اپنے دادا کی پشت کی طرف قریش کی قبروں میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپکی عمر ۲۵ سال تھی۔ کہتے ہیں آپ کو بھی زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیچھے چھوڑیں۔ جن میں سے بڑے علی عسکری تھے۔

علی العسکریؒ:۔

آپ کو عسکری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب آپکو مدینہ نبویہ سے طلب کر کے سر من راءی کی طرف بھیجا اور وہیں آپکو ٹھہرایا گیا تو اس جگہ کو عسکر کہتے تھے۔ اسلئے آپ عسکری کے نام سے معروف ہو گئے۔ آپ علم وسخاوت میں اپنے باپ کے وارث تھے۔ کوفہ کے ایک بدو نے آکر آپ سے کہا میں آپ کے دادا کے دوستوں میں سے ہوں۔ مجھ پر نا قابل برداشت قرضہ چڑھ گیا ہے اور اسکی ادائگی کیلئے میں نے آپ کے سوا کسی کا قصد نہیں کیا۔ آپ نے دریافت کیا تجھ پر کتنا قرضہ ہے اس نے کہا دس ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا انشاءاللہ اس کی ادائیگی سے تجھے خوش ہو جانا چاہیئے۔ پھر آپ نے اسے ایک رقعہ لکھ دیا جس میں اس رقم کو اپنے

ذمہ قرضہ ظاہر کیا اور اسے فرمایا یہ رقعہ مجھے مجلسِ عام میں دے کر مجھ سے سختی کیساتھ مطالبہ کرنا۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ آپ نے اس سے تین دن کی مہلت مانگی۔ اس بات کی اطلاع متوکل کو پہنچی تو اس نے آپ کو تیس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب آپ کو یہ رقم پہنچی تو آپ نے اس بدو کے دے دی۔ اس نے کہا اے فرزندِ رسول دس ہزار سے میری ضرورت پوری ہو جائیگی۔ آپ نے تیس ہزار میں سے تھوڑی سی رقم واپس لینے سے بھی انکار کر دیا اور سب رقم بدو کے سپرد کر دی۔ وہ کہنے لگا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالات کو کہاں رکھے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ درندوں کے قصہ میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ واقعہ متوکل کے زمانے میں ہوا اور وہی انکا امتحان لینے والا تھا اور وہ درندے آپ کے قریب بھی نہ آئے۔ بلکہ آپ کو دیکھ کر جھک گئے اور مطمئن ہو گئے۔

مسعودی وغیرہ کا بیان بھی اس سے موافقت رکھتا ہے کہ یحییٰ بن عبداللہ المحض ابن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط جب دیلم کی طرف بھاگے تو پھر انہیں رشید کے پاس لایا گیا اور اس نے آپ کے قتل کا حکم دیا تو آپ کو ایک گڑھے میں ڈالا گیا۔ جس میں درندے تھے۔ جنہیں بھوکا رکھا گیا تھا۔ لیکن وہ آپکو کھانے سے رکے رہے اور آپکے پہلو میں پناہ لے کر بیٹھ گئے اور آپ کے قریب آنے سے ڈر گئے تو اس نے آپ کے زندہ ہونے کی حالت میں آپ پر پتھر اور گچ سے عمارت بنا دی۔ آپ کی

وفات جمادی الآخرہ ۲۵۴ھ میں سر من رای میں ہوئی۔ آپ کو اپنے گھر میں دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ متوکل نے آپکو مدینہ سے ۲۴۳ھ میں اس جگہ جلاوطن کردیا تھا۔ آپ یہیں اقامت گزیں ہو گئے۔ یہاں تک کہ چار بچے چھوڑ کر راہگرائے آخرت ہوئے۔ ان بچوں میں سب سے بڑے ابو محمد الحسن الخالص تھے۔

ابو محمد الحسن الخالص:۔

ابن خلکان نے کہا ہے یہ وہ عسکری ہے جو ۲۳۲ھ میں پیدا ہوا۔ آپ کے ساتھ بہلول کو ایک واقعہ پیش آیا۔ وہ کہ بہلول نے آپکو بچپن میں روتے اور دیگر بچوں کو کھیلتے دیکھا تو آپ کو خیال ہوا کہ یہ ان چیزوں کو دیکھ کر حسرت سے روتا ہے جوان بچوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ تو آپ نے کہا میں تجھے وہ چیز خرید دوں جس سے تو بھی کھیلے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ اے کم عقل ہم کھیلنے کیلئے پیدا نہیں ہوئے۔ بہلول نے کہا ہماری پیدائش کس لئے ہوئی ہے؟ آپ نے جواب دیا علم و عبادت کیلئے۔ بہلول نے پوچھا یہ باتیں آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی ہیں؟ آپ نے فرمایا خدا تعالٰی کے اس قول سے کہ

افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون:

کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث طور پر پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ

کے نہیں آؤ گے؟

پھر انہوں نے کہا مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو آپ نے بطور نصیحت انہیں چند اشعار سنائے پھر حسنؒ غش کھا کر گر پڑے۔ جب انہیں ہوش آیا تو آپ نے انہیں کہا آپ پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے آپ تو چھوٹے بچے ہیں اور آپ کا کوئی گناہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا اے بہلول چلے جایئے۔ میں اپنی والدہ کو بڑی لکڑیوں کو آگ لگاتے دیکھا ہے مگر وہ چھوٹی لکڑیوں کے بغیر نہ جلتی تھیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں جہنم کی آگ کی چھوٹی لکڑیوں میں نہ بن جاؤں۔

جب آپ کو قید کیا گیا تو سر من راءی میں لوگوں کو شدید قحط نے آلیا تو خلیفہ معتمد بن متوکل نے تین دن باہر جا کر استسقاء پڑھنے کا حکم دیا۔ مگر بارش نہ ہوئی۔ پھر عیسائی باہر نکلے انکے ساتھ ایک راہب تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتا تو موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا تو بعض جاہل شک میں پڑ گئے اور کچھ ان میں سے مرتد ہو گئے۔ خلیفہ کو یہ بات بڑی گراں گزری تو اس نے حسن الخالص العسکری کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اور انہیں کہا اپنے نانا کی امت کو ہلاک ہونے سے بچالیں۔ حضرت حسن العسکریؒ نے فرمایا وہ کل استسقاء کیلئے نکلیں گے اور انشاء اللہ اس شک کو دور کر دینگے۔ پھر آپ نے خلیفہ سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کے بارے میں گفتگو کی۔ تو اس نے انہیں رہا کر دیا۔ جب لوگ

استسقاء کیلئے نکلے اور راہب نے نصاریٰ کے ساتھ اپنا ہاتھ اٹھایا تو آسمان پر بادل آگئے۔ حضرت حسنؑ نے اس کے ہاتھ پکڑنے کا حکم دیا۔ تو اس میں ایک آدمی کی ہڈیاں تھیں آپ نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا اور کہا اب بارش مانگو۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو بادل چھٹ گئے اور سورج نکل آیا۔ لوگ اس بات سے بہت متعجب ہوئے۔ خلیفہ نے حسنؑ سے کہا اے محمد یہ کیا بات ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ یہ ہڈیاں ایک نبی کی ہیں۔ جو اس راہب نے ایک قبر سے حاصل کی ہیں۔ اور جب آسمان کے نیچے کسی نبی کی ہڈیاں نمایاں ہو جائیں تو موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔ انہوں نے ان ہڈیوں کی آزمائش کی تو واقعی وہی بات ثابت ہوئی جو آپ نے فرمائی تھی۔ اور لوگوں کو شبہ دور ہو گیا اور حضرت حسنؑ اپنے گھر واپس آگئے اور نہایت عزت کیساتھ رہے اور سر من رای میں وفات تک آپکو خلیفہ کے انعامات پہنچتے رہے۔ آپ کو اپنے باپ اور چچا کے پاس دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپکی عمر ۲۸ سال تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا۔

ابوالقاسم محمد الحجۃؑ:۔

باپ کی وفات کے وقت آپکی عمر پانچ سال تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکو اس عمر میں بھی حکمت عطا فرمائی۔ آپ کو قاسم منتظر بھی کہتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ مدینہ میں روپوش ہو کر غائب ہو گئے اور پتہ نہ چلا کہ آپ کہاں چلے گئے ہیں اور

بارہویں آیت میں آپ کے متعلق رافضیوں کا قول بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ مہدی ہیں۔ میں نے اس بات کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے۔ کیونکہ یہ اہم بات ہے۔ ا؎

اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قاتل باغی نہیں تھے۔ بلکہ وہ اپنے سروپا شبہات کی وجہ سے ظالم اور سرکش تھے اور اس لئے بھی کہ انہوں نے شبہات کے دور ہونے اور حق کے واضح ہو جانے کے بعد باطل پر اصرار کیا اور ہر شبہ کرنے والا مجتہد نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ شبہ تو ہوتا ہی اس شخص کو ہے جو درجہ اجتہاد سے قاصر ہوتا ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے مذہب میں جو فیصلہ ہو چکا ہے یہ بات اسکے منافی نہیں۔ کیونکہ انہیں بلا تاویل شوکت حاصل تھی اور باغیوں کی طرح جو وہ جنگ میں نقصان کر چکے تھے اسکے ذمہ دار نہ تھے۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کی شہادت جنگ میں نہیں ہوئی تھی۔ اسلئے کہ آپ نے جنگ نہیں کی بلکہ آپ نے جنگ سے منع فرمایا تھی یہاں تک کہ جب حضرت ابو ہریرہ نے جنگ کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ابو ہریرہ میں آپکو قسم دیتا ہوں کہ آپ اپنی تلوار سے کسی کو نہ ماریں۔ آپ میری جان کو بچانا چاہتے ہیں اور میں مسلمانوں کو اپنی جان قربان کر کے بچانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ابن عبدالبر نے سعید المقبری سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے۔

اہلِ سنت والجماعت کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ حضرت معاویہ حضرت علیؓ کے زمانے میں خلیفہ نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک بادشاہ تھے اور زیادہ سے زیادہ انکو اپنے اجتہاد پر ایک اجر مل سکتا ہے اور حضرت علیؓ کیلئے دو اجر ہیں۔ ایک اجر اجتہاد کا اور دوسرے صحیح اجتہاد کا۔ بلکہ انکے لئے دس اجر ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب مجتہد صحیح اجتہاد کرے تو اسے دس اجر ملتے ہیں۔ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہ کی امامت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام اور خلیفہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ انکی بیعت کھل کر ہو گئی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ابو داؤد، ترمذی اور نسائی کی اس حدیث کے مطابق امام نہیں ہوئے تھے جس میں بتایا گیا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہیگی۔ پھر وہ ملوکیت میں بدل جائیگی اور حضرت علیؓ کی وفات پر تیس سال گزر چکے تھے۔ اور آپ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی وفات پر تیس سال مکمل نہیں ہوئے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کی وفات ۴۰ھ کے رمضان میں ہوئی۔ اکثر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ۱۷ تاریخ کو حضرت نبی کریمؐ ۱۲ ربیع الاوّل کو فوت ہوئے اور آپ دونوں کی وفات درمیانی زمانہ تیس سال سے چھ ماہ کم بنتے ہیں۔ اور حضرت حسنؓ کی مدت خلافت کو شامل کر کے تیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔ پس جب یہ بات ثابت ہو گئی تو محققین کے اس قول کو جنہوں نے حضرت علیؓ کی وفات پر حضرت معاویہ کی خلافت

کا ذکر کیا ہے۔ اس بات پر محمول کیا جائیگا کہ ان کی مراد اس وقت سے ہے جب حضرت حسنؓ نے انکو خلافت سپرد کردی تھی یعنی جب آپ کی وفات پر چھ ماہ گزر چکے تھے اور مانعین خلافت معاویہ کہتے ہیں کہ حضرت حسنؓ کا امرِ خلافت کو انکے سپرد کرنا کوئی اہم بات نہیں آپ نے ضرورت کے تحت ایسا کیا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت معاویہ امر خلافت کو حضرت حسنؓ کے سپرد نہ کرینگے اور اگر حضرت حسنؓ خلافت کو انکے سپرد نہ کرتے تو وہ خونریزی اور قتال کرتے۔ آپ نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کیلئے امر خلافت کو ترک کردیا اور ان لوگوں نے جو بات کہی ہے اسکے رد میں آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسنؓ امامِ حق اور سچے خلیفہ تھے۔ آپ کے ساتھ اتنے آدمی تھے جن سے حضرت معاویہ کے ساتھیوں کا مقابلہ کیا جاسکتا تھا۔ آپ کی خلافت سے علیحدگی اور اسے حضرت معاویہ کے سپرد کرنا اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ جیسا کہ خلافت سے دستبرداری کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے بہت سی شروط لگائیں۔ جنکی حضرت معاویہ نے پابندی کی اور انہیں پورا کیا اور صحیح بخاری کی روایت بیان ہو چکی ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت حسنؓ سے صلح کی درخواست کی اور میرے اس بیان پر بخاری کی وہ گذشتہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ جو حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریمؐ کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسنؓ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ ایک

بار لوگوں کی طرف اور دوسری بار حضرت حسنؓ کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالٰی اسکے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں صلح کرائیگا۔ پس رسول کریمؐ انکے ذریعہ اصلاح کی امید فرمارہے ہیں اور آپ واقع کے مطابق امرِ حق ہی کی امید کرتے ہیں۔ پس حضرت حسنؓ سے اصلاح کی امید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ کے حق میں آپ کی خلافت سے دستبرداری ایک درست قدم تھا۔ اور اگر حضرت حسنؓ خلافت سے دستبرداری کے بعد بھی خلافت پر قائم رہتے اور آپکی دستبرداری سے اصلاح نہ ہوتی تو حضرت حسنؓ کی اس پر تعریف نہ کی جاتی۔

اس بات کو بھی جان لیجئے کہ اہلسنت نے یزید بن معاویہ کی تکفیر اور آپ کے بعد اسکے ولی عہد ہونے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ اسے سبط ابن الجوزی وغیرہ کے قول کے مطابق کافر کہتا ہے۔ مشہور ہے کہ جب اس کے پاس حضرت حسینؓ کا سر لایا گیا تو وہ شامیوں کو جمع کر کے آپ کے سر کو چھڑی مارنے اور زبعری کے اشعار پڑھنے لگا کہ

"کاش میرے بزرگ بدر آج موجود ہوتے"

یہ مشہور اشعار ہیں جن میں اس نے دو اشعار کا اضافہ کیا جو کفر صریح پر مشتمل ہیں۔

سبط ابن جوزی کے مطابق ابن جوزی نے کہا ہے کہ ابن زیاد کا حضرت

حسینؓ کے ساتھ جنگ کرنا تعجب خیز امر نہیں۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ یزید نے ان کو بے یار و مددگار چھوڑا۔ اور اس نے حضرت حسینؓ کے دانتوں پر چھڑی ماری اور آل رسول کو اونٹوں کے کجاوں پر سوار کر کے اسیر بنا کر لے گیا۔ اس کے علاوہ بھی اس نے بہت سی بیہودہ باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو اس کے متعلق مشہور ہو چکی ہیں۔ وہ سرِ حسینؓ کو مدینہ لے گیا اور اسکی ہوا متغیر ہو چکی تھی۔ پھر اس نے کہ ایسا کرنے سے میرا مقصد ان کو رسوا کرنا اور سر کو دکھانا تھا۔ اسے خوارج اور باغیوں سے ایسا سلوک روا رکھنا جائز تھا۔ انکا بھی کفن و دفن کرتے اور جنازہ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کے دل میں جاہلیت اور بدر کا کینہ نہ ہوتا تو وہ سرِ حسینؓ کا احترام کرتا۔ اور اسکے کفن و دفن کا انتظام کرتا اور آل رسول سے حسن سلوک سے پیش آتا۔

نوفل بن ابو الفرات کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے یزید کا ذکر کیا اور کہا امیر المومنین یزید بن معاویہ نے کہا تو آپ نے فرمایا تو اسے امیر المومنین کہتا ہے۔ آپ کے حکم پر اسے بیس کوڑے مارے گئے۔

اہل مدینہ نے اس کے گناہوں میں حد درجہ بڑھ جانے کی وجہ سے اس کی بیعت چھوڑ دی تھی۔ واقدی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ ابن الغسیل کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم نے یزید کے خلاف اس وقت بغاوت کی جب ہمیں

خدشہ ہوگیا کہ آسمان سے ہم پر پتھر برسائے جائینگے۔ وہ شخص لڑکوں کی ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا، شراب پیتا اور تارک الصلوۃ تھا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یزید نے شراب پی کر جو کچھ اہل مدینہ سے کی اور ناکردنی افعال کیئے۔ ان سے لوگ برافروختہ ہو گئے۔ اور کئی لوگوں نے اسکے خلاف بغاوت کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسکی عمر میں برکت نہ دی۔ ذہبی نے اس قول میں ان باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس سے ۶۳ھ میں سرزد ہوئیں۔ جب اسے پتہ چلا کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت چھوڑ دی ہے اور اسکے خلاف بغاوت کی ہے۔ تو اس نے ان کی طرف ایک عظیم لشکر روانہ کیا اور اسے اہل مدینہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اس لشکر کے آنے پر باب طیبہ پر حرہ کا واقعہ پیش آیا۔ تجھے کون بتائے کہ حرہ کا واقعہ کیا تھا؟ اس کا ذکر حسن مرہ نے کیا ہے وہ کہتا ہے خدا کی قسم اس واقعہ میں ایک آدمی بھی نہیں بچا۔ بہت سے صحابہ اور دوسرے لوگ اس میں مارے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے فسق پر متفق ہونے کے بعد اس بات پر ان میں اختلاف ہے کہ خاص اسکا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ جن لوگوں نے اس پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے ان میں ابن جوزی بھی شامل ہے۔ اس نے اسے احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب رد علی المتعصب العنید، المانع من ذم یزید میں کہتا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے یزید بن معاویہ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اسے کہا

وہ جس حال میں ہے وہی اس کیلئے کافی ہے۔ اس نے کہا کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔ میں نے اسے جواب دیا کہ متقی علماء نے بھی اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ جن میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یزید کے بارے میں لعنت کا ذکر کیا ہے۔ پھر ابن جوزی نے قاضی ابو یعلی الفراء سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنی کتاب المعتمد الاصول میں صالح بن احمد بن حنبل کی طرف اسناد کر کے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ کچھ لوگ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم یزید کے دوست ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اے بیٹے کیا کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ وہ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کس جگہ یزید پر لعنت کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں یزید پر لعنت کی ہے۔

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الا رض و تقطعو ارحلکم اولئک الزین لعنھم اللہ

''ممکن ہے کہ تم زمین پر حاکم بن کر فساد کرو اور رشتہ داریوں کو قطع کر دو۔ ایسے لوگوں پر خدا تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور انکے کانوں کو بہرہ اور آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔''

(القرآن)

کیا اس قتل سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ آپ نے فرمایا اے بیٹے میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں جس پر اللہ تعالیٰ
نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی ہے۔ پھر آپ نے اس کا ذکر کیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابویعلی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس
میں لعنت کے مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں یزید کا بھی انہوں نے ذکر
کیا ہے۔ پھر ایک حدیث کو بیان کیا ہے کہ جس نے ازراہ ظلم اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا
اللہ تعالیٰ اسے خوفزدہ کریگا اور اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔
اور اس بات میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ یزید نے ایک لشکر کے ساتھ اہل مدینہ
سے جنگ کی اور انہیں خوفزدہ کیا۔ جس حدیث کا انہوں نے ذکر کیا ہے اسے مسلم
نے بیان کیا ہے اور اس لشکر نے بہت سوں کو قتل کیا اور فساد عظیم برپا کیا۔ لوگوں کو اسیر
بنایا اور مدینہ کی بے حرمتی کی۔ اور یہ ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ تین سو نوجوان
اور اتنے ہی صحابہ قتل ہوئے اور سات سو کے قریب قرآن کے قاری مارے گئے۔ اور
کئی روز تک مدینہ کے بے حرمتی ہوتی رہی اور مسجد نبوی میں نماز باجماعت نہ ہو سکی۔
اور اہل مدینہ روپوش رہے۔ کئی روز تک مسجد نبوی میں کوئی شخص داخل نہ ہو سکا۔ یہاں
تک کہ کتوں اور بھیڑیوں نے مسجد میں داخل ہو کر رسول کریم ﷺ کے منبر پر
پیشاب کیا اور یہ سب باتیں رسول کریم ﷺ کی پیش خبری کی تصدیق کر رہی

ہیں۔ اور اس لشکر کا امیر صرف اس بات پر راضی ہوا کہ لوگ اس کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کریں۔ اور یہ کہ وہ اس کے غلام ہیں۔ خواہ وہ انہیں بیچ دے یا آزاد کر دے بعض لوگوں نے کہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں۔ مگر انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ واقعہ حرہ میں ہوا۔ پھر اس کا یہ لشکر حضرت ابن زبیر سے جنگ کیلئے گیا اور ان لوگوں نے منجنیق سے کعبہ پر سنگباری کی۔ اور اسے آگ سے جلا دیا۔ پس ان بر باتوں سے جو اس کے زمانے میں پیدا ہوئیں اور کونسی بات بڑی ہے اور یہ باتیں گزشتہ حدیث کا مصداق ہیں کہ میری امت ہمیشہ امر خلافت میں انصاف پر قائم رہیگی یہاں تک کہ بنوامیہ میں سے ایک آدمی جسے یزید کہا جائیگا اسے توڑ پھوڑ دیگا۔

یزید کو اس کے برے اعمال کے باعث عمر نے اور اس کے باپ کی قبولیت دعا نے قطع کر کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ اسے یزید کو خلیفہ بنانے پر ملامت کی گئی تو اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا اے اللہ میں نے تو یزید کو اسکے افعال دیکھ کر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ پس میں نے اسکے متعلق جو امید کی ہے اسے اس مقام تک پہنچا۔ اور اسکی مدد فرما اور اگر میں نے شفقت پدری کی وجہ سے کیا ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اسے اس مقام تک پہنچنے سے پہلے موت دے دے تو اس کے ساتھ یہی ہوا۔ کیونکہ اسکی حکومت ۶۰ھ میں قائم ہوئی اور وہ ۶۴ھ میں فوت ہو گیا۔ اسکا ایک

نوجوان صالح بیٹا تھا۔ اسے اس نے خلیفہ مقرر کیا اور وہ مرنے تک مسلسل بیمار رہا۔ وہ نہ لوگوں کے پاس آیا نہ انہیں نماز پڑھائی اور نہ ہی کسی کام میں مداخلت کی۔ اس کی مدتِ خلافت چالیس روز رہی۔ بعض اسے دو ماہ اور بعض تین ماہ قرار دیتے ہیں۔ اسکی وفات ۲۱ سال کی عمر میں ہوئی۔ بعض بیس سال کی عمر بتاتے ہیں۔ اسکی ظاہری نیکی کی ایک مثال یہ ہے کہ جب وہ خلیفہ بنا تو اس نے منبر پر چڑھ کر کہا کہ یہ خلافت اللہ کی رسی ہے۔ اور میرے دادا معاویہ نے اس شخص سے خلافت کا جھگڑا کیا جو اس سے اس کا زیادہ حقدار تھا۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب۔ اور جو سلوک وہ تم سے کرتا رہا ہے تم اسے جانتے ہو۔ یہاں تک کہ موت نے اسے آلیا۔ اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا ہے۔ پھر میرے باپ نے خلافت سنبھالی اور وہ اس کا اہل نہیں تھا اور اس نے دخترِ رسول کے بیٹے سے جھگڑا کیا اور اسکی زندگی ختم کر دی۔ اور اسکی اپنی اولاد بھی تباہ ہو گئی۔ اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا۔ پھر اس نے رو کر کہا جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہ کہ ہمیں اس کے برے انجام کا علم ہے۔ اس نے عترتِ رسول کو قتل کیا اور شراب کو جائز قرار دیا اور کعبہ کو ویران کیا۔ میں نے خلافت کا مزہ نہیں چکھا اور نہ ہی اس کی تلخیوں کو گلے کا ہار بنانا چاہتا ہوں۔ اپنے معاملہ کو تم خود سمجھو۔ خدا کی قسم اگر دنیا کوئی اچھی چیز ہے ہم نے اس سے اپنا حصہ حاصل کر لیا ہے اور اگر بری چیز ہے تو ابوسفیان کی اولاد کیلئے وہی کافی ہے جو

اس نے حاصل کرلیا ہے۔ پھر وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر چھپ گیا اور چالیس روز کے بعد فوت ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ اس پر رحمت کرے وہ اپنے باپ سے زیادہ انصاف پسند تھا۔ اس نے بتا دیا کہ خلافت اسکے اہل کو ملنی چاہیئے۔ جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان نے بتایا تھا۔ آپ کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے یزید کو امیر المومنین کہنے پر ایک آدمی کو بیس کوڑے مارے تھے۔ آپ کے عظیم عدل و انصاف، اچھے احوال اور کارناموں کے باعث سفیان ثوری نے کہا ہے۔ جسے ابوداؤد نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ حضرت حسن اور ابن زبیر کو باوجود صلاحیت کے ان میں شمار نہیں کیا گیا۔ اس سے قبل یہ نص بیان ہو چکی ہے کہ حضرت حسنؓ بھی ان میں سے ہیں۔ انکا شمار خلفائے راشدین میں اسلئے نہیں کیا گیا کہ حضرت حسنؓ کی مدت خلافت بہت مختصر تھی۔ پھر جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر امت کا اجتماع ہوا اور ان کا حکم نافذ ہوا اس طرح ان دونوں کے ہاتھ پر نہیں ہوا۔

میں اللہ تعالٰی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے صالح بندوں اولیائے عارفین اور مقربین احباب میں شامل فرمائے۔ اورانہی کی محبت پر موت دے اور ان کے زمرہ میں میرا حشر کرے اور مجھے ہمیشہ آل محمدؐ اور آپ کے صحابہ کی خدمت کی

توفیق دے۔ اور مجھ پر اپنی محبت اور رضا مندی کا احسان فرمائے اور مجھے اہلسنت کے باعمل ہادی اور مہدی ائمہ، علماء، حکماء اور لیڈروں میں سے بنائے وہ اکرم، کریم اور ارحم رحیم ہے۔ آمین

باب ۱

اہل بیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو اس بات سے آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت جن کی طرف میں پناہ لیتا ہوں میرا ظاہر ہیں اور انصار باطن ہیں۔ پس ان کے برے آدمی سے درگزر کرو اور ان کے محسن سے قبول کرو۔ یہ حدیث حسن ہے۔

صحیح روایت میں آپ کے بھانجے ہونے کا ذکر آیا ہے کیونکہ عبدالمطلب کی والدہ بنونجار میں سے تھیں اور ایک حدیث حسن میں ہے کہ ہر نبی کا ترکہ اور جاگیر ہوتی ہے۔ اور میرا ترکہ اور جاگیر انصار ہیں پس انکے بارے میں میرا لحاظ رکھنا اور ابن جبیر کی بیان کردہ تفسیر کہ یہ آیت مودۃ آل کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ انکی

تائید حضرت علیؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے رشتہ کے متعلق آیت نازل ہوئی ہے۔ کہ ہر مومن ہماری مودت کا لحاظ رکھتا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا۔ حضرت زین العابدینؓ سے بھی ایک ایسی ہی روایت بیان ہوئی ہے کہ جب آپکے والد حضرت حسینؓ شہید ہوگئے۔ اور آپ کو قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ٹھہرائے گئے تو ایک شامی نے آپ سے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں مارا اور تمہاری جڑ نکال دی اور فتنہ کے سینگ کو کاٹ کر رکھدیا تو آپ نے فرمایا۔ کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اسے وضاحت سے بتایا کہ یہ آیت مودۃ ہمارے بارے میں ہے۔ اور ہم ہی قرابتدار ہیں۔ اس نے کہا آپ وہ قرابتدار ہیں آپ نے جواب دیا ہوں! اسے طبرانی نے بیان کیا ہے۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ سے فرمایا ہے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے سوائے قرابتداروں کی محبت کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کریگا۔ ہم اسکے لئے نیکی کو مزید خوبصورت بنادینگے۔ نیکی کرنے سے مراد ہم اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔

محب طبری ایک روایت لائے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے تم پر جو میرا اجر مقرر کیا ہے۔ وہ میرے اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔ اور میں کل تم سے ان کے بارے میں دریافت کرونگا۔ اور متعدد احادیث میں اہلبیت کے متعلق صریح وصیت آئی ہے ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے رہا ہوں جب تک تم ان سے تمسک کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان دونوں میں سے ایک دوسری سے بڑے ہے۔ کتاب اللہ خدا کی وہ رسی ہے جو آسمان سے زمیں تک لمبی ہے۔ اور میرے اہل بیت۔ اور یہ دونوں حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے۔ دیکھنا میرے بعد انکے متعلق تم کس طرح میری نیابت کرتے ہو؟ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ لیکن ابن جوزی کا اسے العلل المتناہیہ میں بیان کرنا درست نہیں اور یہ درست ہو بھی کیسے سکتا ہے اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ آپ نے ایک ماہ وفات سے پہلے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت رابغ کے قریب اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں ایک کتاب اللہ ہے جس میں نور ہدایت ہے پھر فرمایا دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالٰی کو یاد دلاتا ہوں۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔ اس حدیث کے راوی زید بن ارقم سے پوچھا گیا۔ آپ کے اہل

بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں۔ آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ دریافت کیا گیا وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر، اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہے۔ دریافت کیا گیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا، ہاں !

ایک صحیح روایت میں ہے کہ گویا مجھے بلایا گیا اور میں نے جواب دیا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ کتاب اللہ اور میرا خاندان۔ دیکھنا انکے بارے میں تم میری کیسی نیابت کرتے ہو؟ وہ حوض کوثر تک کبھی آپس میں جدا نہ ہونگے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دونوں حوض کوثر پر وارد ہونے تک کبھی جدا نہ ہونگے۔ میں نے اپنے رب سے ان دونوں کے بارے میں یہ دعا کی ہے۔ پس ان دونوں سے پیشقدمی نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور نہ کوتاہی کرو ورنہ ہلاک ہوگے اور انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم لوگوں زیادہ عالم ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے بیس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے۔ ہم نے اسکو تفصیل کے ساتھ ضرورت کے مطابق بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے یہ جو فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کے بارے میں میری نیابت کرنا۔ اور پھر دونوں چیزوں کا نام ثقلین

رکھا ہے۔ یہ انکی عظمت شان کو بڑھانے کیلئے فرمایا ہے۔ کیونکہ ہر شرف اور شان والی چیز کو ثقل کہا جاتا ہے یا اس لئے انہیں ثقل کہا ہے کہ اللہ نے انکے حقوق کی ادائیگی کو بہت عظمت کا کام قرار دیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے کہ ان سنلقی علیک قولاً ثقیلا، یعنی یہ قول بڑی شان اور اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس کی ادائیگی بڑی دقت اور مشکل سے ہوتی ہے۔ پھر جن وانس کو بھی ثقلین کہا جاتا ہے۔ اسلئے کہ انہیں زمین کو دو حصے اور دیگر حیوانات پر ممتاز ہونے کا اختصاص حاصل ہے۔

ان احادیث میں رسول کریم ﷺ کا بالخصوص یہ فرمان کہ تم انکے بارے میں میری نیابت کیسے کرتے ہو؟ اور یہ کہ میں تمہیں اپنے خاندان کے متعلق اچھائی کو وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ ان کو مودت ان سے حسن سلوک، ان کے اکرام واحترم اور انکے واجب اور مندوب حقوق کی ادائیگی پر زبردست ترغیب دلاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ روئے زمین پر حسب ونسب کے لحاظ سے سب سے اہلبیت رسول معزز گھرانہ ہے۔ اور خصوصاً اس صورت میں جب وہ سنت بنویہ کے پیروکار ہوں۔ جیسے کہ انکے اسلاف حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت عقیلؓ، حضرت جعفرؓ اور ان کی اولاد تھی۔ اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ان سے پیشقدمی نہ کرو اور نہ ان کے حقوق میں کوتاہی کرو اور نہ انہیں کچھ سکھانے کو کوشش کرو۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اس بات

کی دلیل ہے کہ ان میں جو شخص مراتب عالیہ اور دینی کاموں کے اہل ہو اس پر کسی دوسرے کو مقدم نہ کرو اور یہ تصریح تمام قریش کے متعلق ہے۔ جیسا کہ ان احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ جو قریش کے لئے ثابت ہے تو اہل بیت نبوی اپنے فضل و امتیاز کے لحاظ سے سب سے زیادہ اس بات کے حقدار ہیں۔ اور زید بن ارقم کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن انکے قول سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ وہ اخص معنوں کو چھوڑ کر اعم معنوں میں اہل بیت ہیں۔ اور اخص مفہوم میں وہ لوگ ہیں، جن پر صدقہ حرام ہے۔ اسکی تائید مسلم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام ایک صبح کو دھاریدار چادر جو سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی لیکر نکلے۔ حضرت حسنؓ آئے تو آپ نے انہیں چادر کے اندر داخل کر لیا پھر حضرت حسینؓ کو پھر حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کو۔ پھر فرمایا

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔

ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے ان کیساتھ داخل ہونا چاہا تو آپ نے انہیں منع کرنے کے بعد فرمایا تو تو بھلائی پر ہے۔ اور ایک دوسری میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی انکے ساتھ شامل ہو جاؤں؟ تو

آپ نے فرمایا تو تو عام اہل بیت میں سے ہے۔ احمد نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت نبی کریم ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور انکے دونوں بیٹوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

زید بن ارقم کا قول ہے کہ آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور صدقہ سے مراد زکوۃ ہے۔ شافعی وغیرہ نے انکی تفسیر بنی ہاشم اور بنو مطلب سے کی ہے۔ اور انہیں زکوۃ کے عوض فیء اور غنیمت سے خمس دیا گیا ہے۔ جس کا ذکر سورۃ انفال اور سورۃ حشر میں آیا ہے اور ان میں ذوی القربیٰ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ بیہقی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ذوی القربیٰ کا حصہ دے کر ان کی تخصیص کردی ہے۔ اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ایک چیز قرار دے کر انکو ایک اور فضیلت دے دی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان پر صدقہ حرام کر کے اسکے عوض انہیں خمس دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ صدقہ محمدؐ اور آل محمدؑ کیلئے حرام ہے۔ اور یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی آل وہ لوگ ہیں جن پر ہمیں آپ کے ساتھ صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ، وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور انہیں خمس دیا گیا ہے پس بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مسلمان ہماری اس صلوٰۃ وسلام میں شامل ہیں۔ جو ہم آل نبی پر فرائض ونوافل میں پڑھتے ہیں۔ اور جن سے محبت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ امام مالک اور ابو حنیفہ نے زکوۃ کی حرمت کو بنی ہاشم

تک محدود رکھا ہے۔ ابو حنیفہ کے نزدیک مطلق طور پر ان کیلئے اسکا جواز ہے۔

طحاوی کہتے ہیں خواہ وہ ذوی القربیٰ کے حصے سے محروم ہوں اور ابو یوسف بعض کیلئے جائز قرار دیتے ہیں۔ اکثر حنیفہ شوافع اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ خیرات لے سکتے ہیں اور مالک کی ایک روایت میں ہے کہ وہ خیرات کے علاوہ فرض زکوٰۃ کو بھی لینا جائز سمجھتے ہیں۔ اسلئے کہ اس بارے میں بہت زور دیا گیا ہے۔ اور محب طبری نے حدیث، میرے اہل بیت کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کرو۔ کیونکہ میں انکے بارے میں کل تم سے جھگڑا کرونگا اور میں جس کا مدِ مقابل ہونگا، اسے میں جھگڑے میں زیر کرلونگا۔ اور جسے میں زیر کرلونگا وہ آگ میں داخل ہوگا۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں میں اس کی کسی قابل اعتماد اصل پر مطلع نہیں ہوا اور حضرت ابو بکرؓ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل بیت کے بارے میں حضرت نبی کریمؐ کے عہد و محبت کا لحاظ رکھو۔

باب ۲

اھل بیت سے محبت کے متعلق ترغیب اور انکے حقوق کی ادائیگی کی نگرانی

ابن جوزی کے وہم کے خلاف صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ تم کو دے رہا ہے۔ ان کے باعث اس سے محبت رکھو اور مجھ سے خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ [۱]

بیہقی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اسکی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ قریش جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خندہ روئی سے ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے چہروں سے ملتے ہیں جن کو ہم پہچانتے ہی نہیں۔ رسول اللہؐ

اس بات کو سن کر بہت برافروختہ ہوئے اور فرمایا مجھے اس خدا کی قسم ہے۔ جسکے قبضہء قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ تم سے اور اس کے رسول سے اللہ محبت نہ کرے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ ہم قریش سے ملتے اور وہ آپس میں باتیں کررہے ہوتے تو ہمیں دیکھ کر باتیں بند کردیتے ہم نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جو آپس میں باتیں کررہے ہوتے ہیں اور جب میرے اہل بیت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو اپنی گفتگو ختم کردیتے ہیں۔ خدا کی قسم اس شخص کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوگا جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کریگا۔

احمد وغیرہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قرابت کی خاطر محبت نہ کریگا طبرانی کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر کہا کہ جب سے آپ نے قریش اور عربوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اسکی وجہ سے ہمارے متعلق انکے دلوں میں کینہ پیدا ہوگیا ہے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک خیر یا ایمان کو حاصل نہیں کرسکتا۔ جب تک وہ تم سے، اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے کیا سہلب (مراد کا ایک قبیلہ) میری شفاعت کی امید رکھتا ہے۔ اور بنو

عبدالمطلب انکی امید نہیں رکھتے؟

طبرانی ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اے بنو ہاشم میں نے اللہ تعالٰی کے حضور تمہارے لئے دعا کی ہے کہ وہ تم کو نجیب اور رحمدل بنادے اور یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے خائف کو امن دے اور تمہارے بھوکے کو سیر کرے اور حضرت عباسؓ نے رسول کریم ﷺ کے پاس آکر کہا کہ یارسول اللہ میں کچھ لوگوں کے پاس گیا جو باتیں کررہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو خاموش ہوگئے اور یہ حرکت انہوں نے ہمارے بغض کی وجہ سے کی تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کیا انہوں نے ایسا کیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ تم سے میری محبت کیوجہ سے محبت نہ کرے۔ کیا وہ امید رکھتے ہیں کہ وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونگے اور بنو عبدالمطلب انکی امید نہیں رکھتے۔

ایک حدیث میں سند کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ رسول کریم ﷺ نہایت غصہ کے ساتھ باہر نکلے اور منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے اہلبیت کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی شخص اسوقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھ سے محبت نہ کرے اور وہ اسوقت تک مجھ سے محبت نہیں کرسکتا جب تک

کہ وہ میرے قرابتداروں سے محبت نہ کرے۔(یعنی رسولؐ کی محبت کی بنیاد انکے اہلبیتؓ سے محبت کرنا ہے)

ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے بارے میں ایذا دیتے ہیں۔ سنو جس نے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی۔ اسنے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو مجھے میرے قرابتداروں کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔ سنو جس نے میرے قرابتداروں کو تکلیف دی اس مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اسنے اللہ تبارک وتعالیٰ کو تکلیف دی۔

طبرانی نے روایت کی ہیکہ حضرت علیؓ کی ہمشیرہ ام ہانی نے اپنی بالیوں کو نمایاں کیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں کہا کہ محمد ﷺ خدا کے ہاں آپکو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ ام ہانی نے آکر اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ خیال کرتے ہو کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو حاصل نہ ہوگی؟ میری شفاعت تو یمن کے صداء اور حکم قبیلے کو بھی حاصل ہوگی۔

بزار نے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی پھوپھی صفیہ بن

عبدالمطلب کا بیٹا فوت ہوگیا تو انہوں نے واویلہ کیا تو حضور علیہ السلام نے انہیں صبر کی تلقین کی تو وہ خاموش ہو کر باہر نکل گئیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں کہا تو اس لئے چلاتی ہے کہ تمہاری رسول کریم ﷺ سے قرابتداری ہے حالانکہ وہ تو اللہ کے ہاں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ وہ یہ بات سن کر رو پڑیں اور اس رونے کو حضور علیہ السلام نے بھی سن لیا۔ اور آپ انکی عزت کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے۔ آپ نے صفیہ سے دریافت کیا اور انہوں نے حضرت عمرؓ کی بات آپ کو بتادی۔ آپ نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز کیلئے بلائیں۔ پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا خیال یہ ہے کہ میری قرابت کوئی فائدہ نہ دیگی۔ قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے سوا سب سبب اور نسب قطع کردیئے جائیں گے۔ کیونکہ وہ دنیا اور آخرت میں موصول ہے۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے۔ جس میں ضعیف راوی بھی ہیں۔

صحیح روایت یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ ان لوگوں کو کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میری رشتہ داری میری قوم کو قیامت کے روز کوئی فائدہ نہ دیگی۔ خدا کی قسم میری رشتہ داری دنیا اور آخرت میں ملی رہیگی۔ اور اے لوگو! میں حوضِ کوثر پر تمہارا فرد ہونگا۔

یہ احادیث ان احادیث کے منافی نہیں جو صحیحین وغیرہ میں آئی ہیں۔ کہ

جب آیت واءنذر عشیر تک الاقربین نازل ہوئی تو آپ نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور پھر ہر خاص و عام کو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے کسی کام نہیں آسکتا۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ سے بھی آپ نے یہی بات کہی۔ منافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اس روایت کو اس شخص پر محمول کیا جائیگا جو کافر کی حالت میں مریگا۔ یا وہ تغلیظ و تنفیر کے مقام سے نکل چکا ہوگا۔ یا یہ روایت اس وقت کی ہے جب آپ کو اس بات کا علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ خاص و عام کی شفاعت کرینگے۔

حضرت حسنؓ سے ایک روایت آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جو اہل بیت کے بارے میں غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا برا ہو۔ ہم سے للہ محبت رکھو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت رکھو اور اگر ہم اسکی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ اس آدمی نے آپ سے کہا آپ تو رسول کریم ﷺ اور آپ کے اہل بیت سے قرابت رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا تمہارا برا ہو۔ اگر ہمیں بغیر آپ کی عملی اطاعت کے آپکی قرابتداری فائدہ بخش ہوئی، تو وہ شخص اس سے فائدہ اٹھائیگا جو ہم سے بھی آپ کے زیادہ قریب ہے۔ مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے نافرمان کو دوگنا عذاب دیا جائیگا۔ اور یہ بھی وارد ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہؓ اسلئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آگ سے چھڑا دیا ہے۔

طبرانی نے بسند ضعیف روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے

کہ اہل بیت کے بارے میں ہماری محبت کا خیال رکھو اور جو شخص ہم سے محبت رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملیگا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی شخص کو اسکا عمل ہمارے حق کی معرفت کے بغیر فائدہ نہ دیگا۔

ایک روایت میں ہے کہ جنابِ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے پیروکاروں اور پیرکاروں سے محبت رکھنے والوں کو بخش دیا ہے۔

محبّ طبری نے روایت کی ہے کہ جنابِ رسول خداؐ نے فرمایا مومن اور متقی اہل بیت سے محبت رکھتا ہے اور منافق اور شقی ہم سے بغض رکھتا ہے اور دیلمی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے، وہ قرآن سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے قرابتداروں سے محبت رکھتا ہے۔

اور حدیث کہ میرے اہل سے محبت رکھو اور علیؑ سے محبت رکھو اور جو میرے اہل کے کسی فرد سے بغض رکھیگا وہ میری شفاعت سے محروم رہیگا۔

اور یہ حدیث کہ آلِ محمدؐ سے ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور حدیث مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنا سات پر ہول مقامات پر فائدہ بخش ہے۔ اور حدیث آلِ محمدؐ کی معرفت آگ سے نجات ہے اور

حب آل محمدؐ پل صراط کا پاسپورٹ ہے۔ اور آل محمدؐ کی ولایت عذاب سے امان ہے۔

حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حدیث کہ میں ایک درخت ہوں اور فاطمہؑ اسکا بور ہے اور علیؑ اسکا دودھ ہے اور حضرت حسنؑ اور حسینؑ اسکا پھل ہیں۔ اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنے والے پتے ہیں، حق ہے۔

یہ حدیث کہ ہمارے اہل شیعہ قیامت کے روز اپنی قبروں سے عیوب و ذنوب کے باوجود، چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلیں گے۔

یہ حدیث کہ جو شخص آل محمدؐ کی محبت میں مریگا وہ شہید مغفور، تائب، مومن اور مستکمل الایمان مریگا۔ اسے ملک الموت جنت کی خوشخبری دے گا اور منکر و نکیر اسے جنت میں یوں لے جائیں گے جیسے دلہن کو اس کے خاوند کے گھر لے جایا جاتا ہے۔ اور اس کیلئے جنت میں دو دروازے کھولے جائیں گے۔ اور وہ اہلسنت والجماعت کے طریق پر مریگا۔ اور جو شخص آل محمدؐ کے بغض میں مریگا وہ قیامت کے روز اس حالت میں آیگا کہ اسکی دونوں آنکھوں کے درمیان "رحمت الٰہی سے ناامید" لکھا ہوگا۔ ثعلبی نے اسے مبسوط طور پر اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ اور

حدیث کہ جو دل سے ہم سے محبت رکھیگا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کریگا، میں اور وہ دونوں علیین میں اکٹھے ہونگے۔ اور جو دل سے ہم سے محبت رکھیگا اور اپنی زبان سے مدد کریگا۔ اور اپنے ہاتھ کو روکے گا، وہ اس کے ساتھ والے

درجے میں ہوگا۔ اور جو دل سے ہم سے محبت رکھیگا، اور اپنی زبان اور ہاتھ کو ہم سے روکے گا، وہ اسکے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اس سند میں ایک غالی رافضی اور ہلاک ہونے والا کذاب ہے۔

طبرانی اور ابوالشیخ نے حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں۔ جو انکی حفاظت کریگا، اللہ تعالیٰ اسکے دین اور دنیا کی حفاظت کریگا۔ اور جو انکی حفاظت نہ کریگا، اللہ تعالیٰ اسکے دین اور دنیا کی حفاظت نہ کریگا۔ میں نے پوچھا وہ حرمتیں کونسی ہیں۔ فرمایا حرمت اسلام، میری حرمت، اور میرے رشتہ کی حرمت۔

باب ۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں اہلبیت پر درود پڑھنے کی

مشروعیت

صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ آپ پر اور اہل بیت پر کیسے درود بھیجا جائے۔ فرمایا کہو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم (الحدیث) اور بقیہ روایات میں ہے کہ یارسول اللہ ہم آپ پر کیسے درود پڑھا کریں۔ فرمایا کہو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد (الحدیث)

پہلی روایت سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ اہل بیت بھی جملہ آل میں سے ہیں یا وہی آل ہیں۔ لیکن صحیح بات جو تصریح کرتی ہے یہ ہے کہ وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں اور وہ اہل بیت سے اعم ہیں اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہل بیت سے آل مراد لی جاتی ہے اور وہ ان سے اعم ہے۔

واثلہ سے بسند بیان ہوا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ وحسینؓ کو اپنے کپڑے کے نیچے اکٹھا کیا تو فرمایا اللھم قد جعلت صلاتك ومغفرتك ورحمتك ورضوانك علی ابراھیم وآل ابراھیم انھم منی وانا منھم فاجعل صلاتك ورحمتك ومغفرتك ورضونك علی وعلیھم

امام شافعی اس حدیث سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آل پر درود پڑھنا بھی آپ پر درود پڑھنے کی طرح واجب ہے۔ مستند امر یہ ہے کہ متفق علیہ حدیث میں درود پڑھنے کا حکم ہے کہ کہو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد اور امر وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ یہ بات حقیقتہً اصح ہے اور باقی ان احادیث کے تتمات اور طرق ہیں۔ جنہیں میں نے اپنی کتاب "الدر المنضود" میں بیان کیا ہے۔

◈◈◈

باب ۴

قابل تکریم نسل کے متعلق آپ کی دعائے برکت

نسائی نے عمل الیوم واللیلتہ میں بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک پارٹی نے حضرت علیؓ سے کہا کاش آپ کے ہاں حضرت فاطمہؓ ہوتیں۔ یہ بات سن کر حضرت علیؓ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حضرت فاطمہؓ کی منگنی کے متعلق پیغام دینے گئے۔ آپ نے پوچھا اے پسر ابوطالب تجھے کیا حاجت ہے۔؟ حضرت علیؓ کہتے ہیں میں نے حضرت فاطمہؓ کے متعلق ذکر کیا۔ آپ نے مرحباواھلا کے سوا آپ کو اور کوئی بات نہ فرمائی۔ حضرت علیؓ انصار کی منتظر پارٹی کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کیا ماجرا ہوا؟ آپ نے کہا رسول کریم ﷺ کی طرف سے آپ کیلئے یہی کافی ہے ایک تو حضور نے آپ کو اہل عطا کی اور دوسرے رحب اور شادی کے بعد آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے علی شادی کا ولیمہ بھی ضروری ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے پاس ایک مینڈھا تھا۔ انصار کے ایک گروہ نے آپ کیلئے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیئے۔

جب شب زفاف کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ملے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ پھر اسے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ پر انڈیل دیا۔ اور فرمایا اللھم بارك فیھما و بارك علیھما و بارك لھما فی نسلھما۔

دوسرے لوگوں نے بعض الفاظ کے حذف کیساتھ اسے روایت کیا ہے۔

❁❁❁❁
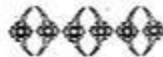
باب ۵

اس نسل کیلئے جنت کی بشارت

دوسرے باب میں متعدد احادیث اس بارے میں بیان ہو چکی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اہل بیت کیلئے مخصوص شفاعت کرینگے۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ

ان فاطمة احصنت فرجها نحرم الله ذريتها على النار

فاطمہؓ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے اسکی اولاد کو آگ پر حرام قرار دے دیا ہے۔

اسے تمام نے اپنے فوائد میں بیان کیا ہے اور بزار اور طبرانی نے

فحرمها الله وذريتها على النار

یعنی اللہ تعالیٰ نے اسکو اور اسکی ذریت کو آگ پر حرام قرار دیا ہے کے الفاظ استعمال کیئے ہیں۔

اور حضرت علیؓ سے بسند روایت بیان ہوئی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو چار کا چوتھا شخص ہو۔ سب سے پہلے جنت میں میں، تو، حسنؓ اور حسینؓ داخل ہونگے۔ اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہونگی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ

جنت میں پہلے چار داخل ہونے والوں میں میں، تو اور حسنؑ و حسینؑ ہیں اور ہماری اولاد ہماری پشت پیچھے ہوگی اور ہمای بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہونگی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہونگے۔

ابن السدی اور دیلمی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ ہم بنو عبدالمطلب یعنی میں، حمزہؓ، علیؑ، جعفرؓ، حسنؑ و حسینؑ او رمہدیؑ سردارانِ بہشت ہیں۔ [1]

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے گھرانے کے بارے میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جوان میں سے توحید و رسالت کا اقرار کریگا۔ اس تک یہ اطلاع پہنچادو کہ امیں اسے عذاب نہیں دونگا۔ اور ایک سند کے ساتھ روایت آئی ہے۔ جسکے راوی ثقہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ

ان اللہ غیر معذبک ولا ولدک

اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد کو عذاب نہیں دیگا۔

احمد نے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اے گروہ بنی ہاشم اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا ہے۔ اگر میں اسکی مخلوق میں سے جنتیوں کو چنوں تو تم سے آغاز کروں۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ سب

سے پہلے حوضِ کوثر پر آنیوالے میرے اہل بیت اور میری امت میں سے مجھ سے محبت کرنیوالے ہونگے۔

باب ۶

امت کی امان

ایک جماعت نے سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ ستارے آسمان والوں کیلئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کیلئے امان ہیں۔

احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ستارے آسمان والوں کیلئے امان ہیں جب ستارے ختم ہو جائینگے، آسمان والے ہلاک ہو جائینگے اور میرے اہلبیت اہل زمین کیلئے امان ہیں جب میرے اہلبیت ختم ہو جائینگے اہل زمین بھی ہلاک ہو جائینگے اور صحیح روایت یہ ہے کہ ستارے اہل زمین کیلئے غرق ہونے سے امان کا موجب ہیں۔ اور میرے اہل بیت میری امت کے اس اختلاف میں امان کا موجب ہیں جو امت کے استیصال کا باعث ہوگا۔ جب کوئی عرب قبیلہ انکی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کی پارٹی بن جاتے ہیں۔

اور بہت سے طرق سے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ صرف میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی نوح کی انکی قوم میں۔ جو اس پر سوار ہوگا نجات پائیگا اور جو اس سے پیچھے رہ جائیگا غرق ہو جائیگا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو اس پر سوار ہوگا محفوظ ہو جائیگا اور جو اسے چھوڑ دے گا غرق ہو جائیگا۔ میرے اہلبیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی

سی ہے جو اس میں داخل ہو جایگا بخشا جایگا۔

حضرت حسینؓ سے روایت ہے کہ جس نے میری اولاد میں سے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی پیروی کی اس کی اطاعت واجب ہے۔ اور آپ کے بیٹے زین العابدینؓ سے روایت ہے کہ ہمارے شیعہ صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے اور ہماری طرح عمل کرتے ہیں۔

محبؒ طبری نے شرف النبوۃ میں ابی سعید سے بلا اسناد حدیث بیان کیا ہے کی میں اور اہل بیت جنت کا درخت ہیں اور اسکی شاخیں دنیا میں ہیں جو ان سے تمسک کریگا وہ اپنے رب کی طرف راستہ پالے گا۔

ایسے ہی اس نے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میری امت کے ہر خلف کے لئے میرے اہل بیت میں عادل آدمی ہونگے جو اس دین سے غالیوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب شدہ باتوں کی تاویل کو دور کرتے رہینگے۔

اس سے زیادہ مشہور یہ حدیث ہے کہ ہر خلف میں سے یہ علم اس کے عادل آدمی اٹھائیں گے۔ جو اس دین سے غلط باتوں کو دور کرتے رہیں گے۔ اور ابن عبدالبر وغیرہ کے نزدیک مستند یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو علم کا بار اٹھاتا ہے اور اسکی جرح میں کوئی بات نہیں کی گئی وہ عادل ہے۔

باب ۷

انکی عظیم کرامات پر دلالت کرنے والی خصوصیات

کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے۔ جن میں سے بعض کے رجال موثق ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے اور

ایک روایت میں ینقطع یوم القیامة الا کے الفاظ آئے ہیں۔اور ایک روایت میں ماخلا سببی و نسبی یوم القیامة کے الفاظ آئے ہیں۔اور ایک روایت میں وکل ولد آدم۔اور ایک روایت میں و کل ولد اب کے الفاظ آئے ہیں۔ اسلئے انکا عصبہ ان کے باپ کی طرف سے ہے۔سوائے اولاد فاطمہؓ کے،ان کا باپ اور عصبہ میں ہوں۔اس حدیث کو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کیلئے روایت کیا ہے۔ جب آپ نے ان کی بیٹی حضرت ام کلثوم کی منگنی کا پیغام دیا اور حضرت علی نے انکی صغر سنی کا عذر کیا تو آپ نے فرمایا میں نے شہوت کی غرض سے ایسا نہیں کیا۔میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے پھر آپ نے مذکورہ حدیث بیان کی اور فرمایا ! میں چاہتا ہوں کہ میرا بھی رسول کریم ﷺ سے کوئی نسبی یا سببی تعلق ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر سبب اور دامادی میرے سبب اور دامادی کے سوا منقطع ہو جائیگی۔ایک روایت میں،جس کی سند میں ضعف ہے،بیان ہوا ہے کہ تمام ماؤں کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے،جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں سوائے اولاد فاطمہؓ کے۔پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ میں ہی انکا باپ اور میں ہی انکا عصبہ ہوں۔اور ابن جوزی کے خیال کے خلاف کئی طرق سے یہ حدیث آئی ہے۔جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اسکی صلب میں رکھی ہے اور میری

ذریت کو اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔ اوران احادیث میں یہ ظاہر دلیل پائی جاتی ہے۔ جسے ہمارے محقق ائمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ رسول کریم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد کفاءت وغیرہ میں آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کسی شریف ہاشمی کی بیٹی، غیر شریف سے کفاءت نہیں کرتی۔ اوراس کے غیر کی بیٹیوں کی اولاد صرف اپنے باپوں کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ کہ ماؤں کے باپوں کی طرف۔

بخاری میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے منبر پر ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے اور ایک دفعہ حضرت حسنؓ کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا میرا یہ سردار بیٹا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائیگا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے انکی پیدائش کے وقت انکو اپنا بیٹا فرمایا۔ اوراسی طرح انکے بھائیوں کو بھی بیٹا کہا۔ حضرت حسنؓ سے بسند حسنؓ بیان ہوا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا آپ صدقہ کی کھجوروں کے ایک ٹوکرے کے پاس سے گزرے۔ تو میں نے اس سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی۔ آپ نے اسے میرے منہ سے نکال کر فرمایا ہم آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دوسروں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ مہدیؑ، میری اولاد یعنی فاطمہؑ کی اولاد سے ہوگا اور احمد وغیرہ کی دوسری روایت میں ہے کہ

مہدیؑ ہم اہل بیت میں سے ہوگا اور ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ مہدیؑ ہم میں سے ہوگا۔ جیسے دین کا آغاز ہم سے ہوا ہے۔ ایسے ہی ہم پر خدا اس کا خاتمہ کرے گا۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا سردار بیٹا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اسکا نام رکھا ہے۔ عنقریب اس کی صلب سے ایک آدمی ظاہر ہوگا۔ جو تمہارے نبی کا ہم نام ہوگا وہ اخلاق میں آپ سے مشابہت رکھیگا۔ لیکن ظاہری بناوٹ میں آپ سے مشابہ نہیں ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھینگے۔

ابن عباسؓ سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے چار آدمی ہونگے۔ ہم میں سفاح، منذر، منصور اور مہدی ہونگے۔ پھر آپ نے پہلے تین کے بعض اوصاف بیان کئے پھر فرمایا مہدی زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر پور ہے۔ چوپائے اور درندے مامون ہونگے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح اگل دے گی۔ مہدیؑ کے اولادِ فاطمہ ؑ میں سے ہونا جو صحیح اور اکثر احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مہدیؑ اولادِ حسنؑ میں سے ہوگا۔ جیسا کہ حضرت علیؑ

سے بیان ہو چکا ہے۔ ابن المبارک نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مہدیؑ کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔ جو متوسط قامت اور سرخ رنگ ہوگا۔ اسکے ذریعے اللہ تعالیٰ اس امت کی ہر مصیبت کو دور کردیگا۔ اور اسکے عدل سے ہر ظلم کو مٹادیگا۔ پھر اسکے بعد بارہ ۱۲ آدمی ولی الامر بنیں گے جن میں سے چھ اولاد حسنؓ سے اور پانچ اولاد حسینؓ سے ہونگے اور آخری انکے غیروں میں سے ہوگا پھر وہ فوت ہو جائیگا۔ تو زمانہ خراب ہو جائے گا۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے آپ سے سب سے زیادہ مشابہ آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم تھے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ، بات، گفتگو اور چال ڈھال میں آپ سے مشابہ تھیں۔ اور دوسری صحیح روایت میں ہے کہ حضرت حسنؓ چہرے اور اوپر کے نصف دھڑ میں اور حضرت حسینؓ باقی جسم میں آپ سے مشابہ تھے۔ مہدیؑ کو بھی ان لوگوں میں شمار کیا گیا ہے، جنہیں حضور علیہ السلام سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بہت سے لوگ ہیں ان میں اہل بیت مطہر کی ایک قوی جماعت ہے۔ گزشتہ روایت میں کسی نے غلط کہا ہے کہ وہ خلق میں مشابہت رکھیگا۔ خُلق میں مشابہ نہ ہوگا۔

طبرانی اور خطیب نے حدیث بیان کی ہے کہ سوائے بنی ہاشم کے ہر آدمی اپنی نشست سے اپنے بھائی کے اعزاز کیلئے کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن وہ کسی کیلئے کھڑے

نہیں ہوتے اور حضرت ابن عباسؓ سے بسند بیان ہوا ہے کہ ہم اہلبیت شجرۃ النبوۃ ہیں۔ جنکے ہاں ملائکہ اور اہلبیت رسالت آتے جاتے ہیں۔ اہل بیت، رحمت اور کانِ علم ہیں۔

حضرت علیؓ سے بسند بیان ہوا ہے کہ ہم نجیب لوگ ہیں اور ہمارے فرط، انبیاء کے فرط ہیں۔ اور ہمارا گروہ حزب الٰہی ہے۔ اور باغی گروہ حزب الشیطان ہے۔ اور جو ہمیں اور ہمارے دشمن کو برابر قرار دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

باب ۸

اھل بیت سے عزت سے پیش آنا

حضرت ابو بکرؓ سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور

حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے حلف اٹھا کر کہا کہ اگر میرا باپ اسلام لاتا پھر بھی مجھے آپ کا اسلام لانا اسکے اسلام قبول کرنے سے زیادہ محبوب ہوتا کیونکہ عباسؓ کا اسلام قبول کرنا رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب ہے۔ حضرت زین العابدینؓ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے تو آپ نے کہا مرحبا بالحبیب ابن الحبیب۔ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازہ پڑھایا تو آپ کی سواری کے لئے ایک خچر آپ کے قریب لایا گیا تو حضرت ابن عباس نے اسکی رکاب پکڑ لی تو آپ نے کہا اے ابن عم رسول اسے چھوڑ دیجئے تو آپ نے جواب دیا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم علماء اور بڑے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں تو آپ نے کہا ہمیں بھی اہلبیت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنے کا حکم ہے۔

حضرت فاطمہؓ بنت علی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئیں وہ اس وقت مدینہ کے امیر تھے۔ آپ نے ان کا بہت اعزاز واکرام کیا اور کہا خدا کی قسم اے اہلبیت روئے زمین پر تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ اور تم مجھے اپنے اہل سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

احمد کو ایک تقریب میں عتاب کا نشانہ بنایا گیا۔ اس نے کہا سبحان اللہ یہ ثقہ ہو کر اہلبیت سے محبت کرتا ہے۔ آپ کے پاس جب کوئی شریف بلکہ قریشی آتا تو آپ اسے مقدم کرتے اور خود اس کے پیچھے باہر آتے۔

حضرت باقرؑ سے صحنِ کعبہ میں ایک شخص نے کہا جہاں آپ عبادت کرتے ہیں وہاں آپ نے خدا کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو ان دیکھی چیز کی عبادت نہیں کرتا۔ اس نے پوچھا آپ نے اسے کیسے دیکھا ہے؟ فرمایا آنکھیں اسے ظاہری طور پر نہیں دیکھ سکتیں بلکہ دل اسے حقائق ایمان سے دیکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر سامعین کو حیران کرنے والی باتیں بھی آپ نے کہیں۔ اس آدمی نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ زہری نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا۔ پھر بغیر کسی مقصد کے چلا گیا تو حضرت زین العابدینؑ نے اسے فرمایا تیرا خدا تعالٰی کی وسیع رحمت سے مایوس ہو جانا تیرے اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ تو زہری نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالاتہ۔ پھر وہ اپنے اہل وعیال کی طرف واپس آ گیا۔ ہشام بن اسماعیل امام زین العابدینؑ اور اہل بیت کو دکھ دیا کرتا تھا۔ اور حضرت علیؑ سے تکلیف محسوس کرتا تھا۔ ولید نے اسے معزول کر دیا اور اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اور وہ اہل بیت کے متعلق اپنی ذمہ داری سے بہت خائف رہتا تھا۔ وہ انکے پاس سے گزرا تو کوئی اس سے متعرض نہ ہوا۔ تو اس نے پکار کر کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالاتہ۔ اے

باب ۹

اهلبیت سے حسن سلوک کرنے والے کو رسول کریم ﷺ بدلہ دینگے

طبرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس شخص نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اسنے اس دینا میں اس شخص کو احسان کا بدلہ نہ دیا تو کل جب وہ مجھ سے ملیگا تو میں اسکو اس احسان کا بدلہ دینے کا ذمہ دار ہوں گا۔

ایک سند کے ساتھ حدیث بیان ہوئی ہے کہ قیامت کے روز میں چار

آدمیوں کی سفارش کرونگا۔ جو میری اولاد کی عزت کرنے والا ہوگا۔ اور انکی ضروریات کو پورا کریگا اور جب وہ مجبور ہو کر اسکے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات کو نپٹانے میں کوشش کرنے والا ہوگا۔ اور دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا ہوگا۔

ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اس کا بدلہ نہ دیا تو قیامت کے روز جب وہ مجھے ملیگا تو میں اسے اس احسان کا بدلہ دونگا۔ اور جس نے میرے اہلبیت یا میری اولاد پر ظلم کیا اس پر جنت حرام کردی گئی ہے۔
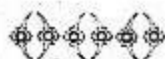
باب ۱۰

حضور علیہ السلام کا اھلبیت کی تکالیف کے متعلق اشارہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت کیطرف سے میرے اہلبیت کو قتل وجلاوطنی کی تکالیف پہنچیں گی اور ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ، بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اس روایت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنی ہاشم کے کچھ نوجوانوں کو دیکھا تو آپکی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابلہ میں ہمارے لئے آخرت کے پسند فرمایا ہے اور میرے بعد میرے اہلبیت مصائب اور جلاوطنی کا نشانہ بنیں گے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے قریش ہلاک ہونگے۔ اور آل قریش میں سے میرے اہلبیت ہلاک ہونگے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے بعد باقی رہنے والوں کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا جب گدھے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اسکی زندگی کیا ہوتی ہے۔
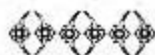
باب ۱۱

اھلبیت سے بغض رکھنے اور دشنام طرازی کرنے کے متعلق انتباہ

اس سے قبل حدیث بیان ہوچکی ہے کہ جس نے میرے اہلبیت کے کسی آدمی سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہیگا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ہم سے بدبخت منافق کے سوا اور کوئی بغض نہیں رکھتا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کی موت آل محمد سے بغض رکھتے ہوئے

واقع ہوئی، قیامت کے روز وہ اس حال میں آئیگا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''رحمت الٰہی سے نا امید'' کے الفاظ لکھے ہونگے۔ اور حضرت حسنؓ فرماتے ہیں جس نے ہم سے عداوت کی۔ اسنے رسول کریم ﷺ سے عداوت کی اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم اہلبیت سے بغض رکھنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کریگا۔

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اہلبیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بنی ہاشم سے بغض رکھنا منافقت ہے۔ اور حضرت حسنؓ سے بسند بیان ہوا ہے کہ ہمارے ساتھ بغض رکھنے سے بچو کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم سے حسد و بغض رکھنے والے کو حوضِ کوثر سے آگ کے کوڑوں سے ہٹا دیا جائیگا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت سے بغض رکھنے والے کا حشر یہودی کی صورت میں کریگا، خواہ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہو۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے بنو عبد المطلب! میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی ہیں۔ کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم رکھے اور گمراہ کو ہدایت دے اور جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تم کو کریم، نجیب اور رحیم بنا دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا

ہو کر نمازیں پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ آل محمد سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے میرے اہلبیت کو برا بھلا کہا تو وہ اللہ تعالیٰ اور اسلام سے مرتد ہو جانیوالا ہے۔ اور جس نے میری اولاد کے بارے میں مجھے ایذا دی، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ اور جس نے مجھے میری اولاد کے بارے میں ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے ان سے جنگ کرنیوالے اور انہیں گالی دینے والے پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اے لوگو میں نے اور ہر مقبول نبی نے پانچ یا چھ بار کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والے تقدیر الٰہی کے منکر محارم الٰہی کو حلال کرنے والے، میری اولاد کے بے حرمتی کرنیوالے اور تارکِ سنت پر لعنت فرمائی ہے۔

باب ۱۲

اهم امور کے متعلق اختتامی بیان

اوّل:۔

یہ بات متعین ہے کہ کوئی شخص سوائے صحیح صورت کے رسول کریم ﷺ کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہیں کرسکتا۔ بخاری میں ہے عظیم ترین جھوٹوں میں

سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے یا اپنی آنکھوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے۔

اسی طرح یہ روایت بھی کی گئی ہے جو شخص جان بوجھ کر غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ جو شخص غیر باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے، اس پر جنت حرام ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس پر فرشتوں، اللہ تعالیٰ اور سب لوگوں لی لعنت ہے۔ اور ایک جماعت نے دیگر احادیث بھی بیان کی ہیں کہ نسب کو جھوٹا ادعاء یا اس سے اظہار بیزاری کفر ہے۔ یعنی کفران نعمت ہے یعنی غیر باپ کیطرف انتساب کو حلال سمجھنا یا قریب ہونا کفران نعمت ہے۔

اس جگہ بہت سے لوگوں نے انساب کے ثبوت یا انتفاء خصوصاً اہلبیت کے طاہر و مطہر نسب میں دخل اندازی کے بارے میں عادلانہ فیصلے سے توقف کیا ہے۔ ان لوگوں پر بہت تعجب ہے جو ایک ادنیٰ مرجحہ اور جھوٹے قرینہ سے اس کا اثبات کرنے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔ اس بارے میں اس دن ان سے پوچھا جائیگا جب مال اور اولاد کوئی فائدہ نہ دیگی۔ سوائے اس کے کہ انسان قلب سلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے۔

دوم :۔

اہلبیت کی شان کے لائق یہ بات ہے کہ وہ اعتقاد، عمل، عبادت، زہد اور تقویٰ کے لحاظ سے رسول کریم ﷺ کے طریقہ وسنت کے مطابق چلیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کومدِ نظر رکھیں کہ ان کرمکم عنداللہ اتقاکم، اور حضورعلیہ السلام کے اس قول کوملحوظ رکھیں کہ آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون سا آدمی زیادہ قابل عزت ہے۔فرمایا ان اکرمکم عنداللہ اتقاہم اللہ۔ ان میں زیادہ قابل اکرام وہ ہے جواللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ آدمی جنت میں داخل ہوکر کہے گا میرے ماں باپ اور بیوی بچے کہاں ہیں؟ اسے کہاجائیگا۔ کہ انہوں نے تیرے جیسے عمل نہیں کئے۔وہ کہیگا میں اپنے اوران کیلئے عمل کرتا تھا۔پس انہیں کہاجائیگا کہ تم بھی جنت میں داخل ہوجاؤ۔ پھرآپ نے یہ آیت پڑھی:۔ جنات عدن یدخلونہاومن صلح من آبائہم وازواجہم وذریاتہم، جب صالح باپ ساتویں پشت تک کی عام اولاد کوفائدہ پہنچاسکتا ہے۔تو سیدالانبیاء کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ کہ وہ اپنی طاہراور طیب اولاد کوکس قدرفائدہ پہنچائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرم کے کبوتروں کی اس لئے عزت کیجاتی ہے کہ وہ ان دوکبوتروں کی اولاد میں سے ہیں جنہوں نے غار

ثور کے منہ پر گھونسلا بنالیا تھا۔ جس میں ہجرت کے وقت حضور علیہ السلام چھپے تھے۔

تقی مقریزی، یعقوب مغربی سے بیان کرتے ہیں کہ وہ رجب ۸۱۷ھ میں مدینہ میں تھے تو انہیں شیخ عابد محمد فارسی نے روضہ مکرمہ میں کہا کہ میں بنی حسینؓ کے اشراف (سادات) مدینہ سے رفض کی مدد کی وجہ سے بغض رکھا کرتا تھا۔ میں رسول کریم ﷺ کی قبر شریف کیطرف منہ کر کے سویا ہوا تھا۔ آپ نے میرا نام لے کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تو میری اولاد سے بغض رکھتا ہے؟ میں نے کہا مجھے اس بات سے خدا بچائے میں انہیں برا نہیں سمجھتا۔ میں تو صرف اس تعصب کیوجہ سے ناپسند کرتا ہوں جو انہوں نے اہلِ سنت کے بارے میں اختیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو فقہ کا مسئلہ ہے کیا عاق کیا ہوا بچہ نسب کے ساتھ نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ عاق کیا ہوا بچہ ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو بنی حسینؓ کے ہر آدمی کا از حد اکرام کرنے لگا۔

رئیس الشمس العمری سے روایت بیان کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ جمال محمود عجمی محتسب اور اسکے نائب اور پیروکار، سید عبدالرحمٰن طباطبی کے گھر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا محتسب نے اجازت طلب کی۔ وہ باہر نکلے تو انہیں محتسب کی آمد بہت گراں گزری۔ اس نے کہا میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں تا کہ آپ مجھے درگزر فرمائیں۔ آپ نے کہا کیا بات ہے؟ اس نے کہا آپ جب کل شام سلطان

ظاہر کے پاس رقوق میں مجھ سے اوپر بیٹھے ہوئے تھے، تو یہ بات مجھ پر گراں گزری اور میں نے اپنے دل میں کہا یہ مجھ سے اوپر کیسے بیٹھ سکتا ہے؟ جب رات ہوئی تو میں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے محمود کیا تو میرے بیٹے سے نیچے بیٹھنا پسند نہیں کرتا ہے۔ اسوقت شریف رو پڑا اور کہنے لگا اے آقا میری کیا حیثیت ہے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام مجھے نصیحت کرتے رہے اور ساری جماعت رو پڑی۔ پھر انہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور واپس آ گئے۔

نقی بن فہد حافظ ہاشمی مکی نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس شریف عقیل بن ھمیل آئے اور وہ امرائے ھواشم میں سے تھے۔ انہوں نے مجھ سے رات کا کھانا طلب کیا میں نے معذرت کی اور کچھ نہ کیا۔ اسی رات یا کسی دوسری رات کو میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا تو آپؐ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا حضور میں آپ کی حدیث کا خادم ہوں۔ آپ مجھ سے کیوں اعراض فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تجھ سے کیوں اعراض نہ کروں میرا ایک بچہ تجھ سے رات کا کھانا طلب کرتا ہے اور تو اسے کھانا نہیں دیتا۔ وہ کہتے ہیں صبح ہوئی تو میں نے شریف کے پاس جا کر معذرت کی اور جو حاضر توفیق تھا اسکے مطابق ان سے حسن سلوک بھی کیا۔

جمال عبد الغفار انصاری جو ابن نوح کے نام سے معروف ہیں وہ نجم الدین

بن مطروح کی والدہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک نیک عورت تھیں۔ کہتی ہیں کہ مکہ میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ جس میں لوگوں نے چمڑے بھی کھائے۔ ہم اٹھارہ افراد تھے۔ ہم نصف پیمانہ گندم کے برابر کام کر لیتے تھے جو ہمیں کافی ہو جاتا تھا۔ ہمارے پاس چودہ پیمانے گندم آئی تو میرے خاوند نے دس پیمانے اہل مکہ میں تقسیم کر دیئے اور چار ہمارے لئے باقی رہ گئے۔ جب وہ سویا تو روتے ہوئے بیدار ہوا میں نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا میں نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو ابھی دیکھا ہے۔ وہ مجھے فرمارہی ہیں اے سراج تو گندم کھاتا ہے اور میری اولاد بھوکی ہے۔ تو اس نے اٹھ کر جو کچھ باقی تھا سب اشراف (سادات) میں تقسیم کر دیا۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ رہا اور بھوک کے باعث ہم میں کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی۔

تقی مقریزی کہتے ہیں کہ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ سلطان نے شریف مرواح بن مقبل بن مختار بن مقبل بن محمد بن راجح بن ادریس بن حسن بن ابی عزیز بن قتادۃ بن ادریس بن مطاعن الحسنی کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کے ڈھیلے پھوٹ کر بہنے لگے۔ ان کا دماغ متورم ہو گیا اور پھول کر بدبو دینے لگا۔ وہ ایک مدت بعد عمان سے مدینہ گئے اور قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر اپنی تکلیف کی شکایت کی اور رات وہیں گزاری۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے انکی آنکھوں پر اپنے ہاتھ شریف کو پھیرا ہے۔ صبح ہوئی تو انہیں

نظر آنے لگا اور انکی آنکھیں جیسی تھیں ویسی ہوگئیں اور یہ بات مدینہ میں مشہور ہوگئی
پھر وہ قاہرہ آئے تو سلطان ان سے اس گمان کی بنا پر ناراض ہوگیا کہ ان کو سلائی
پھیرنے والے ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اسکے پاس عادل گواہی گزاری گئی
کہ انہوں نے ان کے ڈھیلوں کو بہتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور وہ مدینہ میں اندھے
ہونے کیا حالت میں آئے تھے۔ پھر وہ دیکھنے لگے۔ انہوں نے اپنی رویا بیان کی
جس سے سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔

مجھے بعض ان صالح اشراف نے بتایا ہے جن کی صحت نسب وصلاح اور
انکے آباء کے اچھا ہونے پر اتفاق ہے کہ میں مدینہ شریف میں تھا۔ میں نے ایک
شریف (سید) کو کسٹم والے کے پاس دیکھا جو اسی کا کھانا کھا رہا تھا اور اسی کا لباس
پہنے تھا مجھے یہ بات سخت ناگوار گزری اور اس شریف کے متعلق میرا اعتقاد خراب
ہوگیا۔ اسکے بعد میں نے رات گزاری تو میں نے رسول کریم ﷺ کو ایک بھری
مجلس میں دیکھا لوگوں نے آپ کو صف در صف گھیرا ہوا ہے۔ اور میں بھی اس حلقہ
کے کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک ہوں۔ اچانک ایک آدمی بلند آواز سے کہتا
ہے اپنے اپنے کاغذات نکالو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایسے کاغذات آپ کے حضور لائے
گئے جن پر شاہی فرمان لکھے جاتے ہیں۔ اور انہیں حضور علیہ السلام کے سامنے رکھ
دیا گیا۔ ایک آدمی ان کاغذات کو حضور علیہ السلام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور پھر

ان لوگوں کو یہ کاغذات دیتا جاتا ہے جن کے یہ کاغذات ہیں۔ جس کا نام نکلتا ہے اسکو وہ کاغذ دے دیتا ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے سب سے پہلا اور بڑا کاغذ اس شخص کا تھا جسے میں ناپسند کرتا تھا اسکا نام لیا گیا تو وہ حلقہ کے درمیان سے نکل کر حضور علیہ السلام کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کے کاغذات اسے دے دیئے جائیں۔ وہ انہیں لے کر بہت خوش ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر میرے دل میں جو کچھ بھی اس شخص کے بارے میں ناراضگی تھی وہ جاتی رہی اور مجھے اس پر اعتقاد ہو گیا۔ اور مجھے یہ بھی علم ہو گیا کہ یہ شخص جمیع حاضرین سے مقدم ہے اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ اسکا اس کسٹم والے کا کھانا کھانا ضرورت کے تحت تھا جو مردار کے کھانے کو حلال کر دیتی ہے۔

ایک صالح آدمی نے بیان کیا کہ مصر میں ایک بدکار آدمی نے بدکاری کیلئے ایک شریف (سید) زادی کو زبردستی پکڑ لیا اور وہ سلطان کے قریبی آدمیوں میں سے تھا۔ کہتا ہے وہ عورت حیران ہوئی کیونکہ عشاء کی نماز بھی پڑھی جا چکی تھی اور اب اس اقدام کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ اس عورت نے ایک صالح آدمی سے توسل کیا ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سلطان نے اسے بلایا اور گرفتار کر لیا اور وہ شریف زادی صحیح سلامت بچ گئی۔ اور اس شریف زادی کی برکت سے یہ گرفتاری جلد ہی فاجر کیلئے پیغام اجل بن گئی۔

مجھے ایک طالبعلم نے بتایا کہ فاش شہر میں ایک آدمی پر قتل ثابت ہو گیا۔
قاضی نے اسکے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ بادشاہ نے قاضی کی طرف پیغام بھیجا کہ اسے
قتل نہ کرو۔ قاضی نے کہا اسکا قتل تو ضروری ہے۔ دوسرے روز اس نے اس کے قتل
کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ میں نے دوبارہ رسول کریم ﷺ سے یہی
فرماتے سنا ہے مگر قاضی نے بات نہ سنی تیسرے روز بھی اس نے یہی ارادہ کیا تو
بادشاہ نے تیسرے روز بھی یہی پیغام بھیجا تو قاضی نے کہا ہم خواب کی بناء پر شریعت
کو ترک نہیں سکتے۔ خواہ وہ کتنی بار آئے اور اسے قتل کیلئے لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ
ایک آدمی ولی الدم کو نیکی کرنے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ لوگ اس سے معافی مانگ
مانگ کر عاجز آ گئے تھے اور وہ معاف نہ کرتا تھا۔ اور اس نے صرف اس سے بات
کی اور اس نے معاف کر دیا۔ بادشاہ کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اس آدمی کو
حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ بادشاہ کے حضور پیش ہوا تو اس نے پوچھا سچ بتاؤ
کیا بات ہے۔ اس نے کہا میں نے قتل کیا ہے میں اور وہ دونوں ایک ہی قماش کے
آدمی تھے۔ اس نے ایک شریف زادی سے بدکاری کا ارادہ کیا تو میں نے اسے
زنا کاری سے روکنے کیلئے قتل کر دیا۔ بادشاہ نے کہا تو نے سچ کہا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو
مجھے رسول کریم ﷺ تین باریہ نہ فرماتے کہ اسے قتل نہ کرو۔

سوم:۔

انکی تعظیم وتوقیران کی شان کے مطابق کرنی چاہیئے اوران سے بادب پیش آنا چاہیئے تا کہ انکا شرف معلوم ہواور مجالس میں ان سے تواضع سے پیش آنا چاہیئے۔ کیونکہ انکی محبت اور اکرام کاواضح اثر ہوتا ہے۔

نجم الدین بن فہد اور مقریزی نے بیان کیا ہے کہ ایک قاری جب تیمور لنگ کی قبر کے پاس سے گزرا تواس نے آیت خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ الایۃ۔ بتکرار پڑھی وہ کہتا ہے کہ میں نے خواب میں رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔اور تیمور لنگ آپ کے پہلو میں ہے۔وہ کہتا ہے۔ میں نے اسکوڈانٹتے ہوئے کہا اے دشمنِ خدا تو یہاں بھی آپہنچا ہے اور میں نے اسکے ہاتھ کو پکڑنے کا ارادہ کیا کہ اسے رسول کریم ﷺ کے پہلو سے اٹھادوں تو رسول کریم ﷺ نے مجھے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ میری اولاد کا محبّ ہے پھر میں ڈرتے ہوئے بیدار ہو گیا اور خلوت میں مَیں اسکی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے جو کچھ پڑھا کرتا تھا اسے ترک کر دیا۔

جمال مرشدی اور شہاب کورانی نے بتایا ہے کہ تیمور لنگ کے ایک بیٹے نے بتایا کہ جب تیمور لنگ مرض الموت میں بیمار ہوا تو ایک دن اسے شدید اضطراب ہوا

جس سے اسکا چہرہ سیاہ اور رنگ متغیر ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اسکے سامنے اسکی کیفیت کو بیان کی گیا تو اس نے کہا کہ عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے تو رسول کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ چلے جاؤ کہ یہ میری اولاد کا محب اور ان سے حسن سلوک کرنیوالا ہے۔ اس پر وہ فرشتے چلے گئے۔

جب اہلبیت کی محبت اس شخص کو بھی فائدہ دیتی ہے جس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوا تو دوسرے لوگوں کو یہ محبت کیا کیا فائدے دے گی۔

ابونعیم نے حدیث بیان کی ہے کہ حکمت شریف کو شرف میں بڑھاتی ہے۔ اور مملوک غلام کو اسقدر بلند کرتی ہے کہ وہ بادشاہوں کی مجالس میں جا بیٹھتا ہے۔ انکی محبت میں افراط سے بچنا چاہیئے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جیسا کہ احمد بن منیع اور ابو لعیلیٰ نے حدیث بیان کی ہے کہ اے علی! تیرا محب مفرط اور تیرے بغض میں کوتاہی کرنے والا دونوں آگ میں داخل ہونگے۔ اور حضرت زین العابدینؓ نے اہلبیت کی متعلق کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ اے لوگو! ہم سے اسلام کی محبت کیوجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے دائمی محبت رکھنا ہمارے لئے عار بن گیا ہے۔ اور دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا! اے عراقیو ہم سے اسلام کی محبت کیوجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے ہمیشہ محبت رکھنا ہمارے لئے عار کا باعث بن گیا ہے۔

فائدہ:۔

حضرت زید بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ہشام بن عبدالملک کے پاس گئے ۔ ہشام کو آپ سے خوف محسوس ہوا کہنے لگا آپ خلافت کے امیدوار ہیں۔ آپ ایک لونڈی زادے ہوکراس کی خواہش کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا! امیر المومنین آپ کا مجھ کو یہ عار دلانا اچھا نہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اسکا جواب دوں اگر چاہیں تو خاموش رہوں۔ اس کہا آپ جواب دیں۔ آپ بتائیں کہ آپ کا جواب کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس نبی سے کوئی آدمی بڑا نہیں جسے اس نے رسول بنا کر بھیجا ہو۔ اگر ام الولد (کنیز کا بیٹا ہونا) انبیاء و رسل تک پہنچنے سے قاصر ہوتی تو حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر نہ بھیجتا۔ انکی ماں حضرت اسحاق کی ماں کے ساتھ ایسے ہی تھی۔ جیسے میری ماں تیری ماں کیساتھ ہے۔ خدا تعالیٰ کو کسی نے اسے نبی بنا کر بھیجنے سے نہیں روکا اور وہ خدا تعالیٰ کا محبوب تھا۔ وہ خیر العرب اور خیر النبیین خاتم المرسلین کا باپ تھا اور نبوت، خلافت سے بڑی ہوتی ہے۔ اور جو شخص اپنی ماں کے ذریعہ بلند ہوا ہے، وہ رسول کریم ﷺ اور حضرت علیؓ بن ابیطالب کا بیٹا ہے۔ پھر آپ ناراض ہوکر وہاں سے نکل گئے۔

جب سفاح حاکم بنا تو مروان بن محمد کا سر اس کے پاس مصر میں لایا گیا۔ اور عبدالحمید طائی نے رصافہ میں ہشام کی قبر کھودی اور صلیب دی اور اسے آگ میں

جلایا اور اس نے سجدے میں گر کر کہا الحمد اللہ میں نے حسین بن علیؓ کے بدلے بنی امیہ کے دوسو آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اور زید بن علی کے بدلے میں نے ہشام کو صلیب دی اور میں نے ابراہیم کے ساتھ ملکر مردان کو قتل کیا۔

حضرت مغیرہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کردے اللہ تعالیٰ اسکے عمل کو قبول کرنے سے انکار فرماتا ہے اور فضیل بن عیاض فرماتے ہیں جس نے بدعتی سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس کے اعمال ضائع کردیگا اور اسکے دل سے نورِ ایمان کو خارج کردیگا اور جب اللہ تعالیٰ کو کسی آدمی کے بارے پتہ چلتا ہے کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو مجھے اللہ سے امید ہے کہ خواہ اس شخص کے عمل تھوڑے ہی ہوں وہ اسے بخش دیگا۔ جب تو کسی راستے سے بدعتی کو دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کرلے۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں میں نے سفیان بن عینیہ کو فرماتے سنا ہے کہ بدعتی کے جنازہ کے پیچھے جانے والا جب تک واپس نہ آجائے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موردرہتا ہے۔ اور رسول کریم ﷺ نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جسنے کوئی نئی چیز پیدا کی یا بدعتی کو پناہ دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور اسکے فرائض اور نوافل میں سے کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا۔

ابومصعب نے امام مالک سے روایت کی ہے۔ جو اہل بیت محمد ﷺ کو گالی دے۔ اسے دردناک ماردی جائے۔ اس کی تشہیر کیجائے اور توبہ کرنے تک اسے قید میں رکھا جائے کیونکہ یہ رسول کریم ﷺ کے حق کا استخفاف ہے اور ابن مطرف نے اس شخص کے بارے میں فتویٰ دیا ہے جو رات کو عورت کو حلف دینے کا انکار کرے۔ وہ کہتے ہیں خواہ حضرت ابوبکر کی لڑکی ہو اسے دن کو حلف اٹھانا پڑیگا۔ اس قسم کے موقع پر حضرت ابوبکر کی لڑکی کا ذکر بہت ادب کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سبب ۷۵ ہزار لوگوں کو قتل کیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ہر نبی کی دیت ہے، کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم ﷺ کی طرف وحی کی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کی وجہ سے ۷۰ ہزار کو قتل کیا تھا اور تیری بیٹی کے بیٹے حسین کے بدلے میں میں ضرور ستر، ستر ہزار آدمیوں کو قتل کروں گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ثم الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین

اما بعد

اپیل برائے امداد

برادران ملت جعفریہ السلام علیکم

جناب عالی

انیسہ اکیڈمی نے جس طرح سے حضرات معصومین علیہم السلام کی حیات طیبہ پر قلم اٹھایا اوران کے فضائل ومناقب کی نشرواشاعت میں بھرپور حصہ لیا یہ ایک عظیم سعادت ہے کیونکہ یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے طفیل یہ کائنات وجود میں آئی ۔ اوراسی طرح انیسہ اکیڈمی نے سیرت آئمہ کے ساتھ ساتھ دفاع ملت کا عزم کررکھا ہے اس پرآشوب دور میں تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ملت جعفریہ کے لئے مضبوط اور مستحکم اقدامات کا عزم مصمم کئے ہوئے ہیں ۔ جس میں سرفہرست (۱) سائبان علیؑ (یعنی یتیم خانہ) سال رواں میں اس منصوبے کیلئے زمین خریدنے کا عزم ہے (۲) غریب بچیوں کی شادیاں ۔ (ہمارے ادارے نے اب تک دس بچیوں کی شادی میں جہیز فراہم کیا ہے ۔ (۳) ماہانہ راشن کی تقسیم ۔ اس ماہ رمضان المبارک میں ہم نے مستحق مومنین میں راشن تقسیم کیا ہے اور بہت سے مومنین کی درخواستیں

ہمارے ادارے کے پاس موجود ہیں جن کو ماہانہ راشن کی ضرورت ہے جبکہ یہ مومنین انتہائی غریب اور مستحق ہیں ان کی مدد کرنا ہماری اخلاقی اور شرعی ذمہ داری ہے۔ اور یہ کام آپ جیسے مومنین کے تعاون کے بغیر سرانجام پانا محال ہے ان تمام کاموں کے لئے ہمیں گاہے بگاہے آپ کے تعاون کی ضرورت رہے گی آپ سے امید ہے آپ ہمارے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں گے۔ اور قدم قدم پر ہماری رہنمائی کریں گے۔

پرودگار عالم آپ کے تمام کار خیر محمدؐ و آل محمدؐ کے صدقے میں قبول فرمائے آمین

نوٹ

جو حضرات مومنین راشن یا جہیز کی مد میں ہماری مدد کرنا چاہتے ہوں ہمارے آفس سے رابطہ کریں۔

R-501، بلاک 20، ایف. بی ایریا، کراچی

فون نمبر : 6802850 / 0300-2354679

انیسہ اکیڈمی

A/C No. 081-004123018 at Bank

Al-Habib Bank. F.B. Area, Karachi.

مطبوعات انیسہ اکیڈمی

خلاصۃ التفاسیر	ڈاکٹر محمد حسن رضوی
قرآن مبین (ترجمہ و تشریح)	ڈاکٹر محمد حسن رضوی
ولایت علیؑ (از صواعق محرقہ)	ڈاکٹر محمد حسن رضوی
اثبات و معرفت خدا	ڈاکٹر محمد حسن رضوی
نماز شب	ڈاکٹر محمد حسن رضوی
امام مہدیؑ	ڈاکٹر محمد حسن رضوی
روح قرآن	ڈاکٹر محمد حسن رضوی
معرفت ائمہ اہل بیتؑ (از منابع اہلسنت)	ڈاکٹر محمد حسن رضوی
اصول کافی	ڈاکٹر محمد حسن رضوی

Word To Word English Translation of Holy Quran
Islamic Revolution
By Dr. S.M. Hasan Rizvi

نقوش عظمت	ڈاکٹر عین الرضا
چہارہ معصومین	ڈاکٹر عین الرضا
سفر مظفر	ڈاکٹر عین الرضا
مومن و اخلاقیات	ڈاکٹر عین الرضا

اکیڈمی آف قرآنک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ
B۲۸۵ بلاک ۱۳، فیڈرل بی ایریا، کراچی
فون: (آفس) 0333-2396313,6364519